اکابرین دارالعلوم دیوبند کی طرف سے فتنۂ غیر مقلدین
کی روک تھام کے لئے ایک مکمل نصاب

مجموعۂ مقالات

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم

جلد چہارم

کی زیر صدارت
"تحفظِ سنّت کانفرنس"
میں پڑھے گئے
مقالات کا مجموعہ

- الکلام الفرید فی التزام التقلید
- الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد
- تلویحات کتاب وسنت وتصریحات اکابر امت برعقل واہتداء امام اعظم
- اعداد الجنۃ للتوقی عن الشبھۃ فی اعداد البدعۃ والسنۃ
- اہل حدیث کے فتاوی کی حقیقت
- غیر مقلدین کے بارے میں حضرت تھانویؒ کے ملفوظات
- قربانی اور اہل حدیث
- شاہ ولی اللہ دہلویؒ ۔۔۔ فقہ حنفی کے مجدد
- تلخیص واقتباس فتوی نظام الاسلام
- مملکت سعودیہ عربیہ کو بھیجی جانے والی قرار دادیں
- خیانت اور جھوٹ سے لبریز ایک غیر مقلد کی کتابوں سے مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر کا اعلان برأت
- ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی ہیں سعودی علماء کی ایک کمیٹی کا فیصلہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان، پاکستان
☏ 061-540513

مجموعہ مقالات

آ

اکابرینِ دارالعلوم دیوبند کی طرف سے فتنۂ غیر مقلدین
کی روک تھام کیلئے ایک مکمل نصاب

مجموعۂ مقالات

جلد چہارم

غیر مقلدین کی شرانگیزیوں اور ان کی طرف سے اسلاف امت وفقہائے کرام کی توہین پرمبنی لٹریچر کی اشاعت پر اکابرین دارالعلوم نے اُمّتِ مسلمہ کے دینی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے ۲، ۳ مئی ۲۰۰۱ء کو دہلی میں امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی دامت برکاتہم کی صدارت میں ''تحفظ سنت کانفرنس'' کا اہتمام کیا جس میں مشاہیر علماء نے متعلقہ موضوعات پر مقالے پیش کئے اور اس کانفرنس میں چند قرار دادیں پاس کیں جو باقاعدہ سعودی عرب کی حکومت کو بھیجی گئیں۔ جس پر حکومت سعودیہ نے الحمدللہ مثبت ردِ عمل کا اظہار کیا ہے ہم اس کانفرنس میں پڑھے جانے والے تمام مقالہ جات اور ان کے علاوہ اس موضوع سے متعلق دیگر اکابرین امت کے افادات اور اس کے علاوہ دیگر کئی متعلقہ نایاب دستاویزات کو جدید ترتیب کے ساتھ مجموعہ مقالات کے نام سے عوام وخواص کے فائدہ کیلئے پیش کر رہے ہیں۔

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
فون: 540513

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ

نام کتاب..................مجموعہ مقالات (جلد چہارم)

تاریخ اشاعت طبع اوّل........................صفر ۱۴۲۳ھ

تاریخ اشاعت طبع الثانی.................ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ

ناشر..........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت..........................سلامت اقبال پریس ملتان

ضروری وضاحت

ایک مسلمان دینی کتابوں میں دانستہ غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ غلطیوں کی تصحیح واصلاح کیلئے ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان---ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور---مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ---کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور---دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BLI3NE.(U.K.)

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث مبارکہ اتقوافراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله کے تحت اللہ تبارک وتعالیٰ نے بزرگان دین کے مبارک کلمات میں ایسی برکت و تاثیر رکھی ہے کہ چند لمحات کی صحبت و مجالست انسان کی دنیا و آخرت سنوار دیتی ہے۔

اکابر علماء دیوبند میں سے حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ آپ نے اپنی تصانیف کثیرہ وارشادات مبارکہ سے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کو منور فرمایا۔ حکیم الامت قدس سرہ سے اللہ پاک نے جو عظیم الشان کام کیا اسی کا کرشمہ ہے کہ ان کے کیے ہوئے کام سے نہ جانے کتنے گلدستے تیار ہو رہے ہیں اور تیار ہوتے رہیں گے۔ یہ گلدستہ "ہدیہ اہلحدیث" بھی ان میں سے ایک ہے۔ حضرت میں اللہ پاک نے جو مجدد الملت کی صلاحیت و دیعت فرمائی اسی کی روشنی میں آپ نے مسلمانان عالم کے لئے بالعموم اور غیر منقسم ہند و پاک کے مسلمانوں کے لئے بالخصوص صراط مستقیم کی ایسی راہ ہموار کی کہ احباب تو کیا اغیار نے بھی آپکی مساعی جمیلہ کو تسلیم کیا اور آپ کی تعلیمات سے مستفید ہوئے۔

حضرات اہلحدیث کے متعلق حضرت نے کوئی مستقل تصنیف نہیں فرمائی لیکن آپ کی تصانیف و ملفوظات میں ان کے متعلق کئی ایسے اصلاحی و تحقیقی نکات ملتے ہیں جو کہ عام و خاص سب کے لئے مفید ہیں۔ اللہ پاک ہمارے محترم دوست جناب صوفی محمد اقبال قریشی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں جنہوں نے ہماری درخواست پر محنت شاقہ سے ان جواہر کو جمع کر کے ترتیب دیا اور یوں حضرت کے محبین کی چاہت زیور تکمیل سے آراستہ ہو کر آپ کے سامنے آئی۔

اللہ پاک اس کتاب کو عام مسلمانوں کے لیے عموماً اور حضرات اہلحدیث کے لئے خصوصاً نافع بنائے اور ہمارے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

یہ "مجموعہ مقالات" کی جلد چہارم صفحہ ۲۶۴ تک کا مواد دراصل ہماری کتاب "ہدیہ اہلحدیث" ہی ہے۔ جسے ہم نے موضوع کی مناسبت اور ضرورت کے تحت "مجموعہ مقالات" میں شامل کر دیا ہے۔

احقر محمد اسحٰق عفی عنہ

تعارف از مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ وعلیٰ آلہ واصحابہ واولیآءہ اجمعین وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔ امابعد

تقلید کی ضرورت واہمیت کے عنوان سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی تصانیف، فتاوی اور ملفوظات زیر نظر رسالہ میں یکجا جمع کر دیئے ہیں اس میں اس قدر علمی جواہر، معارف اور ذخیرہ دلائل ہیں کہ اگر کوئی منصف مزاج خالی الذہن تعصب سے بالا ہو کر اس کا مطالعہ کرے تو ضرور بالضرور تقلید کی ضرورت محسوس کرے گا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ وہ معتدل مزاج جامع شخصیت تھے کہ خود فرماتے ہیں کہ ہم جب خود ایک غیر مقلد حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں (کیونکہ مجتہد کسی کا مقلد نہیں ہوتا) تو پھر غیر مقلدین سے نفرت کیوں کریں۔

حضرت حکیم الامت غیر مقلدین کی فلاح آخرت کے لئے انہیں ائمہ کی شان میں بد زبانی، بد کلامی اور بد گمانی سے منع فرماتے۔ جب کہ آپ رسالہ ہذا میں حضرت کے ارشادات ملاحظہ کریں گے۔ بہت سے مدعیان عاملین بالحدیث حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت تھے (جو حضرت حکیم الامتؒ کی وسعت ظرفی، قلبی کا ثبوت ہے) اور اصلاح باطن کے سلسلہ میں حضرت سے استفادہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ برادر محترم جناب حافظ محمد اسحاق صاحب ملتانی مدظلہ کو اجر عظیم عطا فرمائے کہ رسالہ ہذا کی اشاعت کا اہتمام فرمایا اور اسے ذریعہ اصلاح بنا کر ہم سب کی نجات کا سبب بنائے۔ آمین

بندہ محمد اقبال قریشی غفر لہ
یکم ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

اجمالی فہرست

جلد چہارم

فہرست عنوانات

اہل حدیث کے فتاویٰ کی حقیقت ۱۷۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الکلام الفرید فی التزام التقلید

یہ دراصل حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ العزیز کا ایک فتویٰ ہے جو امداد الفتاویٰ جلد سوم ص ۵۳ پر موجود ہے احقر اب اس پر ذیلی عنوانات قائم کر رہا ہے۔ اس سے انشاء اللہ اس کی اہمیت دوبالا واضح ہو گی۔ اسے عارف باللہ اوستاذ العلماء سیدی و مرشدی حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ نے اپنی مشہور تصنیف "خیر التنقید فی سیر التقلید" کے آخر میں درج فرمایا اور بطور تقدیم یہ کلمات درج فرمائے "اثبات تقلید کے متعلق یہ وہ فیصلہ کن درہ نادر ہے جس کو حجتہ العارفین، سراج المفسرین مجدد الملت، حکیم الامت سیدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ایک استفتاء کے جواب میں بزمانہ قیام مدرسہ جامع العلوم کان پور ۱۳۱۴ھ میں تحریر فرمایا تھا اور احقر کے درخواست کرنے پر مندرجہ بالا اس کا نام بھی آج کل تجویز فرمادیا خیر محمد عفااللہ عنہ۔

حضرت سیدی قدس سرہ نے حاشیہ میں مشکل عبارات کی تسہیل فرمادی تھی احقر نے اس حاشیہ کو عبارت کے ساتھ ہی بین القوسین درج کر دیا تاکہ قارئین کو مزید سہولت ہو۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان بندہ محمد اقبال قریشی غفرلہ ہارون آباد۔

احکام شرعیہ کی دو قسمیں

احکام شرعیہ دو قسم پر ہیں (۱) منصوص (۲) غیر منصوص

منصوص کی دو قسمیں

منصوص دو نوع ہیں (۱) متعارض (۲) غیر متعارض

متعارض کی دو قسمیں

(۱) معلوم التقدیم والتاخیر (۲) غیر معلوم التقدیم والتاخیر پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ یا متعارضہ معلومۃ التقدیم والتاخیر میں نہ قیاس جائز اور نہ کسی کے قول کا اتباع جائز لقولہ تعالیٰ وان ھم الا یظنون (البقرہ آیت ۷۱)

(یعنی اور نہیں ہیں وہ مگر (بے بنیاد خیالات پکاتے) ولقولہ تعالیٰ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلاَّ الظَّنَّ (سورۃ النجم آیت ۲۸) (یعنی نہیں پیروی کرتے مگر بے اصل خیالات کی) اس ظن سے مراد وہی ظن ہے جو مقابل نص کے ہو۔

قیاس ہر شخص کا معتبر نہیں

اور احکام غیر منصوصہ یا منصوصہ متعارضہ غیر معلومۃ التقدیم والتاخیر میں یا تو کچھ عمل نہ کرے گا یا کچھ کرے گا۔ اگر کچھ نہ کیا تو مخالف نص اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی (القیامہ آیت) (یعنی انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا) اور اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عبثاً (المؤمنون آیت ۱۱۵) (یعنی کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت پیدا کر دیا ہے) کے الزام آئے۔ اگر کچھ کیا تو بدوں علم یا یقین کے کسی جانب عمل ممکن نہیں پس علم یا تعین حکم نص سے تو ہو نہیں سکتا لعدم النص فی الاموال [illegible] من غیر علم بالتقدیم والتاخیر فی الثانی (یعنی پہلی [illegible] نہیں اور دوسری صورت میں بغیر علم تقدیم و تاخیر کے تعارض ہے) اس لئے ضرور علم بالتعین قیاس سے ہو گا پس قیاس ہر شخص کا شرعاً معتبر ہے کہ جو کسی کی سمجھ میں آئے یا بعض کا معتبر ہے بعض کا نہیں۔

کل کا تو معتبر نہیں ہو سکتا۔ بقولہ تعالی وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُوْلِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (النساء آیت ۸۳) اور اگر پیغمبر خدا اور اپنے اولی الامر (مجتہدین) کی طرف پھراتے تو ان میں سے اہل استنباط (مجتہدین خوب معلوم کر لیتے) پس بعض کا (قیاس) معتبر ہوگا اور بعض کا نہ ہوگا جس کا معتبر ہے اس کو مجتہد و مستنبط کہتے ہیں اور جس کا معتبر نہیں اس کو مقلد کہتے ہیں۔

مقلد کیلئے کسی ایک مجتہد کی تقلید ضروری ہے

پس مقلد پر ضرور ہوا کہ کسی ایک مجتہد کی تقلید کرے۔ لقولہ تعالیٰ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (لقمان آیت ۱۵) (یعنی اے مخاطب پیروی کر اس شخص کے طریقہ کی جس نے میری طرف توجہ کی)

انحصار مذاہب صرف ائمہ اربعہ میں کیوں ثابت ہے

اب جاننا چاہیئے کہ ائمہ اربعہ کے تاریخی حالات سے بالقطع معلوم ہے کہ تحت عموم من اناب الی کے داخل ہیں۔ پس ان کا اتباع بھی ضروری ہوا۔ رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سارے گزرے ہیں کسی دوسرے کی تقلید کیوں نہ کی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتباع سبیل کے لئے علم سبیل ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے کسی مجتہد کا سبیل بتفصیل جزئیات و فروع معلوم نہیں پس کیونکر کسی کا اتباع ممکن ہے۔ پس انحصار مذاہب اربعہ میں ثابت ہوا۔

ائمہ اربعہ میں سے تقلید صرف کسی ایک ہی کی کیوں ضروری ہے

رہی یہ بات کہ ان چاروں میں سے ایک ہی کی تقلید کیوں ہو۔ اس کی

وجہ یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں (۱) متفق علیھا (۲) مختلف فیھا۔
مسائل متفق علیھا میں تو سب کا اتباع ہو گا۔ مسائل مختلف فیھا میں سب کا اتباع تو ہو نہیں سکتا۔ بعض کا ہو گا، بعض کا نہ ہو گا پس ضروری ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو سو حق تعالیٰ نے اتباع کو انابت الی اللہ (توجہ الی اللہ) پر متعلق فرمایا ہے جس امام کی انابت الی اللہ زاید معلوم ہو گی اس کا اتباع کیا جائے گا۔ اب تحقیق زیادہ انابت کی یا تفصیلاً کی جائے گی یا اجمالاً تفصیلاً یہ کہ ہر فرع و جزئی مختلف فیہ میں دیکھا جائے گا کہ حق کس کی جانب ہے اجمالاً یہ کہ ہر امام کے مجموعہ حالات و کیفیت پر نظر کی جائے کہ غالبًا کون حق پر ہے اور کس کی انابت زاید ہے صورت اولیٰ میں علاوہ جرح اور تکلیف مالا یطاق کے مقلد نہ رہا بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا نہ دوسرے کی سبیل کا وھو خلاف المعروض (اور وہ معروض کے خلاف ہے) پس صورت ثانیہ متعین ہوئی۔

کسی کو امام ابو حنیفہؒ پر ان کے مجموعی حالات سے یہ ظن غالب و اعتقاد راجح ہوا کہ یہ منیب و مصیب ہیں۔ کسی کو امام شافعیؒ پر کسی کو امام احمد بن حنبلؒ پر۔ اس لئے ہر ایک نے ایک ایک کا اتباع اختیار کیا اور جب ایک کے اتباع کا بوجہ علم بالا نابت اجمالاً کے التزام کیا گیا۔ اب بعض جزئیات میں بلا کسی وجہ قوی یا ضرورت شدیدہ اس کی مخالفت میں شق اول خود کرے گی وقد ثبت بطلانہ (اور اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے) پس بحمد للہ تقریر بالا سے وجوب تقلید مطلقاً و تقلید ائمہ اربعہ و انحصار فی للمذاھب الاربعہ وجوب تقلید شخصی و بطلان تلفیق کا الشمس فی کبد السماء واضح ہو گیا و دونہ خرط القتاد والکلام فیہ طویل وفیما ذکرنا کفایۃ لطالب الرشاد انشاء اللہ تعالیٰ (یعنی بحمد للہ تقریر بالا سے دوپہر کے سورج کی طرح خوب واضح ہو گیا کہ تقلید مطلق عموماً اور ائمہ اربعہ کی خصوصاً واجب ہے اور اس وقت ائمہ اربعہ

کے مذاہب ہی میں تقلید منحصر ہے اور تقلید شخصی واجب ہے اور تلفیق باطل ہے اور بجز تقلید کے چارہ نہیں اور کلام اس بیان میں طویل ہے اور طالب رشاد کے لئے مضمون مذکور کافی ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ) ولنعم ماقیل ۔

سر بر خط فرمان ولیٰ نہد
کے میسر شورش روے براۃ آوردن
ہر کہ خواھد کہ سر منزل مقصود رسد
بایدش پیروی راہ نمایاں کردن

ہمارا دین محمدی اور مذہب حنفی ہے

اور یہ کہنا کہ مذہب محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر مذہب حنفی کو اختیار کیا، یہ عجیب خبطیوں کا کلام ہے۔ اس کو یہ تو خبر ہی نہیں کہ مذہب کس کو کہتے ہیں دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم کو مذہب محمدی کہتا ہے دین و مذہب میں بھی فرق معلوم نہیں۔

دین اور مذہب کا مفہوم

کہ دین مجموعہ اصول کا نام ہے اور مذہب مجموعہ فروع کا اور ہر فروع کے لئے اصول ضروری ہیں جب مذہب محمدی ہوا تو دین کونسا ہو گا۔ یہ شخص اس نسبت سے حنفیہ کو منع کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں کہ کیا خاک پھانک رہا ہوں اور دین محمدی ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔

دین اور مذہب سے نسبت کی عجیب مثال

اور حنفیہ کی نسبت تو نہایت صحیح ہے کیونکہ دین مثل بڑے ملک یا بڑے قبیلہ کے ہے اور مذہب مثل شہروں اور چھوٹے قبیلوں کے۔ اطلاقات روز مرہ میں اپنے کو شہر اور چھوٹے قبیلہ کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں البتہ

جب ملک یا بڑے قبیلہ سے سوال کیا جاتا ہے اس وقت اپنا ملک اور بڑا قبیلہ بتلاتے ہیں۔

اپنے آپ کو حنفی یا شافعی وغیرہ کہنے سے شرک لازم نہیں آتا

اسی طرح اطلاقات روز مرہ میں اگر کوئی اپنے کو حنفی بتلائے اور جب دین سے سوال ہو اس وقت محمدی کہے۔ فرمایئے کون سا شرک وکفر لازم آگیا اس پر اعتراض کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ تم صدیقی یا لکھنوی کیوں کہتے ہو بلکہ آدمی یا ہندی بتلاؤ ایسے شخص کا مقابلہ بجز جواب جاہلاں باشد خموشی کے اور کیا ہوگا۔ ایها الاخوان لاتسعوا فی الارض بالفساد والطغیان فان الفتنة اشد من القتل بالسیف والسنان والله المستعان علی البلیات والاالاحزان رب توفنا علی الحق والایمان اشعبان روز چہار شنبہ ۱۳۱٤ھ (یعنی اے بھائیو زمین میں فساد و طغیان کی سعی مت کرو، اس لئے کہ نیزہ وشمشیر کے قتل سے (دینی گناہ میں) زیادہ سخت ہے اور ہر طرح کی مصیبتوں اور غموں میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔ اے ہمارے پروردگار حق وایمان پر ہمارا خاتمہ کر) آمین یارب العلمین۔

۲۸

الاقتصاد

فی

التقلید والاجتہاد

مصنف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله الذى شرع لنا اتباع الكتاب والسنة دينا وسبيلا ووضع لشرحهما تفقة العلماء، واجماع الامة معينا ودليلا والصلوٰة والسلام على رسوله النبى الامى الذى جعل السوال شفاألمن كان بداء، العى عليلا وانذر من كتم علماً سئل عنه اخذا وبيلا اللهم صل وسلم عليه وعلىٰ جميع اخوانه من الانبياء وعلىٰ اله وصحبه الاصفياء، وورثته من العلماء والاولياء صلوٰة وسلاما ابداً طويلا امابعد!

سبب تالیف رسالہ

اس زمانہ کے فتن عظیمہ میں سے ایک فتنہ اختلاف مسئلہ تقلید و اجتہاد کا ہے جس میں حد سے زیادہ مختلفین افراط و تفریط کر رہے ہیں ایک اجتہاد و قیاس کو مجتہدین کے لئے اور تقلید کو مقلدین کے لئے حرام بلکہ کفر و شرک بتلا رہا ہے۔ دوسرا تقلید کو حرام کہہ کر اجتہاد کو سب کے لئے جائز بتا رہا ہے۔ تیسرا قیاس کے جواز کو اہل کے ساتھ خاص مان کر اور عوام کے لئے تقلید کی اجازت دے کر تقلید شخصی سے بالخصوص امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے ان کو مخالفت حدیث سمجھ کر نفرت دلا رہا ہے۔ چوتھا تقلید شخصی کے وجوب میں رنگ لا رہا ہے۔ پانچواں قائس و مجتہد کے مقابلہ میں غایت جمود و تعصب سے آیات و حدیث کے ساتھ رد اور گستاخی سے پیش آرہا ہے۔ غرض جس کو دیکھو ایک نیا افسانہ سنا رہا ہے اور اس غلو کے سبب باہم بغض و عداوت سے کام لیا جاتا ہے اور شتم و غیبت کو طاعت و عبادت اعتقاد کیا جاتا ہے۔ علمائے اہل حق ہمیشہ اس فتنہ کی تسکین کے لئے تقریریں اور تحریریں ارشاد فرماتے رہے اور

لوگوں کو صراط مستقیم بین الافراط والتفریط پر لاتے رہے اور اس وجہ سے اس باب میں کسی تالیف جدید کی حاجت نہ تھی لیکن عادت مستمرہ مسلمہ ہے کہ ہر زمان اور مکان میں طبائع کا ایک خاص مذاق اور مقتضاء ہوتا ہے اور اسی طرز کے مناسب تعلیم زیادہ نافع ہوتی ہے چونکہ طبائع موجودہ کے اعتبار سے اس مسئلہ کی تحقیق نقلی طور پر آثار وسنن سے کرنے میں نفع زیادہ متوقع پایا اس لئے چند اوراق لکھنے کو جی چاہا۔ کیا عجب ہے کہ کوئی طالب انصاف اپنے اعتساف کو چھوڑ کر طریق وسط پر آجائے اور کاتب اس خیر پر دلالت کرنے کے سبب ورنہ کم از کم اظہار حق کی برکت سے بخشا جائے باقی بحث و مباحثہ اپنا مسلک نہیں۔

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَاَهْدٰى سَبِيْلاً

رسالہ ہذا مسمی بہ "الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد" مشتمل ہے ایک مقدمہ اور سات مقصد اور ایک خاتمہ پر۔

مقدمہ

اس میں چند امور پر تنبیہ ہے۔

نمبر ۱: مقصود اس رسالہ سے نہ بحث و مباحثہ ہے نہ کسی کا رد و ابطال کیونکہ سوال و جواب کا کہیں انتہا نہیں اور اسکات محض کسی کا ممکن نہیں صرف مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اس باب میں تردد کی حالت میں ہیں اور کسی جانب کی ترجیح سے خالی الذہن ہیں ان کو اطمینان و شفا ہو جائے اور جو علمائے ربانی یا ان کے پیروؤں پر زبان درازی کرتے ہیں وہ ان کے حق پر ہونے کے احتمال سے اپنی زبان کو روک لیں۔

نمبر ۲: اسی لئے اس کی عبارت و طرز بیان کو اپنی حد امکان تک بہت سلیس اور سہل کیا گیا ہے کہ عوام اور کم علم جو تردد میں زیادہ مبتلا ہیں وہ مستفید ہو

سکیں۔ لیکن اگر کوئی مضمون ہی دقیق ہوا یا کسی اصطلاحی لفظ کا مختصر اور سہل ترجمہ نہیں ممکن ہوا تو معذوری ہے ایسے مقام کو کسی طالب علم سے سمجھ لیا جائے۔

نمبر ۳ : اس میں ہر دعویٰ کو حدیث سے ثابت کیا گیا ہے اور ساتھ ہی کتاب و صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور ہر حدیث کا اردو ترجمہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ البتہ کسی حدیث کی توضیح و تائید میں یا کہیں دوسری جانب کسی عالم کے قول سے سندلی گئی تھی تو اس قول کے جواب میں علماء معتبرین محققین کے اقوال بھی کہیں آ گئے ہیں۔

نمبر ۴ : اگر اثنائے مطالعہ رسالہ میں کوئی شبہ واقع ہو تو اس کو خواہ یاد سے یا لکھ کر محفوظ رکھا جاوے اول تو امید ہے کہ کہیں نہ کہیں رسالہ ہی میں اس کا جواب ہو گا ورنہ دریافت کر کے اطمینان کر لیا جائے۔

نمبر ۵ : چونکہ مقصود تحریر رسالہ کا اوپر معروض ہو چکا لہٰذا اگر اس پر کوئی سوال وارد کیا جائے گا۔ اگر طرز سوال سے مطلوب ہوا کہ دفع تردد مقصود ہے انشاء اللہ جواب دیا جائے گا ورنہ سکوت اختیار کیا جاوے گا۔

مقصد اول

حکم غیر منصوص یا منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

مقصد دوم

اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھ کر بمقتضائے علت پر عمل کرنا یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک

نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔

مقصد سوم

جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو گو وہ حافظ حدیث ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں۔ پس صرف جمع احادیث سے قابل تقلید ہونا ضرور نہیں اور قوت اجتہاد کے معنی۔

مقصد چہارم

تقلید شخصی ثابت ہے اور تقلید شخصی کے معنی۔

مقصد پنجم

اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی۔

مقصد ششم

بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب۔

مقصد ہفتم

جس طرح تقلید کا ان کا مقابل ملامت ہے اسی طرح اس میں غلو و جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعیین طریق حق کی۔

خاتمہ

بعض مسائل فرعیۃ حنفیہ کے دلائل ہیں۔

مقصد اول در جواز اجتہاد و تقلید و محل آن

حکم غیر منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

حدیث اول

عن طارق ان رجلا اجنب فلم يصل فاتى النبى صلى الله عليه وسلم فذكر له ذلك فقال اصبت فاجنب اخرفتيمم وصلى فاتاه فقال نحو ماقال للاخر يعنى اصبت اخرجه النسائى

(تیسیر کلکتہ ص۲۹۲ کتاب الطہارۃ باب سابع)

ترجمہ: "طارق سے روایت ہے کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہوگئی اس نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور اس قصہ کا ذکر کیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا تو نے ٹھیک کیا، پھر ایک دوسرے شخص کو اسی طرح نہانے کی حاجت ہوگئی اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر وہ آپ کے حضور میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اس کو بھی ویسی ہی بات فرمائی جو ایک شخص سے فرما چکے تھے یعنی تو نے ٹھیک کیا۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف: اس حدیث سے اجتہاد و قیاس کا جواز صاف ظاہر ہے کیونکہ ان کو اگر نص کی اطلاع ہوتی تو پھر بعد عمل کے سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں نے اپنے اجتہاد و قیاس پر عمل کر کے اطلاع دی اور آپؐ نے دونوں کی تحسین و تصویب فرمائی اور مسلم ہے کہ حضرت شارع علیہ

السلام کی تقریر یعنی کسی امر کو سن کر رد و انکار نہ فرمانا بالخصوص تصریحا اس کی مشروعیت کا اثبات فرمانا دلیل شرعی ہے اس امر کی صحت پر۔ بس ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں صحابہ نے قیاس کیا اور آپؐ نے اس کو جائز رکھا۔ پس جواز قیاس میں کچھ شبہ نہ رہا۔

تنبیہ : دونوں کو یہ فرمانا کہ ٹھیک کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ثواب ملا اور یہ مطلب نہیں کہ اب بعد ظاہر ہونے حکم کے بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے اور چاہے نہ کرے اور خواہ نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے۔

حدیث دوم

عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلۃ باردۃ فی غزوۃ ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اھلك فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذكروا ذلك النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابك وانت جنب فاخبرته بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت اللہ عزوجل یقول ولاتقتلوا انفسكم ان اللہ كان بكم رحیما فضحك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئا اخرجہ ابو داؤد

(تیسیر کلکتہ ص ۲۹۳ کتاب الطھارۃ باب سابع)

ترجمہ حضرت عمرو العاصؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غزوہ ذات السلاسل کے سفر میں ایک سردی کی رات کو احتلام ہو گیا اور مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو شاید ہلاک ہو جاؤں گا میں نے تیمم کر کے اپنے ہمراہیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ ان لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس قصہ کو ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا، اے عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی۔ میں نے جو امر کہ مانع تھا اس کی

اطلاع دی اور عرض کیا کہ میں نے حق تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا کہ اپنی جانوں کو قتل مت کرو بیشک حق تعالیٰ تم پر مہربان ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا، روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف : یہ حدیث بھی صراحۃً جواز اجتہاد و قیاس پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنی وجہ استدلال کی تقریر بھی کر دی اور آپؐ نے اس کو جائز رکھا۔

حدیث سوم

عن ابی سعید ان رجلین تیمما وصلیاثم وجداما، فی الوقت فتوضأ احدهما وعاد الصلوٰة ما کان فی الوقت ولم یعد الاخر فسالا النبی صلی الله علیه وسلم فقال للذی لم یعد اصبت السنة واجزاتك وقال للاخرا انت فلك مثل سهم جمع نسائی مجتبائی ص ۷۵

ترجمہ : حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی، پھر وقت کے رہتے رہتے پانی مل گیا۔ سو ایک نے تو وضو کر کے نماز لوٹائی اور دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی۔ پھر دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ جس شخص نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا اس سے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے سنت کے موافق کیا اور وہ پہلی نماز تجھ کو کافی ہو گئی اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تجھ کو پورا حصہ ثواب کا ملا یعنی دونوں نمازوں کا ثواب ملا، روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف : ظاہر ہے کہ ان دونوں صحابیوں نے اس واقعہ میں قیاس پر عمل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی۔ البتہ ایک کا قیاس سنت کے موافق صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح، سو یہ عین مذہب محققین کا

ہے کہ المجتھد یخطی ویصیب یعنی مجتہد کبھی صحیح نکلتا ہے کبھی خطا۔ مگر آپ نے کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے قیاس پر عمل کیوں کیا۔ پس جواز قیاس کا واضح ہو گیا۔ یہ سب احادیث بالاشتراک جواز قیاس پر دلالت کرتی ہیں اور سب سے معلوم ہوتا ہے کہ نص صریح نہ ملنے کے وقت صحابہؓ باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے۔

حدیث چہارم

عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ بالیمن معلما و امیرا فسالناه عن رجل توفی وترک ابنتا واختا فقضی للابنۃ بالنصف وللاخت النصف ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی اخرجہ البخاری وھذ الفظہ وابو داؤد

(تیسیر ثلثہ ص ۳۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی)

ترجمہ اسود بن یزید سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تعلیم کنندہ احکام دین اور حاکم بن کر آئے ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نصف کا بیٹی کے لئے اور نصف کا بہن کے لئے حکم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت زندہ تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور داؤد نے، اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تقلید جاری تھی کیونکہ تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلادے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ سو قصہ مذکورہ میں گو یہ جواب قیاسی نہیں اور اس وجہ سے ہم نے اس سے جواز قیاس پر استدلال نہیں کیا لیکن سائل نے تو دلیل نہیں دریافت کی

اور محض ان کے تدین کے اعتماد پر قبول کر لیا اور یہی تقلید ہے اور یہ حضرت معاذؓ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں۔ پھر اس جواب کے اتباع پر جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا نہ حضورؐ سے انکار ثابت نہ کسی سے اختلاف اور رد منقول۔ پس اس سے جواز تقلید کا اور حضورؐ کی حیات میں اس کا بلا نکیر شائع ہونا ثابت ہو گیا۔

حدیث پنجم

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ الحدیث رواہ ابو داؤد مشکوٰۃ انصاری ص ۲۷

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو بے تحقیق کوئی فتویٰ دیدے تو اس کا گناہ اس فتویٰ دینے والے کو ہوگا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف: دیکھئے اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی کے فتویٰ پر بدوں معرفت دلیل کے عمل جائز نہ ہوتا جو حاصل ہے تقلید کا تو گنہگار ہونے میں مفتی کی کیا تخصیص تھی؟ جیسا سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے، بلکہ جس طرح مفتی کو غلط فتویٰ بتانے کا گناہ ہوتا ہے اسی طرح سائل کو دلیل تحقیق نہ کرنے کا گناہ ہوتا پس جب شارع علیہ السلام نے سائل کو باوجود تحقیق دلیل نہ کرنے کے عاصی نہیں ٹھہرایا تو جواز تقلید یقیناً ثابت ہو گیا آگے صحابہ کا تعامل دیکھئے۔

حدیث ششم

عن سالم قال سئل ابن عمر عن رجل یکون لہ الدین علی رجل الی اجل فیضع عنہ صاحب الحق لیعجل الدین فکرہ

ذلك ونهى عنه اخرجه مالك

(تيسير كلكته ص۲۳ كتاب البيع باب رابع فروع فى الحيوان)

ترجمہ: حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر کچھ دین میعادی واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط سے معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اس کا دین دیدے آپؐ نے اس کو ناپسند کیا۔

ف: چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں کوئی حدیث مرفوع صریح منقول نہیں اس لئے یہ ابن عمر کا قیاس ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اس لئے اس کا قبول کرنا تقلید ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا دلیل بیان نہ کرنا خود تقلید کو جائز رکھتا ہے۔ پس ابن عمرؓ کے فعل سے قیاس و تقلید دونوں کا جواز ثابت ہو گیا جیسا کہ ظاہر ہے۔

حدیث ہفتم

عن مالكٌ انه بلغه ان عمر رضى الله عنه سئل فى رجل اسلف طعا ماعلىٰ ان يعطيه اياه فى بلد اخر فكره ذلك عمرو قال فاين كراء الحمل

(تيسير كلكته ص۲٤ كتاب البيع باب سابع)

ترجمہ: امام مالکؒ سے مروی ہے کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے مقدمہ میں دریافت کیا گیا کہ اس نے کچھ غلہ اس شرط پر کسی کو قرض دیا کہ وہ شخص اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ کرایہ بار برداری کا کہاں گیا۔

ف: چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں بھی کوئی حدیث مرفوع صریح مروی نہیں لہٰذا یہ جواب قیاس سے تھا اور چونکہ جواب کا ماخذ نہ آپ نے بیان فرمایا نہ سائل

نے پوچھا بدوں دریافت دلیل کے قبول کر لیا یہ تقلید ہے جیسا کہ اس سے اوپر کی حدیث کے ذیل میں بیان کیا گیا پس دونوں کا جواز حضرت عمرؓ کے فعل سے بھی ثابت ہو گیا۔

حدیث ہشتم

عن سليمان بن يساران ابا ايوب الانصارى خرج حاجاحتى اذا كان بالبادية من طريق مكة اضل رواحله وانه قدم علىٰ عمر بن الخطاب يوم النحر فذكر ذلك له فقال اصنع مايصنع المعتمر ثم قد حللت فاذا ادركك الحج قابلا فاحج واهد ما استيسر من الهدى اخرجه مالك

(تيسير كلكته ص ۱۳۱ كتاب الحج باب حاوى عشر فصل ثالث)

ترجمہ: سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ حج کے لئے نکلے جس وقت مکہ کی راہ میں جنگل میں پہنچے تو اونٹنیاں کھو بیٹھے اور یوم النحر میں جبکہ حج ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور یہ سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جو عمرہ والا کیا کرتا ہے اب تم بھی وہی کرو، پھر تمہارا احرام کھل جاوے گا۔ پھر جب سال آئندہ حج کا زمانہ آوے تو حج کرو اور جو کچھ میسر ہو قربانی ذبح کرو۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ اجتہاد نہ کر سکتے تھے وہ مجتہدین صحابہ کی تقلید کرتے تھے کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری بھی صحابی ہیں اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے دلیل فتویٰ کی نہیں پوچھی۔ اب تابعین کی روایت تقلید سنئے۔

حدیث نہم

عن جابر بن زید و عکرمة انهما کانا یکرهان البسر وحده ویاخذ ان ذلك عن ابن عباس اخرجه ابو داؤد

(تیسیر کلکته ص ۲۰۰ کتاب الشراب باب ثانی فصل رابع)

ترجمہ : جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت ہے کہ دونوں صاحب (خیساندہ کے لئے) خرمائے نیم پختہ کو ناپسند کرتے اور اس فتویٰ کو حضرت ابن عباسؓ سے اخذ کرتے تھے۔

ف صرف ابن عباسؓ کے قول سے احتجاج کرنا تقلید ہے۔

حدیث دہم

عن عبید بن ابی صالح قال بعت برامن اهل دارنخلة الی اجل فاردت الخروج الی الکوفة فعرضواعلیٰ ان اضع لهم و ینقدوفی فسالت زید بن ثابت فقال لآامرك ان تفعله ولا ان تاکل هذا وتوکله اخرجه مالك

(تیسیر کلکته ص ۳۲ کتاب البیع باب رابع فرع فی الحیوان)

ترجمہ : عبید بن ابو صالحؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دار نخلہ والوں کے ہاتھ کچھ گیہوں فروخت کئے اور داموں کے لئے ایک میعاد دیدی۔ پھر میں نے کوفہ جانا چاہا تو ان لوگوں نے مجھ سے اس بات کی درخواست کی کہ میں ان کو کچھ دام چھوڑ دوں۔ اور وہ لوگ مجھ کو نقد گن دیں میں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ نہ میں اس فعل کی تم کو اجازت دیتا ہوں اور نہ اس کے کھانے کی اور نہ اس کے کھلانے کی۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف۔ اس واقعہ میں بھی حضرت عبید بن ابی صالحؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ سے مسئلہ کی دلیل نہیں پوچھی یہی تقلید ہے اور صحابہ اور تابعین سے اس قسم کے آثار اسی طرح خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں روایات استفتاء وافتاء بلا نقل و دلیل کے باہم صحابہ میں یا تابعین و صحابہ میں اس کثرت سے منقول ہیں کہ حصر ان کا دشوار ہے اور کتب حدیث دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔

مقصد دوم

مقصد دوم در جواز تعلیل یا تقلید نص و اجتہاد

اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا جس کا حاصل احکام وضعیہ کی تعیین ہے مثل احکام تکلیفیہ کے یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔

حدیث اول

عن ابن عمر قال قال النبی صلی الله علیه وسلم یوم الاحزاب لایصلین احد العصر الافی بنی قریظة فادرك بعضهم العصر فی الطریق فقال بعضهم لانصلی حتی ناتیها وقال بعضهم بل نصلی لم یرد منا ذلك فذكر ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فلم یعنف واحدا منهما

(بخاری جلد ثانی مصطفائی ص۵۹۱)

ترجمہ: بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے یوم الاحزاب میں صحابہ سے فرمایا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پہنچنے سے ادھر کوئی نہ پڑھے اور بعض صحابہ کو راہ میں عصر کا وقت آگیا تو باہم رائے مختلف ہوئی بعض نے کہا ہم نماز نہ پڑھیں گے جب تک ہم اس جگہ نہ پہنچ جاویں اور بعض نے کہا کہ نہیں ہم تو نماز پڑھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں (بلکہ مقصود تاکید ہے جلدی پہنچنے کی، کہ ایسی کوشش کرو کہ عصر سے قبل وہاں پہنچ جاؤ) پھر یہ قصہ آپؐ کے حضور میں ذکر کیا، آپؐ نے کسی پر بھی ملامت و سزائیں نہیں فرمائی۔

ف: اس واقعہ میں بعض نے قوۃ اجتہادیہ سے اصلی غرض سمجھ کر جو کہ احد الوجہین المحتملین ہے نماز پڑھ لی مگر آپؐ نے ان پر یہ ملامت نہیں فرمائی کہ تم نے ظاہر معنوں کے خلاف کیوں عمل کیا اور ان کو بھی عمل بالحدیث کا تارک نہیں قرار دیا۔

حدیث دوم

عن انس ان رجلا کان یتھم بام ولافقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلیؓ اذھب فاضرب عنقہ فاتاہ فاذاھو محجوب لیس لہ ذکر فکف عنہ واخبرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحسن فعلہ وزادفی روایۃ وقال الشاھدیری مالایری الغائب اخرجہ مسلم

تیسیر ظلحہ ص ۱۳۶ کتاب الحدود باب ثانی

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک لونڈی ام ولد سے متہم تھا، آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جاؤ اس کی گردن مارو۔ حضرت علیؓ اس کے پاس جب تشریف لائے تو اس کو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں اترا ہوا بدن ٹھنڈا کر رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا باہر نکل۔ اس نے اپنا ہاتھ دیدیا۔ آپ نے اسے

نکالا تو وہ مقطوع الذکر نظر پڑا آپ اس کی سزا سے رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپؐ نے ان کے فعل کو مستحسن فرمایا اور ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پاس والا ایسی بات دیکھ سکتا ہے جو دور والا نہیں دیکھتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف : اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اور صاف حکم موجود تھا مگر حضرت علیؓ نے اس کو معلل بعلت سمجھا اور چونکہ اس علت کا وجود نہ پایا اس لئے سزا نہیں دی اور حضورؐ نے اس کو جائز رکھا بلکہ پسند فرمایا حالانکہ یہ عمل ظاہر اطلاق حدیث کے خلاف تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی لم اور علت سمجھ کر اس کے موافق عمل کرنا گو بظاہر الفاظ سے بعید معلوم ہو مگر عمل بالحدیث کے خلاف نہیں۔

حدیث سوم

عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم و معاذ ردیفه، علی الرحل قال یا معاذ قال لبیك یا رسول الله وسعدیك وقال فی الثالۃ مامن احدیشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله صدقاً من قلبه الاحرمه الله علی النار وقال یا رسول الله افلا اخبربه الناس فیستبشروا قال اذا یتكلوا فاخبر بها معاذ عندموته تاثما متفق علیه

(مشکوۃ بصاری باختصار ص٦)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر سوار تھے۔ آپؐ نے تین بار پکارنے اور ان کے ہر بار میں جواب دینے کے بعد یہ فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے شہادتین کا مقر ہو گا اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام فرما دیں گے۔

انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! لوگوں سے کہہ دوں کہ خوش ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ کیونکہ بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ سو حضرت معاذؓ نے انتقال کے وقت خوف گناہ سے (کہ دین کا چھپانا حرام ہے) خبر دی روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف: دیکھئے یہ حدیث لفظ کے اعتبار سے نہی عن الاخبار میں صریح اور مطلق ہے مگر حضرت معاذؓ نے قوۃ اجتہادیہ سے اول بامر مشورہ و مقید بزمان احتمال اتکال سمجھا اس لئے آخر عمر میں اس حدیث کو ظاہر کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ نصوص کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کو مذموم نہ جانتے تھے ورنہ ایسے واقعات میں ظاہر یہ تھا کہ ان احکام کو مقصود بالذات سمجھ کر علت و قید سے بحث نہ کرتے اور ان نصوص جزئیہ کی وجہ سے اپنے دوسرے دلائل متعارضہ علمیہ سے مخصوص جان لیتے۔

حدیث چہارم

عن ابی عبدالرحمن السلمی قال خطب علیؓ فقال وفیه فان امة للنبی صلی الله علیه وسلم زنت فامرنی ان اجلدها فاتیتها فاذا هی حدیثة عهد بنفاس وخشیت ان اجلدتها فتلتها فذکرت ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فقال احسنت اترکها حتی تتماثل اخرجه مسلم و ابو داؤد والترمذی

(تیسیر کلکته ص۱۳٦ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ: ابوالرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ ایک لونڈی نے بدکاری کی تھی مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کے درے لگاؤں میں جو اس کے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ قریب ہی بچہ پیدا ہوا ہے مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اس

کے درے ماروں گا تو مر ہی جائے گی۔ پھر میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا کیا ابھی اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم وابو داؤد ترمذی نے۔

ف : باوجود یکہ حدیث میں کوئی قید نہ تھی مگر حضرت علیؓ نے دوسری دلیل کلیہ پر نظر کر کے قوت اجتہادیہ سے اس کو مقید بقید قدرت تحمل سمجھا اور اسی پر عمل کیا اور حضورؐ نے ان کی تحسین فرمائی۔ اسی کی نظیر ہے تارکین قراۃ خلف الامام کا مقید سمجھنا حدیث لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب کو حالت انفراد مصلی کے ساتھ بقرینہ دوسری حدیث کے جس کی تصریح سفیان سے حوالہ ابو داؤد خاتمہ میں آوے گی۔ پس ان لوگوں کو بھی تارک حدیث کا کہنا صحیح نہ ہو گا۔

حدیث پنجم

عن سعد بن عبادة انه قال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ارایت رجلا وجد مع امراته رجلا ایقتله قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاقال سعد بلی والذی اکرمك بالحق ان کنت لاعاجله بالسیف قبل ذلك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اسمعوا الی ما یقول سیدکم رواہ مسلم و ابوداؤد

(تیسیر کلکته ص ۱۲۵ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ : حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! فرمائیے تو اگر کوئی شخص اپنی بی بی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ سعدؓ بولے کیوں نہ قتل کرے قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپؐ کو دین حق لا نے

کے ساتھ مشرف فرمایا ہے میں تو پہلے تلوار سے فوراً اس کا کام تمام کردوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا سنو! تمہارے سردار کیا کہتے ہیں؟ روایت کیا اس کو مسلم و ابوداؤد نے۔

ف ظاہر بینوں کو تو بالکل یہ یقین ہو سکتا ہے کہ ان صحابی نے نعوذ باللہ حدیث کو رد کر دیا مگر حاشا وکلا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو زجر فرماتے نہ یہ کہ اور الٹی ان کی تعریف فرماویں اور تعظیمی لفظ سید سے ان کو مشرف فرماویں۔ کیونکہ دوسری حدیث میں منافق کو سید کہنے سے ممانعت آئی ہے۔

(مشکوٰۃ انصاری جلد ثانی ص ۴۰۱)

اور دعوئ اسلام کے ساتھ حدیث کو رد کرنے والے کے منافق ہونے میں کیا شبہ ہے تو آپ ان کو سید کیوں فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضور کے اس ارشاد کا (کہ قتل نہ کرے) یہ مطلب سمجھے کہ اگر قصاص سے بچنا چاہے تو قتل نہ کرے بلکہ گواہ لاوے نہ یہ کہ قتل جائز نہیں۔ پس ان کی غرض کا مطلب یہ تھا کہ گو میں قصاص میں مارا جاؤں کیونکہ عندالحکم میرے دعوئ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ میں اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا کیونکہ اس حالت میں قتل تو فی نفسہ جائز ہی ہے۔ پس یہ حدیث کا رد و انکار نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اگر اپنی قوت اجتہادیہ سے کسی حدیث کے مدلول ظاہری کے خلاف کوئی معنی دقیق سمجھ جاوے تو اس پر عمل جائز ہے اور اس کو ترک حدیث نہ کہیں گے۔

حدیث ششم

والترمذی

(تیسیر کلکتہ ص۱۳۱ کتاب الحج باب ثانی)

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حاجی کا محصور میں اترنا کچھ بھی نہیں وہ صرف ایک منزل تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ٹھہر گئے تھے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی نے۔

ف ایک فعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا جو ظاہرا دلیل ہے سنت ہونے کی۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی بنا پر اس کو سنت کہتے ہیں اس کی نسبت ایک جلیل القدر صحابی محض اپنی قوت اجتہاد یہ سے فرماتے ہیں کہ یہ فعل سنت نہیں اتفاقاً وہاں آپؐ ٹھہر گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اجتہاد کو صحابہ مقابلہ حدیث کا نہ سمجھتے تھے اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ صلوٰۃ جنازہ میں جو فاتحہ پڑھنا منقول ہے یہ سنت مقصود نہیں اتفاقاً بطور ثناء و دعا کے پڑھ دی تھی یا ان کا یہ قول کہ جنازہ کی وسط کے محاذ میں کھڑا ہونا قصداً نہ تھا بلکہ اتفاقاً اور کسی مصلحت سے تھا تو یہ حضرات بھی قابل ملامت نہیں ہیں۔

حدیث ہفتم

عن عبداللہ بن ابی بکر بن عمر بن حزم ان اسماء بنت عمیس امراۃ ابی بکر غسلت ابابکرحین تو فی ثم خرجت فسالت من حضرھا من المھاجرین الت انی صائمۃ وان ھذا یوم شدید البرد فھل علی من غسل فقالوا لااخرجہ ھالك

تیسیر کلکتہ ص۲۹۸ کتاب الطہارۃ باب ثامن فصل رابع

ترجمہ : عبداللہ سے روایت ہے کہ اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکرؓ نے ابوبکر کو بعد وفات کے غسل دیا۔ پس باہر آکر اس وقت جو مہاجرین موجود تھے ان سے پوچھا

کہ روزہ ہے اور آج دن بھی بہت سردی کا ہے کیا میرے ذمے غسل واجب ہے انہوں نے فرمایا کہ واجب نہیں۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف دیکھئے حدیث میں مردہ کو غسل دے کر غسل کرنے کا حکم صیغہ امر فلیغتسل آیا ہے (تیسیر ص ۲۲۸) جو ظاہراً وجوب کے لئے ہے مگر مہاجرین صحابہ نے قوتِ اجتہاد سے اس کو استحباب پر محمول فرمایا۔ ورنہ وجوب کی صورت میں معذور ہونے کے وقت اس کا بدل یعنی تیمم واجب کیا جاتا حالانکہ اس کا بھی امر نہیں کیا اور اس عمل کو حدیث کی مخالفت نہیں سمجھا اسی کی نظیر ہے۔ حنفیہ کا یہ قول کہ امر فلیقاتل حدیث مرور بین یدی المصلی میں وجوب کے لئے نہیں بلکہ زجر، سیاست پر محمول ہے اسی طرح یہ بھی حدیث کی مخالفت نہیں اور اس قسم کی روایات بکثرت کتب حدیث میں موجود ہیں۔

مقصد سوم

مقصد سوم در منع فاقد قوت اجتہادیہ از اجتہاد اگرچہ محدث باشد

جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص حافظ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو اس لئے صرف جمع روایات سے قابل تقلید ہونا ضروری نہیں اور قوت اجتہادیہ کے معنی۔

حدیث اول

عن ابن عباس قال اصاب رجلا جرح علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم احتلم فامر بالاغتسال فاغتسل فمات فبلغ ذلك النبی صلی الله علیه وسلم فقال قتلوه قتلهم الله تعالی الم یكن شفاء العی السوال انما كان یكفیه ان تیمم

وان يُعصب على جرحه خرقة ثم يمسح عليها ويغسل سائر جسده ابو داؤد

(تیسیر کلکته ص ۲۹۲ کتاب الطهارة باب سابع)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک شخص کے کہیں زخم ہو گیا۔ پھر اس کو احتلام ہو گیا۔ ساتھیوں نے اس کو غسل کے لئے حکم کیا۔ اس نے غسل کیا اور مر گیا۔ یہ خبر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اس کو قتل کیا خدا ان کو قتل کریں، ناواقفیت کا علاج دریافت کرنا نہ تھا؟ اس کو تو اس قدر کافی تھا کہ تیمم کر لیتا اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی بدن دھو لیتا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف: ان ہمراہیوں نے اپنی رائے سے آیت قرآنیہ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُوْا کو معذور غیر معذور کے حق میں عام اور آیت وَاِنْ كُنْتُمْ مَرْضٰى الخ کو حدث اصغر کے ساتھ خاص سمجھ کر یہ فتویٰ دیدیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فتویٰ پر رد و انکار فرمانا اس وجہ سے تو ہو نہیں سکتا کہ اجتہاد و قیاس حجت شرعیہ نہیں اس کا حجت اور معتبر ہونا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو جائز رکھنا مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ فتویٰ دینے والے اجتہاد کی صلاحیت و قوت نہ رکھتے تھے اس لئے ان کے لئے فتویٰ قیاس سے دینا جائز نہیں رکھا گیا۔

حدیث دوم

عن عدى بن حاتم اخذ عقالا ابيض و عقالا اسود حتى كان بعد الليل نظر فلم يتبين له فلما اصبح قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم جعلت تحت وسادتى خيط الابيض و

حیط الاسود قال ان وسادتك لعریض ان کان الخیط الابیض والخیط الاسود تحت و سادتك اخرجه الخمسة

(تیسیر کلکته با ختصار ص۴۲ کتاب التفسیر سورة البقره)

ترجمہ : حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وَكُلُوْاوَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ تو انہوں نے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ لے کر رکھ لیا اور رات کے کسی حصہ میں جو اس کو دیکھا تو وہ ڈورے تمیز نہ ہوئے جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے اپنے تکیہ کے نیچے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ رکھ لیا۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا تکیہ بہت ہی چوڑا ہے۔ کہ سفید اور سیاہ ڈورے (جن سے مراد دن اور رات ہے) تمہارے تکیہ کے نیچے آگئے۔

ف : باوجودیکہ یہ صحابی اہل زبان تھے مگر بوجہ قوت اجتہادیہ نہ ہونے کے فہم مراد قرآنی میں کی کیونکہ ان کی غلطی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعنوان مزاح انکار فرمایا اور مقصد اول میں اجتہاد پر انکار نہ فرمایا۔ گو وہ خطا ہی کیوں نہ ہو گزر چکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان میں قوت اجتہادیہ نہ تھی اس لئے آپؐ نے ان کی رائے وفہم کو معتبر نہیں فرمایا۔

حدیث سوم

عن عطاء بن یسار قال سال رجل ابن عمرو بن العاص عن رجل طلق امراته ثلث قبل ان یمسها فقال عطاء فقلت انما طلاق البکر واحدة فقال لی عبدالله انما انت قاص الواحدة تبینها والثالث یحرمه حتی تنکح زوجا غیره اخرجه مالك

(تیسیر ثالثه ص۳۱۴)

ترجمہ : عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے اپنی بی بی کو قبل از صحبت تین طلاق دیں۔ عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔ حضرت عبداللہ بولے کہ تم تو برے واعظ آدمی ہو (یعنی فتویٰ دینا کیا جانو) ایک طلاق سے تو وہ بائن ہو جاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرنے تک حرام ہو جاتی ہے روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف : حضرت عطاء کے فتویٰ کو باوجود ان کے اتنے بڑے محدث و عالم ہونے کے حضرت عبداللہ نے محض ان کی قوت اجتہادیہ کی کمی سے معتبر و مستند نہیں سمجھا اور انما انت قاص سے ان کے مجتہد نہ ہونے کی طرف اشارہ فرما دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ نقل روایت اور بات ہے اور افتاء و اجتہاد اور بات ہے آگے اس کی دلیل سنئے کہ باوجود حافظ حدیث ہونے کے مجتہد نہ ہونا ممکن ہے۔

حدیث چہارم

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نضر الله عبداسمع مقالتى فحفظهاو وعاها واداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه الحديث رواه الشافعى والبيهقى فى المدخل ورواه احمد والترمذى و ابوداؤد و ابن ماجه والدارمى عن زيد بن ثابت رضى الله عنه

مشکوٰۃ انصاری ص۲۷۔

ترجمہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تر و تازہ فرماویں اللہ تعالیٰ اس بندے کو جو میری حدیث

سنے اور اس کو یاد کرے اور یاد رکھے اور دوسرے کو پہنچا دے کیونکہ بعضے پہنچانے والے علم کے خود فہیم نہ ہوتے اور بعضے ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو اس پہنچانے والے سے زیادہ فہیم ہوتے ہیں روایت کیا اس کو شافعی نے اور بیہقی نے مدخل میں اور روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت زید بن ثابتؓ سے۔

ف: اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعضے محدث حافظ الحدیث صاحب فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم ہوتے ہیں۔

تحقیق حقیقت قوت اجتہادیہ

اب وہ حدیثیں سنئے جن سے قوت اجتہادیہ کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔

حدیث اول

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انزل القران على سبعة احرف لكل آية منها ظهرو بطن ولكل حد مطلع رواه فى شرح السنة

(مشكوٰة انصارى ص٢٧)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔ ہر آیت کا ایک ظاہر ہے ایک باطن اور ہر حد کے لئے طریقہ اطلاع جداگانہ ہے (یعنی مدلول ظاہری کے لئے علوم عربیہ اور مدلول خفی کے لئے قوت فہمیہ) روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

حدیث دوم

عن عروة بن الزبير قال سالت عائشة عن قوله تعالیٰ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِاعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا قلت فوالله ماعلى احد جناح۰ان لايطوف بالصفا والمروة فقالت بئس ماقلت يا بن اختى ان هذه لو كانت على ما اولتها كانت لاجناح عليه ان لايطوف بهما و فى هذا الحديث قال الزهرى فاخبرت ابابكر بن عبدالرحمن فقال ان هذا العلم ماكنت سمعته اخرجه الستة.

(تيسير كلكته ص٤١ كتاب التفسير سورة البقره)

ترجمہ: عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا ان الصفاء والمروۃ الخ اور میں نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس کو گناہ نہ ہوگا (جیسا ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں ہے جو طواف کرے متبادر الی الذہن اس سے یہی ہے کہ طواف مباح ہے اگر نہ کرے تو بھی جائز ہے) حضرت عائشہؓ نے کہا اے بھانجے تم نے بڑی غلط بات کہی۔ اگر یہ آیت اس معنی کو مفید ہوتی جو تم سمجھے ہو تو عبارت یوں ہوتی لاجناح عليه ان لايطوف بهما یعنی طواف نہ کرنے میں گناہ نہیں۔ زہری کہتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن عبدالرحمٰن کو اس کی خبر دی، انہوں نے کہا کہ یہ علم میں نے نہ سنا تھا روایت کیا اس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے۔

حدیث سوم

عن ابن مسعود فی فضل الصحابة کانوا افضل هذه الامة ابرها قلوباوا عمقها علما واقلها تکلفاً الحدیث

(رواه رزین مشکوٰة انصاری ص ٢٤)

ترجمہ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحابہؓ کی فضیلت میں روایت ہے کہ وہ حضرات تمام امت سے افضل تھے سب سے زیادہ ان کے قلوب پاک تھے سب سے زیادہ ان کا علم عمیق تھا سب سے کم ان کا تکلف تھا۔ روایت کیا اس کو رزین نے۔

حدیث چہارم

عن ابی جحیفةؓ قال قلت لعلی یا امیر المؤمنین هل عندکم من سوداء فی بیضاء لیس فی کتاب الله عزوجل قال لاوالذی فلق الحبة وبرا النسمة ماعلمت الافهما یعطه الله رجلا فی القران اخرجه البخاری والترمذی والنسائی

(تیسیر کلکته ص ٤٠٣ کتاب القصاص فصل اول المسلم بالکافر)

ترجمہ: حضرت ابن جحیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کچھ ایسے مضامین لکھے ہوئے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ انہوں نے فرمایا قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو شگاف دیا اور جان کو پیدا کیا۔ ہمارے پاس کوئی علم ایسا نہیں لیکن فہم خاص ضرور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قرآن میں کسی کو عطا فرماویں۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی اور نسائی نے۔

حدیث پنجم

عن زید بن ثابت قال ارسل الی ابوبکر مقتل اهل یمامة

فاذا عمر جالس عنده فقال ابوبکر ان عمر جاء نی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القران وانی اخشی ان یستحر القتل بالقراء فی کل المواطن فیذهب من القران کثیر وانی اری ان علیه وسلم فقال عمر هو والله خیر فلم یزل یراجعنی فی ذلك حتی شرح الله صدری للذی شرح له صدر عمرو رایت فی ذلك الذی رای الحدیث اخرجه البخاری والترمذی

(تیسیر کلکته ص۸۸ کتاب تالیف القران)

ترجمہ : حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جنگ اہل یمامہ میں حضرت ابو بکرؓ نے میرے بلانے کے لئے آدمی بھیجا وہاں جا کر دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ بھی بیٹھے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے قصہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے میرے پاس آکر یہ صلاح دی کہ واقعہ یمامہ میں بہت سے قراء قرآن کے کام آئے مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اسی طرح سب جگہ یہ لوگ کام آتے رہے تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا امر فرما دیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ جو کام رسول ﷺ نے نہیں کیا وہ میں کس طرح کروں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ واللہ یہ کام خیر محض ہے۔ پس برابر بار بار اسی کو کہتے رہے حتیٰ کہ جس باب میں ان کو شرح صدر اور اطمینان تھا مجھ کو بھی شرح صدر ہو گیا۔ روایت کیا اس کو بخاری و ترمذی نے۔

ف : مجموعہ احادیث مذکورہ ہجگانہ سے چند امور معلوم ہوئے۔

اول : یہ کہ نصوص کے بعض معانی ظاہر ہیں اور بعض مدلولات خفی و دقیق کہ وہ اسرار و علل و حکم ہیں۔ چنانچہ قرآن کے باب میں حدیث اول اس پر صراحۃً دال ہے اور اس میں ان ہی مدلولات کو بطن قرآن فرمایا گیا ہے اور

حدیث کے باب میں اس حدیث سے اوپر والی حدیث کہ وہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے دلالت کرتی ہے کیونکہ صرف معانی ظاہرہ کے اعتبار سے شاگرد کے استاد سے افضل واتقہ ہونے کے کوئی معنی نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں درجے مدلول کے حدیث میں بھی ہیں۔

دوسرا: امر یہ کہ نصوص کے سمجھنے میں لوگوں کے افہام متفاوت ہوتے ہیں کوئی ظہر نص تک رہ جاتے ہیں۔ کوئی بطن نص تک پہنچ جاتا ہے چنانچہ حدیث دوم اس پر دال ہے کہ آیت میں جو نکتہ دقیقہ ہے باوجودیکہ زیادہ خفی نہیں ہے مگر حضرت عروہؓ اس کو نہ سمجھ سکے اور حضرت عائشہؓ اس کو سمجھ گئیں اور چونکہ نہایت لطیف بات تھی' زہری سے ابو بکر بن عبدالرحمٰن نے سن کر اس پر مسرت ظاہر کی اور اس کو علم کہا۔

تیسرا: امر یہ کہ اس تفاوت افہام میں ہر درجہ زیادت فہم کا موجب فضل وشرف نہیں ورنہ اس سے تو کوئی دو شخص بھی باہم خالی نہیں بلکہ کوئی خاص درجہ ہے جو کہ اپنے دقیق وعمیق ہونے سے موجب فضل وشرف اور اس درجہ میں اس کو علم معتدبہ سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث سوم اس پر صراحۃً دال ہے۔

چوتھا: امر یہ کہ وہ درجہ خاص فہم کا مکتسب نہیں ہے محض ایک امر وہبی ہے چنانچہ حدیث پنجم اس پر دال ہے کہ اول حضرت ابو بکرؓ کو بوجہ ظاہر احادیث ذم بدعت کے اس کے خیر ہونے میں تردد ہوا مگر جب ان کے قلب پر مدلول خفی اور سر حکم اجتناب عن البدعۃ وارد ہوئے تو اس کا کلیہ حفظ دین مامور بہ میں داخل ہونا منکشف ہو کر اس کے خارج عن البدعۃ ہونے میں اطمینان حاصل ہو گیا اور بعض احادیث مذکورہ امور خمسہ میں سے متعدد امور پر بھی دال ہیں۔ چنانچہ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے مگر اختصار کے لئے زیادت

خصوصیت کے لحاظ سے ایک ایک کو ایک ایک کا مدلول ٹھہرا دیا گیا۔ سو مراد قوت اجتہادیہ سے اس فہم مذکور فی الحدیث کا وہ درجہ خاص ہے۔

پس حاصل اس کی حقیقت کا احادیث بالا سے یہ مستفاد ہوا کہ وہ ایک ملکہ و قوت فہمیہ علمیہ خاصہ وہبیہ ہے جس کے استعمال کی وساطت سے اہل اس قوت کی نصوص کے مدلولات خفیہ و معانی دقیقہ اور احکام کے اسرار و علل یعنی احکام تکلیفیہ واحکام وضعیہ پر مطلع ہو کر اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور دوسروں کی وہاں تک رسائی بھی نہیں ہوتی۔ گو دوسرے وقت یہی اطمینان دوسری شق میں ہو جاوے۔ اس وقت پہلے شق سے رجوع کر لیتے ہیں اور یہی قوت ہے جس کو فہم اور فقہ اور رائے واجتہاد واستنباط وشرح صدر وغیرہا عنوانات سے آیات واحادیث میں جابجا تعبیر کیا گیا ہے۔

مقصد چہارم

مقصد چہارم در مشروعیت تقلید شخصی و تفسیر آن

تقلید شخصی ثابت ہے اور اس کے معنی۔

حدیث اول

عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انی لا ادری ماقدر بقائی فيكم فاقتدوا بالذين من بعدی واشار الى ابی بكرؓ وعمرؓ الحديث اخرجه الترمذی

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کب تک (زندہ) رہوں گا۔ سو تم لوگ ان دونوں شخصوں کا اقتداء کیا کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور اشارہ سے ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بتلایا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف : من بعدی سے مراد ان صاحبوں کی حالت خلافت ہے کیونکہ بلا خلافت تو دونوں صاحب آپؐ کے روبرو بھی موجود تھے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کیجئو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کرنا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا اتباع کرنا۔ پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کرلیا کرنا اور نہ یہ عادت مستمرہ تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلہ میں کی جاتی ہو اور یہی تقلید شخصی ہے کیونکہ حقیقت تقلید شخصی کی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے وہ کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے اور اس مقام میں اس کے وجوب سے بحث نہیں وہ آگے مذکور ہے۔ صرف اس کا جواز اور مشروعیہ اور موافقت سنت ثابت کرنا مقصود ہے۔ سو وہ حدیث قولی سے جو ابھی مذکور ہوئی بفضلہ تعالیٰ ثابت ہے، گو ایک معین زمانہ کے لئے سہی۔

حدیث دوم

عن الاسود بن یزید الی آخر الحدیث

ف : یہ وہ حدیث ہے جو مقصد اول میں بعنوان حدیث چہارم مع ترجمہ کے گزر چکی ہے ملاحظہ فرمالیا جاوے اس سے جس طرح تقلید کا سنت ہونا ثابت ہے جیسا اس مقام پر اس کی تقریر کی گئی ہے۔ اسی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو تعلیم احکام کے لئے یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کریں اور یہی تقلید شخصی ہے جیسا ابھی اوپر بیان ہوا۔

حدیث سوم

عن هذیل بن شرحبیل فی حدیث طویل مختصره قال سئل ابو موسیٰ ثم سئل ابن مسعودؓ واخیر اخبر بقول ابی موسیٰ مخالفه ثم اخبر ابو موسیٰ بقوله فقال لاتساء لو نی مادام هذا الحبر فیکم اخرجه البخاری وابو داؤد الترمذی

(تیسیر کلکته ص ۳۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی)

ترجمہ : خلاصہ اس حدیث طویل کا یہ ہے کہ ہذیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا۔ پھر وہی مسئلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ کی بھی ان کو خبر دی تو انہوں نے اور طور سے فتویٰ دیا۔ پھر ان کے فتویٰ کی خبر حضرت موسیٰ کو دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم تبحر تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے مت پوچھا کرو۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ابو داؤد اور ترمذی نے۔

ف : حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمانے سے کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے مت پوچھو۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر مسئلہ میں ان سے پوچھنے کے لئے فرمایا ہے اور یہی تقلید شخصی ہے کہ ہر مسئلہ میں کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کر کے عمل کرے۔

مقصد پنجم

اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی

اس زمانہ میں باعتبار غالب حالت لوگوں کے تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی۔

اول : اس کے ضروری ہونے کے معنی بیان کئے جاتے ہیں تاکہ دعویٰ کا تعین ہو جاوے۔ سو جاننا چاہئے کہ کسی شئے کا ضروری اور واجب ہونا دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ کسی امر کی تاکید ہو جیسے نماز روزہ وغیرہ اایسی ضرورت کو وجوب بالذات کہتے ہیں۔

دوسرے : یہ کہ اس امر کی خود تو کہیں تاکید نہیں آئی مگر جن امور کی قرآن و حدیث میں تاکید آئی ہے ان امور پر عمل کرنا بدون اس امر کے عادۃً ممکن نہ ہو اس لئے اس امر کو بھی ضروری کہا جاوے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے مقدمہ واجب کا واجب ہے جیسے قرآن و حدیث کا جمع کر کے لکھنا کہ شرع میں اس کی کہیں بھی تاکید نہیں آئی بلکہ اس حدیث میں خود کتابت ہی کے واجب نہ ہونے کی تصریح فرمادی ہے۔

حدیث چہارم

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا امة لا نكتب ولا نحتسب الحديث متفق عليه

(مشکوٰۃ انصاری ص ١٦٦)

ترجمہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم تو ایک امی جماعت ہیں نہ حساب جانیں نہ کتابت۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف دلالت حدیث کی مطلوب پر ظاہر ہے اور جب مطلق کتابت واجب نہیں تو کتابت خاصا کیسے واجب ہوگی۔ لیکن ان کا محفوظ رکھنا اور ضائع ہونے سے بچانا ان امور پر تاکید آئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدوں مقید بالکتابت کرنے کے محفوظ رہنا عادۃً ممکن نہ تھا اس لئے قرآن وحدیث کے لکھنے کو ضروری سمجھا جائے گا۔ چنانچہ اس طور پر اس کے ضروری ہونے پر تمام امت کا دلالۃً اتفاق چلا آرہا ہے۔ ایسی ضرورت کو وجوب بالغیر کہتے ہیں۔ جب وجوب کی قسمیں اور ہر ایک کی حقیقت معلوم ہوگئی تو جاننا چاہئے کہ تقلید شخصی کو جو ضروری اور واجب کہا جاتا ہے تو مراد اس وجوب سے وجوب بالغیر ہے نہ کہ وجوب بالذات۔ اس لئے ایسی آیت وحدیث پیش کرنا تو ضروری نہ ہوا جس میں تقلید شخصی کا نام لے کر تاکیدی حکم آیا ہو جیسے کتابت قرآن وحدیث کے جواب کے لئے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ باوجود اس کے کہ حدیث مذکور میں اس کے جواب کی نفی مصرح ہے پھر بھی واجب کہا جاتا ہے اور اس سے حدیث کی مخالفت نہیں سمجھی جاتی۔ اسی طرح تقلید شخصی کے وجوب کے لئے نص پیش کرنے کی حاجت نہیں البتہ دو مقدمے ثابت کرنا ضروری ہیں۔ ایک مقدمہ یہ کہ وہ کون کون سے امور ہیں کہ اس زمانہ میں تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ وہ امور مذکور واجب ہیں پہلے مقدمہ کا بیان یہ ہے کہ وہ امور یہ ہیں۔

اول : علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لئے ہونا۔

ثانی : خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا دین کو اس کے تابع نہ بنانا۔

ثالث : ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔
رابع : اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔
خامس : دائرِ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا۔ رہا یہ کہ تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے سو یہ تجربہ و مشاہدہ کے متعلق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس وقت اکثر طبائع میں فساد وغرض پرستی غالب ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے اور احادیث فتن میں اس کی خبر بھی دی گئی ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ پس اگر تقلید شخصی نہ کی جاوے تو تین صورتیں پیش آویں گی۔

تفصیل مفاسد ترک تقلید شخصی

ایک یہ کہ بعضے اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس کرنا شروع کر دیں گے اور احادیث جواز اجتہاد کو پیش کر کے کہیں گے کہ اس میں اجتہاد کو کسی جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا۔ ہم بھی لکھے پڑھے ہیں یا یہ کہ قرآن اور مشکوٰۃ کا ترجمہ ہم نے بھی دیکھا ہے یا کسی عالم سے سنا ہے اور اس کو سمجھ گئے ہیں' پھر ہمارا اجتہاد کیوں نہ معتبر ہو جب اجتہاد عام ہوگا تو احکام میں جس قدر تصریف و تحریف پیش آوے تعجب نہیں۔ مثلاً ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے کہ جس طرح مجتہدین سابقین نے قوت اجتہادیہ سے بعض نصوص کو معلل سمجھا ہے اور وہ سمجھنا معتبر و مقبول ہے جیسا مقصد دوم میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح میں حکم وجوب وضو کو کہتا ہوں کہ معلل ہے اور علت اس کی یہ ہے کہ عرب کے لوگ اکثر اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے ہاتھ اکثر چھینٹ میں آلودہ ہو جاتے تھے اور وہی ہاتھ منہ کو لگ جاتا تھا ان کو حکم وضو کا ہوا تھا کہ یہ سب اعضاء پاک وصاف ہو جاویں اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ وضو میں وہی اعضاء دھوئے جاتے ہیں جو اکثر اوقات کھلے رہتے ہیں اور ہم چونکہ روزانہ غسل کرتے ہیں' محفوظ مکانوں میں آرام سے بیٹھے رہتے ہیں ہمارا بدن

خود پاک صاف رہتا ہے اس لئے ہم پر وضو واجب نہیں' بلا وضو نماز پڑھنا جائز ہے حالانکہ یہ سمجھ لینا کہ کون حکم معلل ہے علت کے ساتھ اور کون حکم تعبدی یعنی غیر معلل ہے۔ یہ حصہ خاص ائمہ مقبولین ہی کا ہو چکا ہے۔ اس وقت ان کے خلاف کسی کا دخل دینا محض باطل ہے یا مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ نکاح میں شہود یا اعلان کا وجوب مقصود اصلی نہیں بلکہ معلل ہے اس علت کے ساتھ اگر زوجین میں اختلاف خصومت ہو تو تحقیق حال ہی میں سہولت ہو۔

پس جہاں اس کا احتمال نہ ہو وہاں بلا شہود نکاح جائز ہے و نیز ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد سے احکام منسوخہ بالا جماع کے غیر منسوخ ہونے کا دعویٰ کرے۔ مثلاً متعہ کو جائز کہنے لگے چنانچہ ان تینوں مثالوں کا وقوع سنا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان اقوال میں کس درجہ تحریف احکام و مخالفت اجماع امت مرحومہ ہے جس میں ترک ہے امر رابع کا امور خمسہ مذکورہ سے۔

حقیقت اجماع

کیونکہ حقیقت اجماع کی یہ ہے کہ کسی عصر کے جمیع علماء کسی امر دینی پر اتفاق کرلیں اور اگر کوئی عمداً یا خطاءً اس اتفاق سے خارج رہے تو اس کے پاس کوئی دلیل محتمل صحت نہ ہو اور خطاء میں وہ معذور بھی ہوگا اور ظاہر ہے کہ امثلہ مذکورہ کے احکام ایسے ہی ہیں اور گو متعہ میں بعض کا خلاف رہا مگر بوجہ غیر مستندالی الدلیل الصحیح ہونے کے وہ قادح اجماع نہیں سمجھا گیا غرض مطلقا عدم شرکت مضر تحقیق اجماع نہیں' ورنہ قرآن مجید کے یقینا محفوظ اور متواتر ہونے کا دعویٰ مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ احادیث بخاری سے ثابت ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیات منسوخہ التلاوت کو داخل قرآن اور حضرت ابو الدرداء سورۃ والیل کی آیت وما خلق الذکر والانثیٰ میں کلمہ

وما خلق کو اور ابن مسعودؓ معوذ تین کو خارج قرآن سمجھتے تھے۔ گو یہ اقوال تھوڑے ہی روز رہے ہوں تو لازم آتا ہے کہ جزو کا داخل ہونا اور غیر جزو کا خارج ہونا ہر زمانہ میں مجمع علیہ ویقینی تر ہے حالانکہ ایک ساعت کے اعتبار سے بھی اس کا کوئی قائل نہیں بلکہ سب اس کو تمام ازمنہ کے اعتبار سے یقینی اور محفوظ سمجھتے رہے اور چونکہ ان حضرات کو استدلال میں یقیناً غلطی ہوئی۔ اس لئے کسی نے سلفاً وخلفاً اس کو مضر ومخل اجماع نہیں سمجھا البتہ ان کو بھی شبہ کی وجہ سے معذور سمجھا وہ حدیثیں یہ ہیں۔

حدیث اول

عن ابن عباسؓ قال قال عمر اقراء نا ابی واقضانا علی وانا لندع من قوی ابی وذلك ان ابیا یقول لا ادع شئیا سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد قال الله تعالٰی ماننسخ من آیة او ننسها

(بخاری نظامی جلد ثانی ص ٦٤٤)

حدیث دوم

عن علقمة قال دخلت نفر من اصحاب عبدالله الشاه فسمع بنا ابو الدرداء فاتا نافقال افیکم من یقرا، قلنا نعم قال فایکم اقراء فاشاء روالی فقال اقراء فقرات والیل اذا یغشی والنهار اذا تجلی والذکر والا نثیٰ قال انت سمعتها من فی صاحبك قلت نعم قال فان سمعتها من فی النبی صلی الله علیه وسلم وهولاء یابون علینا

(بخاری جلد ثانی ص ٧٣٧)

حدیث سوم

عن ابی ذی قال سالت ابی بن کعب قلت ابا المنذران اخاك ابن مسعود یقول كذا وكذا فقال ابی سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لی قل فقلت فخن نقول کما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

(بخاری جلد ثانی ص ٧٤٤)

ف : چونکہ تینوں حدیثوں کا خلاصہ مضمون اوپر گزر چکا ہے لہذا ترجمہ نہیں لکھا گیا۔ بالجملہ یہ خرابی تو عموم اجتہاد میں ہوگی اور ممکن ہے کہ ایسے اجتہاد کی کوئی تقلید بھی کرنے لگے۔ دوسری یہ کہ اجتہاد کو مطلقاً ناجائز سمجھ کر نہ خود اجتہاد کریں گے نہ کسی کے اجتہاد پر عمل کریں گے صرف ظاہر حدیث پر عمل کریں گے۔ سو اس میں ایک خرابی تو یہ ہوگی کہ جو احکام نصوص صریحہ میں مسکوت عنہ ہیں ان میں اپنے یا غیر کے اجتہاد پر تو اس لئے عمل نہیں کر سکتے کہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں اور صراحۃً وہ حکم نصوص میں مذکور نہیں۔ پس بجز اس کے کہ کچھ بھی نہ کریں اور ترک عمل کر کے تعطل وبطالت کو اختیار کریں اور کیا ہو سکتا ہے اور یہ ترک ہے امر خامس کا امور مذکورہ میں سے اور ایسے احکام کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ وحصر مشکل ہے۔ چنانچہ جزئیات فتاویٰ کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ دوسری خرابی یہ ہوگی کہ بعض احادیث کے ظاہری معنی پر یقیناً عمل جائز نہیں جیسے یہ حدیث ہے۔

حدیث

وفی اخری لمسلم صلی الظہر والعصر جمیعا والمغرب والعشاء جمیعا من غیر خوف ولا سفر

(تیسیر کلکته ص ۲٤٠ کتاب الصلوۃ باب ثامن فصل ثانی)

ترجمہ : اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر ایک ساتھ جمع کر کے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کر کے بدون خوف کے اور بدوں سفر کے فقط۔

حالانکہ بلا عذر حقیقۃً جمع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں جیسا ظاہراً حدیث سے مفہوم ہوتا ہے اسی لئے اس میں قوت اجتہادیہ سے تاویل کی جاتی ہے۔ پس اگر ان احادیث کے ظاہر پر عمل کیا جاوے گا تو مخالفت اجماع کی لازم آئے گی جس میں ترک ہے امر رابع کا۔ تیسری صورت یہ کہ نہ خود اجتہاد کریں نہ ہر جگہ ظاہر حدیث پر عمل کریں بلکہ مسائل مشکلہ میں ائمہ کی بلا تعیین تقلید کریں، کبھی ایک مجتہد کے فتویٰ پر عمل کر لیا کبھی دوسرے کے فتویٰ کو لے لیا۔ سو اس میں بعض حالتوں میں تو اجماع کی مخالفت لازم آوے گی۔ مثلاً ایک شخص نے وضو کر لیا پھر خون نکلوایا جس سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ میں امام شافعی کا فتویٰ لیتا ہوں کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس کے بعد عورت کو شہوت سے ہاتھ لگایا جس سے امام شافعیؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ اس میں امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ لیتا ہوں کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹا اور بلا تجدید وضو نماز پڑھ لی۔ چونکہ اس شخص کا وضو بالاجماع ٹوٹ چکا ہے گو سبب مختلف ہو اس لئے سب کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوئی۔ پس اس میں ترک ہوا امر رابع کا امور مذکورہ میں سے اور بعض حالتوں میں گو مخالفت اجماع کی لازم نہ آئے گی لیکن بوجہ غلبہ غرض پرستی کے اس کا نفس مسائل مختلفہ میں اسی قول کو لے گا جو اس کی خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اس میں غرض دنیوی حاصل ہوتی ہو۔ پس اس قول کو دین سمجھ کر نہ لے گا بلکہ خاص غرض یہی ہوگی کہ اس میں مطلب نکلے تو یہ

شخص ہمیشہ دین کو تابع خواہش نفسانی کے بنائے رہے گا۔ خواہش نفسانی کو دین کے تابع نہ کرے گا۔ اور اس میں ترک ہے امر ثانی کا امور مذکورہ میں سے 'اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نیت عمل میں اور تحقیق مسئلہ میں یہی ہو گی کہ حظ نفس اور غرض دنیوی حاصل ہو۔ اگر ایک امام کا قول اس کی مصلحت کے موافق نہ ہو گا دوسرے کا تلاش کرے گا۔ غرض علم دین اور عمل دین دونوں میں نیت اس کی خالص اور طلب رضائے حق نہ ہو گی اور اس میں ترک ہے امر اول کا امور مذکورہ میں سے اور جس شخص کا نفس اس آزادی کا خوگر ہو جائے گا بعد چندے اس آزادی کا فروع سے اصول میں پہنچ جانا جو صریح ضرر دین ہے عجیب وبعید نہیں بلکہ غالب و قریب ہے۔

پس اس اعتبار سے اس بے قیدی کی عادت میں قوی اندیشہ ضرر دین کا اور یہ ترک ہے امر ثالث کا امور مذکورہ میں سے۔ پس تقریر ہذا سے بحمداللہ تعالیٰ یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ ترک تقلید شخصی سے یہ امور خمسہ بلا شبہ خلل پذیر ہو جاتے ہیں۔

ترک تقلید شخصی سے بلا شبہ امور خمسہ خلل پذیر ہوتے ہیں

نمبر ۱۔ علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لئے ہونا۔

نمبر ۲۔ خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا۔

نمبر ۳۔ ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔

نمبر ۴۔ اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔

نمبر ۵۔ دائرۂ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا اور تقلید شخصی میں اس خلل کا معتدبہ انسداد اور علاج ہے۔

پس مقدمہ اولیٰ تو ثابت ہو چکا رہا دوسرا مقدمہ یعنی ان امور خمسہ کا

واجب بالذات ہونا سو یہ احادیث سے صراحۃً ثابت ہے۔

حدیث اول

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لا مری مانوی فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجر ته الی الله ورسوله ومن کانت هجرته الی دنیا یصیبها اوامراة یتزوجها فهجر ته الی ماهاجرالیه

(متفق علیه مشکوٰۃ انصاری ص ۳)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام اعمال نیت پر ہیں اور آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ ورسولؐ کی طرف مقصود ہو اس کی ہجرت اللہ ورسولؐ کی طرف واقع ہوتی ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف مقصود ہو کہ اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کی طرف ہے کہ اس سے نکاح کرے گا تو اس کی ہجرت اسی شئے کی طرف ہے جس کے لئے ہجرت کی ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

ف: اس حدیث سے امر اول یعنی نیت کے خالص ہونے اور ظاہر کرنے کا وجوب ظاہر ہے۔ دیکھو ہجرت کتنا بڑا عمل ہے جس سے بحکم دوسری حدیث کے سب گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر جب اس میں دنیوی غرض آگئی تو اکارت ہو گئی۔ اس پر ملامت وشناعت فرمائی جو ترک واجب پر ہوتی ہے۔

حدیث دوم

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله

صلی الله علیه وسلم من تعلم علما مما یبتغی به وجه الله لا یتعلمه الا لیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنة یوم القیامه یعنی ریحها

(رواہ احمد ابو داؤد ابن ماجه مشکوٰۃ انصاری صفحه ۲۶)

ترجمہ: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسا علم جس سے حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا طلب کی جاتی ہے (یعنی علم دین خواہ بہت سا یا ایک آدھ مسئلہ) سیکھے اور غرض اس کے سیکھنے کی اور کچھ نہ ہو بجز اس کے کہ اس کے ذریعہ سے کچھ متاع دنیا حاصل کر لوں گا تو قیامت کے روز وہ شخص خوشبوئے جنت نہ پاوے گا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔

ف: مسئلہ پوچھنے میں یہ نیت ہونا کہ اس کی آڑ میں کوئی دنیا کا مطلب نکالیں گے اس حدیث میں اس پر کس قدر سخت وعید فرمائی ہے۔ پس یہ حدیث بھی امر اول کے وجوب پر دال ہے۔

حدیث سوم

عن عبدالله بن عمروؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایؤمن احد کم حتٰی یکون هواه تبعالما جئت به رواه فی شرح السنة وقال النووی فی اربعینه هذا حدیث صحیح رونیاه فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح مشکوٰۃ صفحه ۲۳

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی شخص مؤمن کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش نفسانی ان احکام کی تابع نہ ہو جائے جن کو میں لایا ہوں۔

روایت کیا اس کو شرح السنۃ میں نووی نے اس کو اپنے اربعین میں صحیح کہا ہے۔

ف : اس حدیث سے امر ثانی کا وجوب ظاہر ہے۔

حدیث چہارم

عن النعمان بن بشير فى حديث طويل قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من وقع فى شبهات وقع فى حرام كالراعى يرعى حول الحمى يوشك ان يرتع فيه الاوان لكل ملك حمى الاوان حمى الله محارمه الحديث متفق عليه

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۳۲)

ترجمہ : حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شبہات میں پڑنے لگتا ہے وہ ضرور حرام میں واقع ہوتا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی چرواہا ایسی چراگاہ کے آس پاس چرائے جس کی گھاس کسی نے روک رکھی ہو تو احتمال قریب ہے کہ اس چراگاہ کے اندر وہ چرنے لگے۔ یاد رکھو! ہر بادشاہ کے یہاں ایسی چراگاہ ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کی ایسی چراگاہ وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز سے اندیشہ حرام میں پڑنے کا ہو اس سے بچنا ضروری ہے اور امر ثالث یہی ہے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول مشہور کے کہ مقدمہ حرام کا حرام ہے۔

حدیث پنجم

عن عطية السعدى قال قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم لایبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع مالا باس به حذراً لمابه باس

(رواہ الترمذی وابن ماجہ (مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۳٤)

ترجمہ : عطیہ سعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو متقیوں میں داخل ہو جائے نہیں پہنچتا یہاں تک کہ جن چیزوں کو خود کوئی خرابی نہیں ان کو ایسی چیزوں کے اندیشہ سے چھوڑ دے جن میں خرابی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

ف : چونکہ تقویٰ بھی قرآنی اتقوا واجب ہے اور وہ اس حدیث کی رو سے موقوف ہے۔ ایسی چیزوں کے ترک پر جن سے اندیشہ وقوع فی المعصیۃ کا ہو اس لئے یہ بھی واجب ہوا۔ پس یہ حدیث بھی امر ثانی کے وجوب پر دال ہے۔

حدیث ششم

عن ابی مالك الاشعریؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قدا جارکم الله تعالیٰ من ثلث خلال ان لا یدعو علیکم نبیکم فتهلکوا جمیعاً وان لایظهر الله اہل الباطل علی اہل الحق وان لاتجتمعو اعلی ضلالة اخرجه ابو دائود

(تیسیر کلکتہ صفحہ ۳٦۳ کتاب الفضائل باب رابع)

ترجمہ : ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تین باتوں سے محفوظ رکھا ہے ایک تو یہ کہ تمہارے نبی تم پر بددعا نہ کریں گے جس سے تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ اور دوسرے یہ کہ اہل باطل کو اللہ تعالیٰ تمام اہل حق پر غالب نہ کریں گے۔ تیسرے یہ کہ تم لوگ کسی گمراہی کی بات پر متفق و مجتمع نہ ہو گے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

حدیث ہفتم

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم يا خذ الشاذة والقاصية والناحية واياكم والشعاب وعليكم بالجماعة والعامة رواه احمد

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۳)

ترجمہ : حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک شیطان بھیڑیا ہے 'انسان کا' جیسا کہ بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے (کہ اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے نکل بھاگی ہو اور اس سے دور جا پڑی ہو اور ایک کنارہ پر رہ گئی ہو تم بھی اپنے کو مختلف راہوں سے بچاؤ اور اپنے کو (اہل دین کے) عام جماعت میں رکھو۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

حدیث ہشتم

وعن ابى ذر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه رواه احمد وابو دائود

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۳)

ترجمہ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل دین کی جماعت سے ایک بالشت برابر بھی جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ روایت کیا اس کو احمد وابو داؤد نے۔

ف : ان تینوں حدیثوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ امت محمدیہؐ جس امر پر اتفاق واجتماع کرلیں وہ ضلالت نہ ہوگا تو ضرور ہے کہ اس کی ضد اور خلاف

ضلالت ہوگا کما قال تعالیٰ فماذ ابعد الحق الا الضلال اور اجتماع میں شریک رہنے کی تاکید اور اس سے جدا ہونے پر وعید فرمائی۔ پس مخالفت اجماع کی ناجائز اور وقوع فی الضلالۃ ہوگی۔ پس اجماع کے مقتضے پر عمل واجب ہوگا۔ اس سے امر رابع کا وجوب ظاہر ہوگیا۔

حدیث نہم

عن ابن عباسؓ قال قال علیؓ لعمرؓ یا امیر المئومنین! لقد علمت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال رفع القلم عن ثلثة عن الصبی حتی یبلغ وعن النائم حتی یستیقظ وعن المعتوه حتی یبرئی الحدیث اخرجه ابو دائود

(تیسیر کلکته ص ۱۳٦ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہوتے ہیں' ایک نابالغ جب تک کہ بالغ نہ ہو دوسرا جو سو رہا ہے جب تک کہ بیدار نہ ہو۔ تیسرا مجنوں جب تک کہ اچھا نہ ہو۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف: اول تو یہ مسئلہ ایسا بدیہی ہے کہ اس میں استدلال ہی کی حاجت نہیں۔ پھر اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بجز ان لوگوں کے جن کو شرع نے مرفوع القلم کیا ہے باقی سب مکلف ہیں دائرۂ احکام سے کسی کو نکلنا جائز نہیں قرآن میں بھی یہ مسئلہ منصوص ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ افحسبتم انما خلقنکم عبثا لآیۃ وقال الله تعالی ایحسب الانسان ان یترک سدی

پس امر خمس کا وجوب بھی ثابت ہوگیا اور وجوب ان امور خمسہ کا

مقدمہ ثانیہ تھا۔ پس بحمد اللہ دلیل کے دونوں مقدمے ثابت ہو گئے۔ پس مدعا کہ وجوب تقلید شخصی ہے ثابت ہو گیا۔ حاصل استدلال کا مختصر عنوان میں یہ ہوا کہ تقلید شخصی مقدمہ ہے واجب کا اور مقدمہ واجب کا واجب ہے۔

مقدمۃ الواجب واجب

اور یہ قاعدہ کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے ہر چند کہ بدیہی اور سب اہل ملل واہل عقل کے مسلمات سے ہے محتاج اثبات نہیں۔ مگر تبرعاً ایک حدیث بھی تائید کے لئے لائی جاتی ہے۔

حدیث: عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من علم الرمى ثم تركه فليس منا اوقد عصى رواه مسلم

(مشكوٰة انصارى ص۲۲۸)

ترجمہ: عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم سے خارج ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گناہ گار ہوا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف: ظاہر ہے کہ تیر اندازی کوئی عبادت مقصودہ فی الدین نہیں مگر چونکہ بوقت حاجت ایک سبب یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کا مقدمہ ہے اس لئے اس کے ترک پر وعید فرمائی جو علامت ہے وجوب وقت الحاجت کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے۔ اب دلیل مذکور پر دو شبہے وارد ہو سکتے ہیں۔

جواب شبہ بر عموم وجوب تقلید شخصی

ایک یہ کہ تقریر مذکور میں تصریح ہے کہ اکثر طبائع کی ایسی حالت

ہے کہ بدوں تقلید شخصی کے وہ مفاسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو یہ وجوب بھی ان ہی اکثر کے اعتبار سے ہونا چاہئے عام فتوئی وجوب کا کیوں دیا جاتا ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ انتظامی احکام میں جو مفاسد سے بچانے کے لئے ہوں اعتبار اکثر ہی کا ہوتا ہے اور اکثر کی حالت پر نظر کر کے حکم عام دیا جاتا ہے اور یہی معنی ہیں فقہاء کے اس قول کے کہ جس امر میں عوام کو ابہام ہو وہ خواص کے حق میں بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

حدیث : عن جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم حین اتاه عمر فقال انانسمع احادیث من یهود تعجبنا افتری ان نکتب بعضها فقال امتهوکون انتم کما تهوکت الیهود وانصاری الحدیث رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان

(مشکوۃ انصاری ص۲۲)

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم لوگ یہود سے بہت سی ایسی باتیں سنتے ہیں جو اچھی معلوم ہوتی ہیں کیا آپؐ اجازت دیتے ہیں کہ بعضی باتیں لکھ لایا کریں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم بھی یہود و نصاری کی طرح اپنے دین میں متحیر ہونا چاہتے ہیں۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

ف : چونکہ ان مضامین کے لکھنے میں اکثر لوگوں کی خرابی کا اندیشہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام ممانعت فرمادی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فہیم اور متصلب فی الدین شخص کو بھی اجازت نہ دی اس سے معلوم ہوا کہ جس امر میں فتنہ عامہ ہو اس کی اجازت خواص کو بھی نہیں دی جاتی

بشرطیکہ وہ امر ضروری فی الدین نہ ہو۔ پس وہ شبہ رفع ہو گیا اور اس کی وجہ معلوم ہو گئی کہ خواص کو ترک تقلید شخصی کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی اور وجوب کو سب کے حق میں عام کہا جاتا ہے۔

حدیث دیگر : عن شقيق قال كان عبدالله بن مسعود رضى الله عنه يذكر الناس فى كل خميس فقال له رجل يا ابا عبدالرحمن لوددت انك ذكرتنا فى كل يوم قال اما انه يمنعنى من ذلك انى اكره ان املكم وانى اتخولكم بالموعظة كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتخولنا بها مخافة السامة علينا متفق عليه

(مشکوٰۃ انصاری ص۲۵)

ترجمہ : شقیق سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو ہم کو وعظ سناتے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ ہر روز وعظ فرمایا کریں آپ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ امر مانع ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تم اکتا جاؤ اس لئے وقتاً فوقتاً وعظ سے خبر گیری کرتا رہتا ہوں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم لوگوں کے اکتا جانے کے اندیشہ سے وقتاً فوقتاً (یعنی کچھ ناغہ کر کے) وعظ سے خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف : ظاہر ہے کہ سننے والوں میں سب تو اکتانے والے تھے ہی نہیں، چنانچہ خود سائل کا شوق سوال سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اکثر طبائع کی حالت کا اعتبار کر کے آپ نے سب کے ساتھ ایک ہی معاملہ کیا اور یہی عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اس قاعدہ کا ثبوت ہو گیا اور روایت کثیرہ میں احکام کثیرہ کا اس قاعدہ پر

مبنی ہو نادارد ہے پس یہ شبہ مذکورہ رفع ہو گیا۔

جواب شبہ عدم ثبوت یک مقدمہ وجوب تقلید شخصی از حدیث

دوسرا شبہ جو محض لا شئے ہے یہ ہے کہ اس دلیل مذکور کا ایک مقدمہ یعنی امور خمسہ مذکورہ کا واجب ہونا بلاشک حدیث سے ثابت ہے لیکن ایک مقدمہ یعنی تقلید شخصی کے ترک سے ان امور میں خلل پڑنا یہ صرف تجربہ و مشاہدہ ہے حدیث میں نہیں آیا جب صرف ایک مقدمہ حدیث میں ہے دوسرا حدیث میں نہیں پھر دعوے کیسے حدیث سے ثابت ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی دعویٰ کی کیا خصوصیت ہے؟ یہ قصہ تو تمام شرعی دعووں میں ہے۔ مثلاً ایک شخص کی عمر بیس پچیس برس کی ہے اس پر تمام علماء و عقلا نماز کو فرض کہتے ہیں اور اگر کسی سے دلیل پوچھی جاوے تو یہی کہا جاوے گا کہ صاحب قرآن و حدیث کی رو سے اس پر نماز فرض ہے حالانکہ قرآن و حدیث میں اس دلیل کا صرف ایک مقدمہ آیا ہے کہ بالغ پر نماز فرض ہے رہا دوسرا مقدمہ کہ زید بالغ ہے یا نہیں نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں محض ایک واقعہ ہے جو مشاہدہ و معائنہ سے ثابت ہے مگر پھر بھی یوں کوئی نہیں کہتا کہ جب ایک مقدمہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو اس شخص پر نماز کا فرض ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث بیان احکام کلیہ کے لئے ہے نہ بیان واقعات جزئیہ کے لئے۔

واقعات کا وجود ہمیشہ مشاہدہ ہی سے ثابت ہوتا ہے اور ان احکام کے وارد فی القرآن والحدیث ہونے سے اس دعویٰ کو ثابت بالقرآن والحدیث کہا جاتا ہے۔ یہی تقریر شبہ مذکور کے جواب میں جاری کر لو اور یہ لو پر طے ہو چکا ہے کہ یہ وجوب بالغیر ہے بالذات نہیں۔ پس بحمد اللہ کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہا اور بلا غبار حدیث سے تقلید شخصی کا وجوب ثابت ہو گیا۔

وجہ تخصیص مذاہب اربعہ و در بعض بلا تخصیص مذہب حنفی

رہا یہ امر کہ مذہب اربعہ ہی کی کیا تخصیص ہے مجتہد تو بہت سے گزرے ہیں جن کے اسماء اقوال جا جا کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ پھر ان اربعہ میں سے تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں کر اختیار کر لیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اوپر ثابت ہو گیا کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور مختلف اقوال لینا متضمن مفاسد ہے تو ضرور ہوا کہ ایسے مجتہد کی تقلید کی جاوے جس کا مذہب اصولاً وفروعاً ایسا مدون و منضبط ہو کر قریب قریب سب سوالات کا جواب اس میں جزئیاً یا کلیاً مل سکے تاکہ دوسرے اقوال کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے اور یہ امر منجانب اللہ ہے کہ یہ صفت بجز مذاہب اربعہ کے کسی مذہب کو حاصل نہیں تو ضرور ہوا کہ ان ہی میں سے کسی مذہب کو اختیار کیا جاوے کیونکہ مذہب خامس کو اختیار کرنے میں پھر وہی خرابی عود کرے گی کہ جن سوالات کا جواب اس میں نہ ملے گا اس کے لئے دوسرے مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا تو نفس کو وہی مطلق العنانی کی عادت پڑے گی جس کا فساد اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ وجہ ہے انحصار کی مذاہب اربعہ میں اور اسی بناء پر مدت سے اکثر جمہور علماء امت کا یہی تعامل اور توارث چلا آ رہا ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت والجماعت کے منحصر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ رہا یہ امر کہ اور مذاہب اس طرح سے کیوں نہیں مدون ہوئے اس کے اسباب کی تحقیق اس مقام میں ضروری نہیں خواہ اس کے کچھ ہی اسباب ہوئے ہوں۔ مگر ہم جب ایسے وقت میں موجود ہیں کہ ہم سے پہلے بلا ہمارے کسی فعل اختیاری کے اور مذاہب غیر مدون ہونے کی حالت میں ہیں اور یہ مذاہب اربعہ مدون ہیں، ہمارے لئے انحصار ثابت ہو گیا رہی دوسری بات کہ تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ایسے مقام پر ہیں

جہاں سے بلا ہمارے اکتساب کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا مذہب شائع ہے اور اسی مذہب کے علماء اور کتابیں موجود ہیں۔ اگر ہم دوسرا مذہب اختیار کرتے تو واقعات کے احکام کا معلوم ہونا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ علماء بوجہ تحصیل و کثرت اشتغال و مزاولت جس درجہ اپنے مذہب سے واقف اور ماہر ہیں دوسرے مذہب پر اس قدر نظر وسیع و دقیق نہیں رکھ سکتے گو کتب کا مطالعہ ممکن ہے چنانچہ اہل علم پر یہ امر بالکل بدیہی و ظاہر ہے۔

رہا یہ کہ جہاں سب مذاہب شائع ہیں وہاں یہ کلفت بھی نہیں، وہاں جا کر تم حنفی کیوں بنے رہتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے سے بوجہ ضرورت مذکورہ اس مذہب پر عمل کر رہے ہیں۔ اب دوسرا مذہب اختیار کرنے میں اسی تقلید شخصی کا ترک لازم آتا ہے جس کی خرابیوں کا بیان ہو چکا ہے رہا یہ کہ ایسے مقامات پر پہنچنے کے بعد اب سے اس دوسرے ہی مذہب کی تقلید شخصی اختیار کر لی جایا کرے کہ سب واقعات میں اسی پر عمل ہوا کرے اور پہلا مذہب بالکلیہ چھوڑ دیا جاوے اس کا جواب یہ ہے کہ آخر ترک کرنے کی تو کوئی وجہ متعین ہونی چاہئے جس شخص کو قوت اجتہادیہ نہ ہو اور اسی کے باب میں کلام ہو رہا ہے وہ ترجیح کے وجوہ تو سمجھ نہیں سکتا تو پھر یہ فعل ترجیح بلا مرجح ہو گا اور اگر کوئی تھوڑا بہت سمجھ بھی سکتا ہو تو اس کے ارتکاب میں دوسرے عوام الناس کے لئے جو تتبع ہیں خواہش نفسانی کے ترک تقلید شخصی کا باب مفتوح ہوتا ہے اور اوپر حدیث سے بیان ہو چکا کہ جو امر عوام کے لئے باعث فساد ہو اس سے خواص کو بھی روکا جا سکتا ہے اور یہی مبنی ہے علماء کے اس قول کا کہ انتقال عن المذہب ممنوع ہے۔

رہا یہ کہ جو شخص آج ہی اسلام قبول کرے یا عدم تقلید چھوڑ کر تقلید اختیار کرے تو اس کے لئے مذہب حنفی کی ترجیح کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ

ہے کہ اگر وہ شخص ایسی جگہ ہے کہ جہاں مذہب حنفی شائع ہے تب تو اس کے لئے یہی امر مرجح ہے جیسا اوپر بیان ہوا اور اگر وہ ایسے مقام پر ہے جہاں چند مذاہب شائع ہیں تو اس کے لئے دعویٰ ترجیح مذہب حنفی کا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ علی التساوی مختار ہے جس مذہب کو اس کا قلب قبول کرے اس کو اختیار کرے مگر پھر اسی کا پابند رہے البتہ اگر کسی ایک مذہب معین کا مقلد ایسی جگہ پہنچے جہاں اس مذہب کا کوئی عالم نہ ہو اور یہ شخص خود بھی عالم نہیں ہے اور اس کو کوئی مسئلہ پیش آوے چونکہ یہاں اپنے مذہب پر عمل ممکن نہیں اور نہ دوسرے مذہب پر عمل کرنے میں کوئی خرابی لازم ہے ایسے شخص کو جائز بلکہ واجب ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے جو مذہب وہاں شائع ہو علماء سے دریافت کر کے اسی پر عمل کرے ایسے شخص کی بعد مذکور مذہب سابق کی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہا جاوے گا لیکن ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہو گی ورنہ اکثر حالات میں تو اس کے وجوب ہی کا حکم محفوظ ہے اب بفضلہ تعالیٰ اس مقصد کے متعلق کوئی خدشہ موجب وسوسہ نہیں رہا

مقصد ششم

جواب شبہ منع قرآن از قیاس

بعض شبہات کثیر الاعراض کا جواب

شبہ اول

قرآن مجید کی اس آیت میں ظن و قیاس کی مذمت آئی ہے اِنَّ الظَّنَّ لَایُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا یعنی ظن افادہ حق میں بالکل بھی کافی نہیں اور مجوزین قیاس خود قیاس کو ظنی کہتے ہیں۔

جواب: ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ورنہ اولا یہ آیت ان احادیث کے

معارض ہو گی جن سے اس کا جواز ثابت اور مقصد اول میں لکھی گئیں۔ ثانیاً اکثر احادیث اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد مفید ظن ہوتی ہیں اور بعض احادیث جو متواتر ہیں ان میں بھی اکثر محتمل وجوہ متعددہ ہیں ان سے ایک کی تعیین و ترجیح خود ظنی ہو گی تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ حدیث پر بھی عمل جائز نہ رہے اور دونوں امر باطل ہیں۔ پس ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ہے بلکہ مراد آیت میں ظن سے زعم بلا دلیل ہے چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے۔

وَقَالُوْا مَاهِیَ اِلَّاحَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُهْلِکُنَا اِلَّاالدَّهْرُ وَمَالَهُمْ بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّایَظُنُّوْنَ

ترجمہ اور کفار نے کہا کہ ہماری صرف یہی دنیا کی حیات ہے ہم میں کوئی مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم کو تو صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں صرف ان کا ظن ہی ظن ہے۔ اور یقینی بات ہے کہ کفار کے پاس اس عقیدہ میں کہ دہر فاعل ہے دلیل ظنی اصطلاحی نہ تھی بلکہ محض ان کا دعویٰ بلا دلیل تھا اس کو ظن فرمایا۔ اسی طرح اوپر کی آیت میں مراد ہے۔

شبہ دوم

جواب شبہ منع قرآن از تقلید و معنیٰ آیت وَاِذَاقِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا الخ

قرآن کی اس آیت میں تقلید کی مذمت آئی ہے۔ وَاِذَاقِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَایَعْقِلُوْنَ شَیْئًا وَّلَایَهْتَدُوْنَ

ترجمہ جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو ان احکام کی جو اللہ تعالیٰ

نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے (حق تعالیٰ بطور رد کے فرماتے ہیں کیا ہر حالت میں اپنے آباء و اجداد ہی کی پیروی کرتے رہیں گے گو ان کے آباء واجداد نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں نہ حق کی راہ پاتے ہوں۔ ط

پس معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلنا برا ہے اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ جب تم میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اس سے معلوم ہوا کہ کسی امام و مجتہد کی طرف رجوع نہ کرنا چاہئے وہ آیت یہ ہے۔ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ

ترجمہ: اس آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار کی تقلید سے اس تقلید مجوث عنہ کو کوئی مناسبت نہیں تقلید کفار کی مذمت میں دو وجہ فرمائی گئیں۔

اول: یہ کہ وہ آیات و احکام کو رد کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں مانتے بلکہ اپنے بزرگوں کا اتباع کرتے ہیں۔

دوسرے: یہ کہ ان کے وہ بزرگ عقل دین و ہدایت سے خالی تھے سو اس تقلید میں یہ دونوں وجہ موجود نہیں نہ تو کوئی مقلد یہ کہتا ہے کہ ہم آیات و احادیث کو نہیں مانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ دین ہمارا آیات و احادیث ہی ہے مگر میں بے علم یا کم علم یا ملکہ اجتہاد و قوت استنباط سے عاری ہوں اور فلاں عالم یا امام پر حسن ظن اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ وہ آیات و احادیث کے الفاظ اور معانی کا خوب احاطہ کئے ہوئے تھے تو انہوں نے جو اس کا مطلب سمجھا وہ میرے نزدیک صحیح اور راجح ہے۔ لہذا میں عمل تو حدیث ہی پر کرتا ہوں مگر ان کے بتلانے کے موافق اسی لئے علماء نے تصریح کی ہے کہ قیاس مظہر احکام ہے نہ

مثبت احکام اور یہ مضمون کبھی کافی عبارت میں ادا کرتا ہے کبھی مجمل عبارت میں مگر مقصود یہی ہوتا ہے غرض کوئی مقلد قرآن و حدیث کو رد نہیں کرتا اور جس کی تقلید کرتا ہے نہ وہ علم ہدایت سے معرا تھے جیسے تواتر سے ان کا عاقل اور مہتدی ہونا ثابت ہے۔ پس جب اس تقلید میں دونوں وجہ نہیں پائی جاتیں پس اس تقلید کی مذمت آیت سے ثابت نہ ہوئی اور مطلق تقلید مراد کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ اس تقریر پر آیت کا معارضہ لازم آئے گا۔ ان احادیث کے ساتھ جو مقصد اول میں جواز تقلید کے باب میں گزر چکی ہیں۔

معنیٰ آیت فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ الخ

اور تقریر بالا سے کہ قیاس مظہر احکام ہے نہ کہ مثبت احکام، یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قیاس پر عمل کرنا اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہے اور اس میں ان کی مخالفت نہیں۔

شبہہ سوم

جواب شبہ مع حدیث از قیاس

احادیث میں دین کے اندر رائے لگانے کی مذمت آئی ہے اور رائے عین قیاس ہے پس قیاس ناجائز ہوا۔

جواب: رائے سے مراد مطلق رائے نہیں ورنہ ان احادیث سے معارضہ لازم آوے گا جو مقصد اول میں اثبات جواز قیاس میں گزر چکی ہیں بلکہ وہ رائے مراد ہیں جو کسی دلیل شرعی کی طرف مستند نہ ہو محض تخمین عقلی جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث: عن علی انه قال لوکان الدین بالرای لکان اسفل الخف اولی بالمسح من اعلاوه ولکن رایت رسول الله صلی الله علیه

وسلم يمسح اعلاه اخرجه ابو داؤد

(تيسير كلكته ص ۲۹۱ كتاب الطهارة باب سادس)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر دین کا مدار رائے پر ہوتا تو موزہ کے نیچے کی جانب بہ نسبت اوپر کی جانب کے مسح کی زیادہ مستحق تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر کی جانب مسح کرتے دیکھا ہے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

آہ خلاف رائے مجتہدین کے وہ دلیل شرعی کی طرف مستند ہوتی ہے اور خود صحابہؓ سے اس رائے کا استعمال قولاً و فعلاً ثابت ہے۔ چنانچہ مقصد سوم کی حدیث پنجم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول رایت فی ذلك الذی رائی مع ترجمہ گزر چکا ہے جس سے استعمال قولی و فعلی دونوں ظاہر ہیں کہ رائے کو اپنی طرف زبان سے بھی منسوب فرمایا اور اس رائے کے مقتضی پر کہ جمع قرآن ہے عمل بھی فرمایا۔

شبہ چہارم

جواب شبہ ذم سلف قیاس

قیاس کی مذمت میں بعض سلف کا قول ہے اول من قاس ابلیس یعنی اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین میں قیاس کرنا حرام ہے۔

جواب۔ قیاس سے مراد مطلق قیاس نہیں ہے ورنہ احادیث مجوزہ قیاس کے ساتھ مقصد اول میں مذکور ہو چکیں معارضہ لازم آوے گا بلکہ ویسا ہی قیاس مراد ہے جیسا اس واقعہ میں ابلیس نے کیا تھا یعنی نص قطعی الثبوت قطعی الدلالہ کو قیاس سے رد کر دیا۔ سو ایسا قیاس بلاشبہ حرام بلکہ کفر ہے۔ خلاف

قیاس مجتہدین کے کہ توضیح معانی نصوص کے لئے ہوتا ہے۔

شبہ پنجم

جواب شبہ مع مجتہدین از تقلید

ائمہ مجتہدین نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے قول پر عمل درست نہیں جب تک کہ اس کی دلیل معلوم نہ ہو پس جن کی تقلید کرتے ہو خود وہی تقلید سے منع کرتے ہیں۔

جواب: مجتہدین کے اس قول کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو ورنہ ان کا یہ قول لولاً احادیث مجوزہ تقلید کے معارض ہوگا جو مقصد اول میں گزر چکی ہیں۔ ثانیاً خود ان کے فعل اور دوسرے اقوال کے معارض ہوگا فعل سے تو اس لئے کہ کہیں منقول نہیں کہ مجتہدین ہر شخص کے سوال کے جواب کے ساتھ دلائل بھی بیان کرتے ہوں اسی طرح ان کے فتاوے جو خود ان کے مدون کئے ہوئے ہیں ان میں بھی التزام نقل دلائل کا نہیں کیا جیسے جامع صغیر وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جواب زبانی ہو یا کتاب میں مدون ہو عمل ہی کی غرض سے ہوتا ہے تو ان کا یہ فعل خود بخود تقلید ہے اور قول سے اس لئے کہ ہدایہ اولین وغیرہا میں امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ میں خون نکلوا دے اور وہ اس حدیث کو سن کر افطر الحاجم والمحجوم یعنی پچھنے لگانے والا اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں دونوں کا روزہ گیا یہ سمجھا جائے کہ روزہ تو جاتا ہی رہا اور پھر بقصد کھا پی لے تو اس پر کفارہ لازم آوے گا اور دلیل میں ابو یوسف نے یہ فرمایا ہے۔ لان علی العامی الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء فی حقه ای معرفة الاحادیث هدایه ص۲۰٦) یعنی عامی پر واجب ہے کہ فقہاء کا اقتداء

کرے کیونکہ اس کو حادیث کی معرفت نہیں ہو سکتی فقط اس قول سے صاف معلوم ہوا کہ قول سابق مجتہدین کے مخاطب وہ لوگ ہیں جن کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو بلکہ وہ لوگ مخاطب ہیں جو قوت اجتہادیہ رکھتے ہیں چنانچہ خود اس قول میں تامل کرنے سے یہ قید معلوم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ جب تک دلیل معلوم نہ ہو خود دال ہے اس پر کہ ایسے شخص کو کہہ رہے ہیں جس کو معرفت دلیل پر قدرت ہے اور غیر صاحب قدرت اجتہادیہ کو گو سماع دلیل ممکن ہے مگر معرفت حاصل نہیں۔ پس جس کو قدرت معرفت ہی نہ ہو اس کو معرفت دلیل کرنا تکلیف مالایطاق ہے جو عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ یہ خطاب صرف صاحب اجتہاد ہی کو ہے نہ غیر مجتہد کو۔

شبہ ششم

جواب شبہ بدعت بودن تقلید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کے زمانہ میں تقلید نہ تھی اس لئے بدعت ہوئی۔

جواب: مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان قرون میں بھی تقلید شائع تھی اور اگر یہ مراد ہے کہ ان خصوصیات کے ساتھ نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ جب خصوصیات کلیات شرعیہ میں داخل ہیں جیسا مقصد پنجم میں بیان ہوا ہے تو وہ بھی بدعت نہیں ورنہ لازم آوے گا کہ تدوین حدیث و کتابت قرآن مع الترتیب بھی بدعت ہو اور ظاہر نظر میں اوّلاً یہی شبہ ہوا تھا حضرت ابو بکر صدیقؓ کو قرآن جمع کرنے میں پھر وہ نورانیت قلب سے دفع ہو گیا جیسا مقصد سوم کی حدیث پنجم میں مفصل قصہ گزر چکا۔ یہی حال خصوصیات تقلید کا سمجھو۔

شبہ ہفتم

جواب شبہ بدعت بدون تقلید شخصی

تقلید شخصی کا وجوب کہیں قرآن و حدیث میں نہیں آیا اس لئے یہ بدعت ہوئی۔

جواب: مقصد پنجم میں اس کے وجوب کے معنی اور حدیث سے اس کا ثبوت وجوب مع جواب دیگر شبہات متعلقہ کے گزر چکے ہیں۔

شبہ ہشتم

جواب شبہ تقلید شخصی نبودن در سلف

اگر تقلید شخصی واجب ہے تو سلف ائمہ مجتہدین سے پہلے اس واجب کے تارک کیوں تھے؟

جواب: چونکہ اس کا وجوب بالغیر ہے جس کا حاصل ہونا موقوف ہے۔ بعض واجبات مقصودہ کا اس پر تو مدار وجوب کا یہ توقف ہو گا چونکہ سلف سلامت صدور طہارت قلب و تورع و تدین و تقویٰ کی وجہ سے وہ واجبات تقلید شخصی پر موقوف نہ تھے لہذا ان پر تقلید شخصی واجب نہ تھی صرف جائز تھی۔

اور یہی محمل ہے بعض عبارات کتب کا درباره عدم وجوب تقلید شخصی کے یعنی وہ مقید ہے عدم خوف فتنہ کے ساتھ اور اس زمانہ میں وہ واجبات اس پر موقوف ہیں لہذا واجب ہو گئی اور یہ قسم واجب کی اہل زمانہ کی حالت کے تغیر و تبدل سے متغیر ہو سکتی ہے بخلاف احکام مقصودہ کے کہ زمانہ کے بدلنے سے اس میں تبدیل کا اعتقاد الحاد ہے جیسا بہت لوگ آج کل اس میں مبتلا ہیں۔

اس کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے زمانہ مبارک میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گوشہ نشینی اور اختلاط خلق کو ترک کرنے سے منع فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آوے گا جس میں عزلت ضروری ہو جائے گی۔ چنانچہ دونوں مضمون کتب حدیث میں مصرح ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ ایک امر ایک وقت میں واجب نہ ہو بلکہ جائز بھی نہ ہو اور دوسرے زمانہ میں کسی عارضی وجہ سے واجب ہو جاوے۔ پس اگر تقلید شخصی بھی زمانہ سابقہ میں واجب نہ ہو اور زمانہ متاخر میں واجب ہو جاوے تو کیا بعید اور عجیب ہے۔

شبہ نہم

جواب شبہ عدم انقطاع اجتہاد

اجتہاد کوئی نبوت نہیں جو ختم ہو گئی ہو ہم بھی اجتہاد کر سکتے ہیں اور مجتہد کو سب کے نزدیک تقلید دوسرے مجتہد کی ناجائز ہے۔

جواب: قوت اجتہادیہ کا پایا جانا عقلاً یا شرعاً ممتنع و محال تو نہیں ہے لیکن مدت ہوئی کہ یہ قوت مفقود ہے اور اس کا امتحان بہت سہل یہ ہے کہ فقہ کی کسی ایسی کتاب سے جس میں دلائل مذکور نہ ہوں کیفما اتفق مختلف ابواب کے سو سوالات فرعیہ جو قرآن و حدیث سے مستنبط کریں اور جن اصول پر استنباط کریں ان کو بھی قرآن و حدیث کی عبارت یا اشارات یا دلیل عقلی شافی سے ثابت کریں جب یہ جواب مکمل ہو جاویں پھر فقہاء کے جوابات اور ان کے ادلہ سے موازنہ کر کے انصاف کریں اس وقت اپنے فہم کا مبلغ اور ان کے فہم کی قدر انشاء اللہ تعالیٰ اس [illegible] واضح ہو جائے گی کہ پھر اجتہاد کا دعویٰ زبان پر نہ آوے گا۔ چنانچہ مبصرین کو محقق ہو گیا کہ بعد چار صدی کے یہ قوت مفقود ہو گئی۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ محدثین سابقین کو جس درجہ کا حافظہ اللہ تعالیٰ

نے عطا فرمایا تھا وہ اب نہیں دیکھا جاتا پھر جیسا قوت حافظہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی اسی طرح قوت اجتہادیہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی اور مراد اس سے اس مرتبہ خاصہ کی نفی ہے جو مجتہدین مشہورین کو عطا ہوا تھا جس سے عامہ حوادث میں استنباط احکام کر لیتے تھے اور مستقل طور پر اصول مدون کر سکتے تھے اور ایک دو مسئلوں میں دلائل کا موازنہ کر کے ایک شق کو ترجیح دے لینا یا کسی جزئی مسکوت عنہ کو اصول مقررہ مدونہ مندرج کر کے حکم سمجھ لینا نہ اس کی نفی مقصود ہے اور نہ اس سے کوئی علی الاطلاق مجتہد یا قابل تقلید ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات مشاہدہ کی جاتی ہے کہ اس وقت قلوب میں نہ وہ خشیت ہے نہ احتیاط ہے۔ اگر کسی میں یہ قوت مذکورہ مان بھی لی جاوے جب بھی اجتہاد کی اجازت دینے میں بے باک لوگوں کو جرأت دلانا ہے کہ وہ دین میں جو چاہیں گے کہہ دیا کریں گے اور اب تو خوف فضیحت مخالفت کتب سے مسئلہ دیکھنے میں اور بتانے میں خوب احتیاط و اہتمام کرتے ہیں۔

شبہ دہم

جواب شبہ خلاف بودن تقلید شخصی

قرآن و حدیث بہت آسان ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اب تو اردو ترجمے ہو گئے ہیں کسی کو بھی دشوار نہیں رہا پھر کیوں تقلید کی جائے خود دیکھ کر عمل کر لینا کافی ہے۔

جواب: مقصد سوم میں بحث قوت اجتہادیہ میں جو حدیثیں لکھی گئی ہیں، ان کی اول حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن مجید میں کچھ معانی ظاہر ہیں اور کچھ دقیق و خفی ہیں۔ پس آیت بالا میں قرآن کو ان معانی ظاہرہ کے اعتبار سے

آسان فرمایا ہے اور اجتہاد کرنے کے لئے معانی دقیقہ خفیہ کے جاننے کی ضرورت ہے۔ مقصد سوم کو بتمامہ دیکھ لینے سے معلوم ہو جائے گا کہ ان معانی کے سمجھنے کے لئے کس درجہ کے فہم کی حاجت ہے۔

شبہ یازدہم

تقلید شخصی کا خلاف دین ہونا

حدیث میں ہے الدین یسر یعنی دین آسان ہے اور تقلید شخصی میں بوجہ پابندی کے دشواری ہے۔ پس تقلید شخصی خلاف دین ہے۔

جواب: دین کے آسان ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس میں نفس کو بھی کوئی ناگواری وگرانی نہیں ہوتی ورنہ آیت اِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْن اور حدیث حفت الجنة بالمکارہ کے کیا معنی ہوں گے اور یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے۔ کیا گرمیوں کے روزہ میں دشواری نہیں ہوتی؟ کیا سردیوں کے وضو میں نفس کو مشقت نہیں ہوتی؟ کیا ناتمام نیند سے جاگ کر نماز پڑھنا مشکل نہیں بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا حکم نہیں مقرر کیا گیا جو انسان کی قدرت عادیہ سے خارج ہو جیسا دوسری آیت میں فرمایا ہے لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلاَّ وُسْعَهَا سو تقلید شخصی بھی اس اعتبار سے آسان ہے اس لئے خلاف دین نہیں اور جب وجوب اس کا مقصد پنجم میں مستقل طور سے ثابت کر دیا گیا ہے پھر خلاف دین ہونے کا کب احتمال ہے۔

شبہ دوازدہم

ائمہ اربعہ کی تقلید

اگر تقلید ہی کرنا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہؓ زیادہ مستحق ہیں سب کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ پر کہاں جا پہنچے؟

جواب: مقصد پنجم میں ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید کے لئے اس مجتہد کے مذہب کا مدون ہونا ضروری ہے اور حضرات صحابہؓ میں کسی کا مذہب مدون نہیں اس لئے معذوری ہے۔ البتہ ان ائمہ کے واسطے سے ان کا اتباع بھی ہو رہا ہے۔

شبہ سیزدہم

جواب شبہ تقلید در منصوص

جو مسائل قرآن و حدیث میں منصوص ہیں ان میں تقلید کرنا کیا ضروری ہے؟

جواب: ایسے مسائل تین قسم کے ہیں اول وہ جن میں نصوص متعارض ہیں دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں مگر وجوہ و معانی متعددہ کو محتمل ہوں۔ گو اختلاف نظر سے کوئی معنی قریب کوئی بعید معلوم ہوتے ہوں۔ سوم وہ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی ہو سکتے ہوں۔ پس قسم اول میں رفع تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہو گی۔ قسم ثانی ظنی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں تعیین احد الاحتمالات کے لئے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہو گی۔ قسم ثالث قطعی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں نہ اس اجتہاد کی تقلید کو۔

شبہ چہار دہم

جواب شبہ مخالف بودن بعض مسائل حدیث

بعض مسائل حدیث کے خلاف ہیں، ان میں کیوں تقلید کرتے ہو ؟
جواب : کسی مسئلہ کی نسبت یہ کہنا کہ حدیث کے مخالف ہے موقوف ہے تین امر پر۔
امر اول : اس مسئلہ کی مراد صحیح معلوم ہو۔
دوسری : اس کی دلیل پر اطلاع ہو۔
تیسری : وجہ استدلال کا علم ہو کیونکہ اگر ان تینوں امروں میں سے ایک بھی خفی رہے گا مخالف کا حکم غلط ہو گا۔ مثلاً امام صاحبؒ کا قول مشہور ہے کہ نماز استقاء سنت نہیں اور ظاہر اس قول کا حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ احادیث میں نماز استقاء پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارد ہے لیکن مقصود اس قول سے یہ ہے کہ نماز استقاء سنت مؤکدہ نہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گاہے نماز پڑھ کر دعا بار ان کی کبھی بلا نماز دعا فرمادی جیسا بخاری میں حدیث ہے۔

عن انس قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعة اذقام رجل فقال یا رسول اللہ ھلك الكراع وھلك الشاء فادع الله ان یسقینا فمدیدیه و دعا

(جلد اول صفحہ ۱۲۷)

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ گھوڑے اور بکریاں سب ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا

فرمایئے کہ بارش فرمادیں آپؐ نے دونوں ہاتھ دراز کر کے دعا فرمائی۔
چنانچہ امام صاحب کی یہ مراد ہونا ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے قلنا فعله مرة وتركه اخرى فلم يكن سنته (اولین ص٦٥)
پس وضوح مراد صحیح کے شبہ مخالف کانہ ہوگا اسی طرح اگر دلیل خفی رہے مثلاً ایک مسئلہ میں مختلف احادیث آئی ہیں کسی نے ایک حدیث کو دیکھ کر مخالفت کا حکم کر دیا حالانکہ مجتہد نے دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں تاویل کی ہے جیسے مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام میں احادیث مختلف ہیں یا ایک ہی حدیث محتمل وجوہ مختلفہ کو ہو مجتہد نے بعض وجوہ کو قوت اجتہادیہ سے راجح سمجھ کر اس سے استدلال کیا ہے اور اس کے اعتبار سے مخالفت نہیں ہے۔ جیسے حدیث میں ہے جو نماز میں تمہارے سامنے سے گزرے اس سے قتل و قتال کرو۔ اس میں دو احتمال ہیں کہ یہ حقیقت پر محمول ہے یا دوسرے دلائل کلیہ کی وجہ سے زجر و سیاست پر محمول ہے۔ اگر ایک مجتہد نے وجہ ثانی پر محمول کر لیا تو حدیث کی مخالفت کہاں رہی کیونکہ اس کا عمل حدیث کی ہی ایک وجہ پر ہوا۔ اسی طرح اگر طریق استدلال خفی رہا تب بھی حکم مخالفت کا غلط ہو گا جیسے امام صاحب کا قول ہے کہ رضاعت کی مدت اڑھائی سال ہے اور دلیل میں وحملہ وفصالہ مشہور ہے مگر تقریر استدلال جو مشہور ہے نہایت ہی مخدوش ہے مدارک میں امام صاحب سے حملہ کی تفسیر بالاکف کے ساتھ نقل کی ہے جس سے وہ سب خدشات دفع ہو جاتے ہیں۔
پس معنے آیت کے یہ ہوں گے کہ بعد وضع حمل کے اس بچہ کو ہاتھوں میں یعنی گود میں لئے لئے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا یہ تیس ماہ ہوتا ہے، اب بلا تکلف دعویٰ ثابت ہو گیا۔ حاصل یہ کہ حکم مخالفت کا کرنا ایسے شخص کا کام ہے جو روایات میں متبحر ہو درایت میں حاذق و مبصر ہو اور جس شخص میں

بعض صفات ہوں بعض نہ ہوں اس کا حکم مخالفت کا کرنا معتبر نہیں جیسا مقصد سوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ ہر حافظ حدیث کا مجتہد ہونا ضروری نہیں جس سے منصف کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ جب حفاظ حدیث کو وجوہ استنباط کا پتہ نہیں لگتا تو آج کل جہلا بے چارے اس کا احاطہ کب کر سکتے ہیں تو ان کا کسی کو مخالف حدیث بے دھڑک کہہ دینا کتنی بڑی بے باکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح فرماویں۔ چنانچہ ایسے جامع لوگوں نے جب کبھی کوئی قول مخالف دلیل پایا فورا ترک کر دیا جیسا مسئلہ حرمت مقدار قلیل مسکرات اور جواز مزارعت میں کتب حنفیہ میں امام صاحب کے قول کا متروک کرنا مصرح ہے لیکن ایسے اقوال کی تعداد غالباً دس تک بھی نہ پہنچی۔ چنانچہ ایک بار احقر نے تفصیلاً تتبع کیا تو بجز پانچ چھ مسائل کے کہ ان میں تردد رہا ایک مسئلہ بھی حدیث کے مخالف نہیں پایا گیا اور وجوہ انطباق کو ایک رسالہ کی صورت میں ضبط بھی کیا تھا مگر اتفاق سے وہ تلف ہو گیا مگر اس کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے کیونکہ انہوں نے قصداً اخلاف نہیں کیا خطائے اجتہادی ہو گئی جس میں بروے حدیث ایک ثواب کا وعدہ ہے۔

حدیث: عن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا حكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم ثم اخطاء فله اجر

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲)

ترجمہ: عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی حکم کرنے والا حکم کرے اور اجتہاد میں مصیب ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر خطا ہو جاوے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اور اگر کوئی کہے کہ دعوے و دلائل ووجہ استدلال سب کتب متداولہ میں موجود ہیں ان کو دیکھ کر توافق و تخالف کا سمجھ لیناآسان ہے جواب یہ ہے کہ دعویٰ تو صاحب مذہب سے منقول ہیں۔ مگر تدوین احکام کے وقت ان حضرات کی عادت نقل دلائل کی نہ تھی اس لئے دلائل ان سے منقول نہیں۔ متاخرین نے اتباع کے لئے اپنی نظر وفہم کے موافق کچھ لکھ دیئے ہیں۔

پس اگر ان میں سے کوئی دلیل یاوجہ استدلال سخیف یا ضعیف ہو اس سے بطلان مدلول کا لازم نہیں آتا۔ چنانچہ کتب فن مناظرہ میں تصریح ہے دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں ممکن ہے مدعی کے پاس کوئی دلیل صحیح ہو بالخصوص جبکہ دلیل منقوص خود مستدل سے بھی منقول نہ ہو جیسا اوپر آیت وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ سے استدلال کرنے میں گزرا۔ پس مجتہد کی طرف سے تو یہ عذر ہے رہا مقلد سو اگر یہ حدیث جو بظاہر معارض معلوم ہوتی ہے محتمل تاویل کو ہو تو اس پر قول مجتہد کا ترک واجب نہیں۔

شبہ پانزدہم

جواب شبہ بر تخصیص اربعہ

مجتہدین اور بھی بہت سے گزرے ہیں ان ہی چار کی کیا تخصیص ہے ؟

جواب : مقصد پنجم میں گزر چکا ہے کہ اوروں کا مذہب مدون نہیں اس لئے معذوری ہے۔

شبہ شانزدہم

جواب شبہ بر دعویٰ اجماع الانحصار

بعض نے اس انحصار فی المذاہب الاربعہ پر اجماع کا دعوی کیا ہے حالانکہ ہر زمانہ

میں بعض اہل علم اس میں مخالف رہے ہیں۔
جواب: یا تو مراد اجماع سے اتفاق اکثر امت کا ہے اور گو ایسا اجماع ظنی ہوگا مگر دعویٰ ظنی کے اثبات کے لئے دلیل ظنی کافی ہے اور مخالفین کی مخالفت کو معتدبہ نہیں سمجھا گیا اور یہ مقصد پنجم کی بحث اجماع میں گزر چکا ہے کہ ہر اختلاف قادح اجماع نہیں ہے۔ علاوہ اس کے جب مقصد پنجم میں انحصار دلائل سے ثابت ہو چکا ہے اگر اجماع نہ بھی ہو تو کیا ضرر ہے۔

شبہ ہفدہم

جواب شبہ ضعیف احادیث مستند و حنفیہ

اگر تقلید شخصی ہے تو عوام الناس جو امام ابو حنیفہؒ کو جانتے بھی نہیں وہ سب تارک اس واجب کے ہوں گے کیونکہ اتباع بدوں معرفت متحقق نہیں ہو سکتا۔

جواب: معرفت عام ہے خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی سو بعض عوام گو تفصیلاً امام صاحب کو نہ جانتے ہوں اور اسی بناء پر بعض علماء کا قول ہے العامی لا مذھب لہ لیکن اجمالی معرفت ان کو حاصل ہے جس عالم کا اتباع کرتے ہیں یہ سمجھ کر کہ یہ اس مذہب کا متبع ہے جو یہاں شائع ہے۔ چنانچہ اگر وہ مقتداء اس مذہب کی تقلید چھوڑ دے فوراً وہ عامی اس سے جدا ہو جاتا ہے پس مذہب خاص کا جاننا من وجہ صاحب مذہب کی معرفت ہے اتباع کے لئے یہ معرفت کافی ہے جیسا امیر المسلمین کی اطاعت جو موقوف ہے معرفت پر اس کے زمانے میں واجب ہے مگر پھر بھی ہزار ہا عوام بالتفصیل اس کو نہ جانتے تھے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ مقصود ہے اطاعت سے کہ تفریق کلمہ نہ ہو وہ معرفت اجمالی سے حاصل ہے لہذا اس پر اکتفا کیا گیا۔ اسی طرح چونکہ تقلید شخصی سے

مقصود اصلی یہ ہے کہ آثار ۃ فتنہ و اتباع ہوا نہ ہو اور وہ بدوں معرفت تفصیلی بھی حاصل ہے لہذا معرفت اجمالی کافی ہے۔

شبہ ہشد ہم

جواب شبہ حنفیہ کے دلائل کی اکثر احادیث ضعیفہ میں

حنفیہ کے دلائل کی اکثر احادیث ضعیفہ ہیں اور بعض احادیث غیر ثابتہ اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کے پاس احادیث قوی اور راجح ہیں۔ پھر راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر کیوں عمل کرتے ہیں؟

جواب: اول تو یہ کہنا کہ ان کے اکثر دلائل ضعیف ہیں غیر مسلم ہے بہت سے مسائل میں تو صحاح ستہ کی احادیث سے ان کا استدلال ہے چنانچہ کتب دلائل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حدیثیں دوسری کتب کی ہیں ان میں بھی اکثر بقواعد محدثین صحیح ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ کا حصر صحاح ستہ ہیں یا صحاح ستہ کا حصر احادیث صحیحہ ہیں ضروری نہیں۔ چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں اور جو احادیث عندالمحدثین ضعیف ہیں سو اول تو جن قواعد پر محدثین نے قوت اور ضعف حدیث کو مبنی کیا ہے جن میں بڑاامر راوی کا ثقہ و ضابط ہونا ہے وہ سب قواعد ظنی ہیں چنانچہ بعض قواعد میں خود محدثین مختلف ہیں۔ اسی طرح کسی راوی کا ثقہ و غیر ثقہ ہونا خود ظنی ہے چنانچہ بہت سی روایت میں بھی محدثین مختلف ہیں۔

جب یہ قواعد ظنی ہیں تو کیا ضرور ہے کہ سب پر حجت ہوں اگر فقہاء ترجیح بین الاحادیث کے لئے دوسرے قواعد دلیل سے تجویز کریں جیسا کتب اصول میں مذکور ہیں تو ان پر انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ پس ممکن ہے کہ وہ حدیث قواعد محدثین کے اعتبار سے قابل احتجاج نہ ہو اور قواعد فقہاء کے

موافق قابل استدلال ہو۔ علاوہ اس کے کبھی قرائن کے انضمام سے اس کا ضعف منجبر ہو جاتا ہے جیسا فتح القدیر مطبوعہ کشوری کے ص ۲۹۲، ص ۲۹۳ بحث اور تکبیر جنازہ میں لکھا ہے دوسرے یہ کہ حدیث کا ضعف اس کی صفت اصلیہ تو ہے نہیں راوی کی وجہ سے ضعف آ جاتا ہے۔ پس ممکن ہے کہ مجتہد کو بسند صحیح پہنچی ہو اور بعد میں کوئی راوی ضعیف اس میں آ گیا۔ پس ضعف متاخر مستدل متقدم کو مضر نہیں اور اگر مقلد متاخر کے استدلال میں مضر ہونے کا شبہ ہو تو اول تو یہ ہے کہ مقلد محض تبرعاً دلیل بیان کرتا ہے اس کا استدلال قول مجتہد سے ہے ثانیاً جب مجتہد کا اس حدیث سے استدلال ہو چکا اور استدلال موقوف ہے حدیث کی صحت پر تو گویا مجتہد نے اس حدیث کی تصحیح کر دی اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے کہ المجتهد اذا استدل بحديث كان تصحيحاله منه پس گو سند اس کی معلوم نہ ہو مگر مقلد کے نزدیک مثل تعلیقات بخاری کے یہ حدیث صحیح ہو گئی۔ پس اس کے استدلال میں مضر نہ ہوئی۔ رہا یہ شبہ کہ ان کی کیا دلیل ہے کہ مجتہد نے اس سے تمسک کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے موافق اس کا قول و عمل ہونا دلیل ظنی ہے اس کے ساتھ تمسک کرنے پر چنانچہ حاشیہ نسائی ص ۲۷۳ میں ابن ہمام کا قول ایک حدیث سے متعلق نقل کیا ہے ترمذی کا کہ العمل عليه عند اهل العلم منہ قوت اصل حدیث کو مقتضی ہے گو خاص طریق ضعیف ہو انتہیٰ اور ظاہر ہے کہ یہ اقتضاء جب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کو ان کا متمسک سمجھا جاوے۔

پس ظن تمسک ثابت ہو گیا اور مسائل ظنیہ میں مقدمات ظنیہ کافی ہیں رہا غیر ثابت ہونا سو اول تو ایسی احادیث روایت بالمعنی ہیں بعض جگہ ان کے شواہد دوسری حدیث میں موجود ہیں۔ چنانچہ کتب تخریج سے معلوم ہو سکتا

ہے تیسرے یہ کہ دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں آتا جیسا شبہ چہار دہم کے جواب میں گزر چکا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا استدلال دوسری دلیل شرعی معتبر سے ہو جیسے قیاس۔ پس کسی حدیث خاص کا ضعف یا عدم ثبوت اس کے دعوئی میں مضر و قادح نہیں ہو سکتا اور اگر تحقیق ہو جاوے کہ بالکل اس مسئلہ میں کوئی دلیل معتبر نہیں ہے اور حدیث صحیح صریح کے خلاف ہے تو اس کے متعلق اجمالا تو جواب شبہ چہار دہم میں گزر چکا ہے اور تفصیلا انشاء اللہ مقصد سوم میں آتا ہے۔

شبہ نواز دہم

جواب شبہ خدانخواستہ حضرت امام اعظم مجتہد نہ تھے

اگر تقلید کی جاوے کسی مجتہد کی کی جاوے۔ امام ابو حنیفہ تو مجتہد بھی نہ تھے کیونکہ مجتہد ہونے کے لئے معرفت احادیث کثیرہ کی شرط ہے اور بقول بعض مؤرخین ان کو کل سترہ ہی حدیثیں پہنچی تھیں اسی طرح ان کو روایت حدیث میں بعض نے ضعیف کہا ہے۔ پس نہ ان کے مسائل پر وثوق ہے نہ ان کی روایت پر اعتماد ہے۔

جواب : جس مؤرخ نے یہ قول سترہ حدیث پہنچنے کا نقل کیا ہے خود اس مورخ نے امام صاحبؒ کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے "ویدل علی انه من کبار المجتهدین فی الحدیث اعتماد مذهبه فیما بینهم والتعویل علیه اعتبارہ ردا وقبولا"

ترجمہ : یعنی امام ابو حنیفہ کی حدیث میں بڑے مجتہد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ علماء کے درمیان ان کا مذہب معتمد سمجھا گیا ہے اور اس کو مستند و معتبر رکھا گیا ہے کہیں بحث و مباحثہ کے طور پر کہیں قبول کے طور پر۔"

اور جب بقول صاحب شبہ مجتہد ہونے کے لئے محدث ہونا ضروری ہے اور واقع میں بھی اسی طرح ہے اور اس مورخ کے قول سے ان کا مجتہد ہونا ثابت ہے۔ پس لامحالہ ان کا محدث ہونا بھی ثابت ہو گیا جیسا ظاہر ہے لان وجود الملزوم یلزم وجود اللازم پھر جو اس مورخ نے ایسا قول لکھ دیا ہے جو خود اس کی اس تحقیق مذکورہ کے خلاف ہے سو یا تو خود اس کی یا کسی کاتب و ناقل کی غلطی ہے یا کسی دوسرے کا قول نقل کر دیا ہے اور یقال سے اس کا ضعیف ہونا بھی بتلا دیا ہے۔ علاوہ اس کے یہ قول خود عقل اور نقل کے مخالف ہے۔ اس لئے اس کی اگر تاویل نہ کی جاوے باطل محض ہے اور چونکہ یہ مؤرخ حسب تصریح شمس الدین سخاویؒ علوم شرعیہ میں باہر نہیں ہے اس لئے اس سے ایسے قول باطل کا صدور ایسے منقولات میں جن کا تعلق علوم شرعیہ سے ہے امر عجیب نہیں۔ نقل کے خلاف تو اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص امام محمدؒ کے مؤطا و کتاب الحج و کتاب الآثار و سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور مصنف ابن ابی شیبہؒ اور مصنف عبدالرزاق اور دارقطنیؒ و بیہقیؒ وطحاویؒ کی تصانیف کو مطالعہ کر کے ان میں سے امام صاحبؒ کے مرویات مرضیہ کو جمع کر کے گئے تو اس قول کا کذب واضح ہو جائے گا اور عقل کے خلاف اس لئے ہے کہ امام صاحب بقول بعض محدثین مثل ابن حجر عسقلانی، ان کے ایک قول کے موافق تبع تابعین سے ہیں اور بقول بعض محدثین مثل خطیب بغدادی و دارقطنی و ابن الجوزی و نووی و ذہبی اور ولی الدین عراقی و ابن حجر مکی و سیوطی اور ایک قول ابن حجر عسقلانی کے تابعین سے ہیں تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہو اور وہ زمانہ بھی شیوع علم و اشاعت دین کا ہو عقل کس طرح تجویز کر سکتی ہے کہ اس شخص کو کل سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اور خود مورخ نے تصریح کر دی ہے کہ جو امر تاریخی صرح

عقل کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں۔ پس امام صاحبؒ کے مجتہد نہ ہونے کا شبہ بالکل رفع ہو گیا۔ رہا روایات میں ضعیف ہونا سو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں یحییٰ ابن معین کا قول امام صاحب کی شان میں نقل کیا ہے لاباس بہ لم یکن متھما (امام صاحب میں کوئی خرابی نہیں اور ان پر شبہ غلطی کا نہیں اھ) اور ابن معین جیسے رئیس النقاد کا کہہ دینا حسب تصریح حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ بجائے ثقہ کہنے کے ہے اور ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔

عن علی ابن المدینی ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارك وحماد بن زید وھشام ووکیع و عباد بن العوام و جعفر بن عون وھوثقة لاباس به وکان شعبة حسن رای فیه وقال یحیی بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة واصحابه فقیل له اکان یکذب قال لا

ترجمہ : علی بن المدینی سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ سے ثوری اور ابن المبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن عوام اور جعفر بن عون نے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ تھے ان میں کوئی امر خدشہ کا نہ تھا اور شعبہ کی رائے ان کے بارہ میں اچھی تھی اور یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے کہ ہمارے لوگ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے بارے میں بہت افراط و تفریط کرتے ہیں۔ کسی نے یحییٰ سے پوچھا کہ آیا وہ غلط روایت بھی کرتے تھے انہوں نے کہا نہیں؟

ایسے اکابر کی تصریح کے بعد شبہ تضعیف کی بھی گنجائش نہیں رہی

ھذا کله ملتقطه من مقدمة عمدة الرعایة للشیخ مولانا عبدالحی الکھنوی

شبہ ۔ بستم

جواب مرجیہ بودن حنفیہ

غنیہ میں اصحاب ابو حنیفہ کو مرجیہ میں شمار کیا ہے پس حنفیہ کا اہل باطل ہونا معلوم ہوا۔

جواب: غنیہ اس وقت مجھ کو نہیں ملی اس کی عبارت کو دیکھ کر معلوم نہیں کیا جواب سمجھ میں آتا۔ لیکن سردست شرح مواقف کی ایک عبارت جو مقام تعداد فرق باطلہ میں ہے نقل کرتا ہوں وہ جواب کے لئے کافی ہے اول مرجیہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ غسانی کو نئی لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وغسان كان يحكيه عن ابى حنيفة ويعده من المرجيه وهو افتراء عليه قصدبه ترويج مذهبه لموافقة رجل كبير قال الامدى ومع هذا اصحاب المقالات قد عدوا ابا حنيفة واصحابه من مرجية اهل السنة ماحل ذلك لان المعتزلة فى الصدر كانوا يلقبون من خالفهم فى القدر مرجيا اولان قال الايمان والتصديق لاينقص ظن ارجاء بنا خير العمل عن الايمان وليس كذلك اذعرف منه البالغة فى العمل والا جتها دفيه

ترجمہ: اور غسان اپنے قول مذکور کو امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا کرتا تھا اور ان کو مرجیہ میں شمار کیا کرتا تھا حالانکہ یہ ان پر افتراء محض تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ ایک بڑے شخص کی موافقت سے اپنے مذہب کو رواج دے علامہ آمدی کہتے ہیں اور باوجود اسکے ناقلین اقوال نے امام ابو حنیفہؒ کو اور ان کے اصحاب کو مرجیہ اہل سنت سے شمار کیا ہے اور غالبًا اس کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ زمانہ سابق میں ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ مسئلہ قدر میں مخالفت کرتے تھے مرجیہ کا

لقب دیتے تھے۔

اور یا وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کا قول ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور وہ زائد و ناقص نہیں ہوتا اس لئے ان پر ارجاء کا شبہ کر لیا گیا کہ وہ عمل کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں اور حالانکہ اس شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ ان کا مبالغہ اور کوشش عبادت میں معروف و مشہور ہے۔ آواس عبارت سے کئی جواب معلوم ہوئے۔

۱۔ غسان نے اپنی غرض فاسد سے آپ پر افتراء کیا۔

۲۔ معتزلہ نے عناداً اہل سنت کو مرجیہ کہا جس میں امام صاحب بھی آگئے۔

۳۔ امام صاحب کی تفسیر ایمان سے غلط شبہ پڑ گیا پس غنیتہ کی عبارت یا تاویل ہے یا نقل میں لغزش ہے کیونکہ مرجیہ کے عقائد باطلہ مشہور ہیں اور ان کی کتابوں میں ان کا رد و ابطال موجود ہے پھر اس کا احتمال کب ہو سکتا ہے۔

شبہ - بست و یکم

جواب شبہ - اپنی نسبت حضرت امام ابو حنیفہؒ کی طرف کیوں کرتے ہیں

اپنے کو چاہئے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسب کر کے محمدی کہا جاوے امام ابو حنیفہؒ کی طرف نسبت کرنا اور حنفی کہنا گناہ یا شرک ہے۔

جواب: اول اس نسبت کے معنی دریافت کرنا چاہیے تاکہ اس کا حکم معلوم ہو سو جاننا چاہیے کہ حنفی کے معنی ہیں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر چلنے والا۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس ترکیب میں مذہب کی نسبت غیر نبی کی طرف کی گئی ہے۔ آیا

یہ کسی ملابست سے جائز ہے یا نہیں؟ سو عرباض بن ساریہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهدين الحديث رواه احمد و ابو داؤد والترمذي وابن ماجه

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۲)

یعنی "اختیار کرو تم میرے طریقہ کو اور خلفاء راشدین مہدیین کے طریقہ کو"

دیکھئے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی طریقہ کو خلفاء راشدین کی طرف مضاف اور منسوب فرمادیا تو معلوم ہوا کہ کسی طریق دینی کا نسبت کردینا غیر نبی کی طرف کسی ملابست سے جائز ہے۔ پس اگر کسی نے مذہب کو کہ ایک طریق دینی ہے امام صاحب کی طرف اس اعتبار سے کہ وہ اس کو سمجھ کر بتلانے والے ہیں منسوب کردیا تو اس میں کون سا گناہ یا شرک لازم آگیا البتہ اگر اس نسبت کے معنی یہ ہوتے کہ نعوذ باللہ ان کو احکام کا مالک مستقل سمجھا جاتا تو بلاشبہ شرک ہوتا۔ مگر اس معنی کے اعتبار سے خود نبی کی طرف بھی نسبت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

قال الله تعالىٰ وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔ یعنی دین سب اللہ ہی کا ہے لیکن ایسا کوئی مسلمان نہیں جو اس اعتبار سے دین کی نسبت غیر نبی یا غیر اللہ کی طرف کرے رہا یہ کہنا کہ بجائے محمدی کے الخ سو غلط محض ہے کیونکہ جب مقصود قائل کا عیسائی و یہودی سے امتیاز ظاہر کرنا ہو اس وقت محمدی کہا جاتا ہے اور جب محمدیوں کے مختلف طریق میں سے ایک خاص طریق کا بتلانا ہو اس وقت حنفی وغیرہ کہا جاتا ہے بلکہ اس وقت محمدی کہنا محض تحصیل حاصل ہے پس ہر ایک کا موقع جدا جدا ہوا بجائے محمدی کے حنفی کوئی نہیں کہتا۔

شبہ - بست و دوم

جواب شبہ - عمل باقوال الصاحبین

تم لوگ بعض مسائل میں صاحبین کا قول لے لیتے ہو یا کہیں دوسرے ائمہ کے بعض اقوال پر فتوے دیتے ہو پھر تقلید شخصی کہاں رہی۔؟

جواب: صاحبین تو اصول میں خود امام صاحب کے مقلد ہیں صرف بعض جزئیات کی تفریع میں جو کہ ان ہی کے اصول سے متخرج ہیں اختلاف کرتے ہیں لہذا بعض مسائل میں حسب قواعد رسم المفتی صاحبین کا قول لے لیتے ہیں اس لئے ترک تقلید لازم نہیں آتا کیونکہ شخصیت میں زیادہ مقصود بالنظر اصول ہیں رہا دوسرے ائمہ کے بعض اقوال لے لینا سو یہ بضرورت شدیدہ ہوتا ہے اور ضرورت کا موجب تخفیف ہونا خود شرع سے ثابت ہے اور جو مفاسد ترک تقلید شخصی میں مذکور ہوئے ہیں وہ بھی اس میں نہیں ہیں اور مقصود تقلید شخصی سے ان ہی مفاسد کا سد کرنا ہے۔ پس اپنے مقصود کے اعتبار سے تقلید شخصی اب بھی باقی ہے۔

شبہ - بست و سوم

جواب شبہ - عدم اتصال مذہب بہ امام صاحب

مقلدین جن اقوال پر عمل کرتے ہیں ان کی سند متصل صاحب مذہب تک نہیں پھر ان کی تقلید کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب: سند کی ضرورت اخبار احاد میں ہے اور متواتر میں کوئی حاجت نہیں۔ اسی وجہ سے قرآن کے اتصال سند کا اہتمام ضروری نہیں سمجھا گیا۔ پس ان اقوال کی نسبت صاحب مذہب تک متواتر ہے کیونکہ جب سے ان سے یہ

اقوال صادر ہوئے ہیں غیر محصور آدمی ان کو ایک دوسرے سے اخذ کرتے رہے گو تعیین ان کے اسماء و صفات کی نہ کی جائے۔ پس یہ نسبت متیقن ہے یا بعض میں مظنون اور عمل کے لئے دونوں کافی ہیں۔

شبہ - بست و چہارم

جواب شبہ - مختلف یا مسکوت عنہ بودن بعض مسائل فقیہ

بعض مسائل میں روایات فقیہ باہم مختلف ہیں اور بعض جزئیات جدید الوقوع سے روایات فقیہ ساکت ہیں پس صورت اولی میں دو مفاسد لازم آویں گے جو عدم تعیین مذہب واحد میں مذکور ہوئے اور صورت ثانیہ میں اجتہاد کا استعمال کرنا پڑے گا جس کا منقطع ہونا و نیز موجب مفاسد ہونا مذکور ہو چکا ہے پس محذور مشترک رہا۔

جواب: اول تو مہمات مسائل جن میں اختلاف ہونا موجب مفاسد تھا مختلف فیہ یا مسکوت عنہ نہیں ہیں۔ پھر ایسی روایات مختلفہ میں اکثر خود فقہاء نے راجح و مرجوح کی تعیین کر دی ہے۔ پس وہاں تو شبہ بھی نہیں اور جہاں جانبین میں تساوی ہو تو چونکہ یہ نسبت مجموعہ اقوال کل مذاہب کے اس کی مقدار بھی قلیل ہے پھر وہ سب ایک ہی اصول سے مقید و وابستہ ہیں اس لئے ایسا اطلاق جو موجب مفاسد ہو لازم نہ آوے گا۔ اسی طرح جزئیات مسکوت عنہا کا جواب مذہب خاص کے اصول سے مستخرج ہو گا اور جواب شبہ نہم میں گزر چکا ہے کہ ایسا مقید اجتہاد بعض مسائل میں اب بھی مفقود نہیں اس لئے اس میں بھی ایسا اطلاق نہ ہو گا جو موجب مفاسد ہو اور مقصود بالذات انسداد مفاسد کا ہے جیسا ابھی جواب شبہ بست دوم میں بیان ہوا ہے۔

شبہ - بست و پنجم

جواب شبہ - غلو بعضے در تقلید

بعض متشددین تقلید شخصی کو مثل فرائض واجبات مقصود بالذات کے بلکہ ان سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں اور غایت جمود سے قرآن و حدیث کے احکام کا ذرا پاس نہیں کرتے جو یقیناً عقیدہ فاسدہ ہے اور شرع میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جو امر موجب فساد عقیدہ خلق ہو وہ ممنوع ہوتا ہے پس تقلید شخصی کو منع کرنا ضرور ہوا۔

جواب : یہ قاعدہ ان امور میں ہے جو شرعاً ضروری نہ ہوں جیسا مقصد پنجم کے اخیر میں اس حدیث کے ذیل میں اس تخصیص کی طرف اشارہ گزر چکا ہے جس میں حضرت عمرؓ کا یہود کی کچھ باتیں لکھنے کی اجازت طلب کرنے کا ذکر ہے اور جو امر شرعاً واجب ہو اگر اس میں مفاسد لازم آئیں تو ان مفاسد کو روکا جائے گا اور اہل مفاسد کی اصلاح کی جاوے گی۔ خود اس امر کو نہ روکیں گے ورنہ خود ظاہر ہے کہ تبلیغ قرآن بعض کے لئے موجب زیادت ضلالت ہوتا تھا مگر تبلیغ کو ایک روز بھی ترک نہیں کیا گیا۔ پس جب تقلید شخصی کا وجوب دلائل شرعیہ سے اوپر ثابت ہو چکا ہے تو اگر اس میں کوئی مفسدہ دیکھا جائے گا اس کی اصلاح کی جاوے گی تقلید شخصی سے نہ روکیں گے۔ چنانچہ رسالہ ہذا میں بھی کئی جگہ طبعاً و ضمناً اس غلو سے روکا گیا ہے اور استقلالاً و قصداً مقصد ہفتم میں آتا ہے۔ ہر چند کہ اس مقام میں کل پچیس شبہوں کا جواب مذکور ہے۔ لیکن امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہی تقریریں قدرے تغیر و تبدل کے ساتھ دوسرے شبہات کی شفاء کے لئے بھی کافی ہوں گی ورنہ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے علماء بتلانے کے لئے جابجا موجود ہیں ان سے مراجعت کر لیں۔

مقصد ہفتم

مقصد ہفتم در منع افراط و تفریط فی التقلید و جواب اقتصاد

جس طرح تقلید کا انکار قابل ملامت ہے اسی طرح اس میں غلو و جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعیین طریق حق اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید مجتہد کی اس کو شارح وبانی احکام سمجھ کر نہیں کی جاتی بلکہ اس کو مبین احکام اور موضح شرائع و مظہر مراد اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اعتقاد کر کے کی جاتی ہے۔ پس جب تک کوئی امر منافی ورافع اس اعتقاد کا نہ پایا جاوے گا اس وقت تک تقلید کی جاوے گی اور جس مسئلہ میں کسی عالم وسیع النظر ذکی الفہم منصف مزاج کو اپنی تحقیق سے یا کسی عامی کو کسی ایسے عالم سے بشر طیکہ متقی بھی ہو بشہادت قلب معلوم ہو جاوے کہ اس مسئلہ میں راجح دوسری جانب ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اس مرجوح جانب میں بھی دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہے یا نہیں۔

اگر گنجائش ہو تو ایسے موقع پر جہاں احتمال فتنہ و تشویش عوام کا ہو' مسلمانوں کو تفریق کلمہ سے بچانے کے لئے اولیٰ یہی ہے کہ اس مرجوح جانب پر عمل کرے۔ دلیل اس کی یہ حدیثیں ہیں۔

حدیث اول

عن عائشة قالت قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم الم تران قومك حین بنوا الكعبة اقتصر واعن قواعد ابراهیم فقلت یا رسول اللة الاتردها علیٰ قواعد ابراهیم فقال لو لاحد ثان قومك بالكفر لفعلت الحدیث اخرجه الستة الا اباداؤد

(تیسیر کلکته ص ۳٦۸ کتاب الفضائل باب سادس فصل ثانی)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تم کو معلوم نہیں کہ تمہاری قوم یعنی قریش نے جب کعبہ بنایا ہے تو بنیاد ابراہیمی سے کمی کر دی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ پھر آپ اسی بنیاد پر تعمیر کرادیجئے۔ فرمایا کہ اگر قریش کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے 'ترمذی اور نسائی اور مالک نے۔

ف : یعنی لوگوں میں خواہ مخواہ تشویش پھیل جاوے گی کہ دیکھو کعبہ گرادیا اس لئے اس میں دست اندازی نہیں کرتا۔ دیکھئے باوجودیکہ جانب راجح یہی تھی کہ قواعد ابراہیمی پر تعمیر کرادیا جاتا مگر چونکہ دوسری جانب بھی یعنی ناتمام رہنے دینا بھی شرعاً جائز تھی گو مرجوح تھی۔ آپؐ نے خوف فتنہ و تشویش اسی جانب مرجوح کو اختیار فرمایا چنانچہ جب یہ احتمال رفع ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسی حدیث کی وجہ سے اس کو درست کردیا گو پھر تعمیر کو حجاج بن یوسف نے قائم نہیں رکھا۔ غرض حدیث کی دلالت مطلوب مذکور پر صاف ہے۔

حدیث دوم

عن ابن مسعود انه صلی اربعاً فقیل له عبت علیٰ عثمان ثم صلیت اربعاً فقال الخلاف شراخرجه ابو داؤد

تیسیر کلکتہ ص ۲۲۹ کتاب الصلوۃ باب ثامن

ترجمہ : حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (سفر میں) فرض چار رکعت پڑھی کسی نے پوچھا کہ تم نے حضرت عثمانؓ پر (قصر کرنے میں) اعتراض کیا تھا پھر خود چار پڑھی آپ نے جواب دیا کہ خلاف کرنا موجب شر ہے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف : اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ باوجودیکہ ابن مسعودؓ کے نزدیک جانب راجح سفر میں قصر کرنا ہے مگر صرف شر وخلاف سے بچنے کے لئے اتمام فرمایا جو جانب مرجوح تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھی جائز سمجھتے تھے۔ بہر حال ان حدیثوں سے اس حدیث کی تائید ہوگئی کہ اگر جانب مرجوح بھی جائز ہو تو اسی کو اختیار کرنا اولیٰ ہے اور اگر اس جانب مرجوح میں گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راجح میں حدیث صحیح صریح موجود ہے۔ اس وقت بلا تردد حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگا اور اس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہوگی۔ کیونکہ اصل دین قرآن وحدیث ہے اور تقلید سے یہی مقصود ہے کہ قرآن وحدیث پر سہولت و سلامتی سے عمل ہو۔ جب دونوں میں موافقت نہ رہی قرآن وحدیث پر عمل ہوگا۔ ایسی حالت میں بھی اسی پر جما رہنا یہی وہ تقلید ہے جس کی مذمت قرآن وحدیث واقوال علماء میں آئی ہے۔ چنانچہ حدیث ہے۔

عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسمعتہ یقراء اتخذوا احبار ھم ورھبا نھم اربا بامن دون اللہ قال انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا احلوا شیئا استحلوہ واذاحرموا علیھم شیئا حرموہ اخرجہ الترمذی

تیسیر ثلثہ ص ۵۹ کتاب التفسیر سورہ برآۃ

ترجمہ : حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ آیت پڑھتے سنا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا رکھا تھا۔ خدا کو چھوڑ کر اور ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ان کی عبادت نہ کرتے تھے لیکن وہ جس چیز کو حلال کہہ

دیتے وہ اس کو حلال سمجھنے لگتے اور جس چیز کو حرام کہہ دیتے اس کو حرام سمجھنے لگتے۔"

مطلب یہ ہے کہ ان کے اقوال یقیناً ان کے نزدیک بھی کتاب اللہ کے خلاف ہوتے مگر ان کو کتاب اللہ پر ترجیح دیتے سو اس کو آیت وحدیث میں مذموم فرمایا گیا اور تمام اکابر و محققین کا یہی معمول رہا کہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ قول ہمارا یا کسی کا خلاف حکم خدا اور سول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے، فوراً ترک کر دیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

عن نميلة الانصاری قال سئل ابن عمرؓ عن اکل انفنفذ فتلا قل لا اجد فيما اوحی الی محر ما علی طاعم يطعمه الاية فقال شيخ عنده سمعت ابا هريرة يقول ذکر انفنفذ عند رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال خبيث من الخبائث فقال ابن عمران كان قال هذا رسول الله صلی الله عليه وسلم فهو کما قال اخرجه ابو داؤد

(تيسير جلد٤ ص ٤٠٤ کتاب الطعام باب ثانی فصل اول المقنفذ)

ترجمہ: نمیلہ انصاری سے روایت ہے کہ کسی نے ابن عمرؓ سے کچھوے کے کھانے کو پوچھا انہوں نے یہ آیت قل لا اجد الخ پڑھ دی جس سے اشارہ کرنا حکم حلت کا تھا۔ ایک معمر آدمی ان کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے کہا میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھوے کا ذکر آیا تو آپؐ نے یہ فرمایا کہ منجملہ خبائث کے وہ بھی خبیث ہے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے تو حکم یونہی ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

علماء حنفیہ بھی ہمیشہ اس عمل کے پابند رہے چنانچہ جواب شبہ چہار

دہم میں ان حضرات کا امام صاحب کے بعض اقوال کو ترک کر دینا مذکور ہو چکا ہے جس سے منصف آدمی کے نزدیک ان حضرات پر تعصب و تقلید جامد کی اس تہمت کا غلط ہونا تحقیق ہو جاوے گا جس کا منشاء اکثر روایات پر بلا درایت نظر کرنا ہے اور مقصد سوم میں ایسی نظر کا غیر معتمد علیہ ہونا ثابت کر دیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں ترک تقلید کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں گستاخی وبد زبانی کرنا یا دل سے بدگمانی کرنا کہ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ان کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو یا بسند ضعیف پہنچی ہو یا اس کو کسی قرینہ شرعیہ سے ماؤل سمجھا ہو اس لئے وہ معذور ہیں اور حدیث نہ پہنچنے سے ان کے کمال علمی میں طعن کرنا بھی بدزبانی میں داخل ہے کیونکہ بعض حدیثیں اکابر صحابہؓ کہ جن کا کمال علمی مسلم ہے کسی وقت تک نہ پہنچی تھیں مگر ان کے کمال علمی میں اس کو موجب نقص نہیں کہا گیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

عن عبید بن عمیرؓ فی قصة استیذان ابی موسیٰ علی عمرؓ قال عمر خفی علیٰ هذا من امر النبی صلی الله علیه وسلم الهانی المصتفق بالا سواق الحدیث باختصار

بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲

ترجمہ عبید بن عمیرؓ سے حضرت ابو موسیٰ کے حضرت عمرؓ کے پاس آنے کی اجازت مانگنے کے قصہ میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھ سے مخفی رہ گیا مجھ کو بازاروں میں جا کر سودا سلف کرنے نے مشغول کر دیا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف دیکھو اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس وقت تک حدیث استیذان کی اطلاع نہ تھی لیکن کسی نے ان پر کم علمی کا طعن نہیں کیا۔

یہی حال مجتہد کا سمجھو کہ اس پر طعن کرنا مذموم ہے۔ اسی طرح مجتہد کے اس مقلد کو جس کو اب تک اس شخص مذکور کی طرح اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا اور اس کا اب تک یہی حسن ظن ہے کہ مجتہد کا قول خلاف حدیث نہیں ہے اور وہ اس گمان سے اب تک اس مسئلہ میں تقلید کر رہا ہے اور حدیث کو رد نہیں کرتا لیکن وجہ موافقت کو مفصل سمجھتا بھی نہیں تو ایسے مقلد کو بھی بوجہ اس کے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے متمسک ہے اور اتباع شرع ہی کا قصد کر رہا ہے برا کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح اس مقلد کو اجازت نہیں کہ ایسے شخص کو برا کہے جس نے بعذر مذکور اس مسئلہ میں تقلید ترک کر دی ہے کیونکہ ان کا یہ اختلاف ایسا ہے جو سلف سے چلا آیا ہے جس کے باب میں علماء نے فرمایا کہ اپنا مذہب ظنا صواب محتمل خطاء اور دوسرا مذہب ظنا خطاء محتمل صواب ہے جس سے یہ شبہ بھی دفع ہو جاتا ہے کہ سب جب حق ہیں تو ایک ہی پر عمل کیوں کیا جائے۔ پس جب دوسرے میں بھی احتمال ثواب ہے تو اس میں کسی کی تضلیل یا تفسیق یا بدعتی وہابی کا لقب دینا اور حسد وبغض وعناد نزاع وغیبت وسب وشتم وطعن ولعن کا شیوہ اختیار کرنا جو قطعاً حرام ہیں کس طرح جائز ہوگا۔

معنی اہل سنت وجماعت

البتہ جو شخص عقائد یا اجماعیات میں مخالفت کرے یا سلف صالحین کو برا کہے وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے کیونکہ اہل سنت وجماعت وہ ہیں جو عقائد میں صحابہؓ کے طریقہ پر ہوں اور یہ امور ان کے عقائد کے خلاف ہیں لہٰذا ایسا شخص اہل سنت سے خارج اور اہل بدعت وہوئی میں داخل ہے۔ اسی طرح جو شخص تقلید میں ایسا غلو کرے کہ قرآن وحدیث کو رد کرنے لگے ان دونوں قسم کے شخصوں سے حتی الامکان اجتناب واحترام لازم سمجھیں اور مجادلہ

متعارفہ سے بھی اعراض کریں۔ وھذا ھوالحق الوسط واما ماعد اذلك فغلط وسقط اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

خاتمہ

خاتمہ دردلائل بعض مسائل

اس میں چند مسائل جزئیہ نماز کے دلائل حدیث سے لکھے ہیں تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ مقلدین حنیفہ بھی عامل بالحدیث ہیں اور ان مسائل کے تخصیص کی دو وجہ ہیں۔ اول تو یہ کہ ان میں شور وشغب زیادہ ہے دوسرے یہ وسوسہ آسکتا ہے یا ڈالا جاسکتا ہے کہ جس مذہب کی نماز ہی جو کہ افضل العبادات اور روزانہ متکرر الوقوع ہے حدیث کے خلاف ہو۔ اس مذہب میں حق ہونے کا کب احتمال ہو سکتا ہے' سو اس سے یہ وسوسہ دفع ہو جائے گا اور ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ان مسائل میں دوسری جانب حدیث نہیں بلکہ اس کام پر یہ دعویٰ کرنا بھی ضروری نہیں کہ دوسری جانب مرجوح ہے نہ یہ دعویٰ ہے کہ ان استدلالات میں کوئی خدشہ یا احتمال نہیں کیونکہ مسائل ظنیہ کے لئے دلائل ظنیہ کافی ہیں اور ایسے احتمالات مضر ظنیت نہیں ہوتے بلکہ مقصود صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہم بھی بے راہ نہیں چل رہے تاکہ موافقین تردد سے اور معترضین بدزبانی وبدگمانی سے نجات پاویں۔ اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب دوسری جانب بھی حدیث ہے تو تم اس حدیث کے کیوں مخالف ہوئے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو دنیا میں کوئی عامل بالحدیث نہیں اصل یہ ہے کہ جب ایک حدیث کی وجہ سے دوسری حدیث میں مناسب تاویل کرلی جاتی ہے تو اس کی مخالفت بھی باقی نہیں رہتی وہ مسائل مع دلائل یہ ہیں۔

مسئلہ اولیٰ

مسئلہ مثلین

ایک مثل پر ظہر کا وقت رہتا ہے؟

حدیث

عن ابی ذرّ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال لہ صارد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد (حتی ابرد) الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جہنم

(بخاری مصطفائی ج ۱ ص ۸۷)

ترجمہ: ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے مؤذن نے ارادہ کیا کہ اذان کہے آپؐ نے ارشاد فرمایا ذرا ٹھنڈا وقت ہونے دے۔ پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپؐ نے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے۔ پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپؐ نے پھر فرمایا ٹھنڈا ہونے دے یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف۔ وجہ استدلال ظاہر ہے کہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ ٹیلہ کا سایہ جس وقت اس کے برابر ہوگا تو اور چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ معلوم ہوگا۔ جب اس وقت اذان ہوئی تو ظاہر ہے کہ نماز فراغ صلوٰۃ کے قبل ایک مثل مصطلح سے سایہ تجاوز کر جاوے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کہ ایک مثل کے بعد وقت باقی رہتا ہے اور ایک استدلال حدیث قیراط سے مشہور ہے۔

مسئلہ دوم

وضو کر کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

حدیث

عن طلق بن علیؓ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مس الرجل ذکرہ بعد ما یتو ضاء قال وھل ھو الابضعۃ منہ رواہ ابو داؤد والترمذی والنسائی وروی ابن ماجہ

نحوہ مشکوٰۃ انصاری ج ۱ ص ۴۲

ترجمہ: طلق بن علی سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص بعد وضو کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگاوے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ بھی آدمی ہی کا ایک پارہ گوشت ہے (یعنی ہاتھ لگانے سے کیا ہو گیا) روایت کیا اس کو ابو داؤد و ترمذی اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے اس کے قریب۔

ف: دلالت حدیث کی مسئلہ پر ظاہر ہے۔

مسئلہ سوم

ناقض نبودن مس زن

عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حدیث

عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتوضا، رواہ ابو داؤد والترمذی

والنسائی وابن ماجة

(مشکوۃ انصاری ج ۱ ص ۳۳)

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیتے تھے پھر بدون تجدید وضو نماز پڑھ لیتے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

حدیث دیگر

عن عائشة قالت كنت انام بين يدى رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجلائى فى قلبته فاذا اسجد غمزنى فقبضت رجلى واذا قام استطيلهما فقالت البيوت يومئذ ليس فيها مصا بيح متفق عليه

(مشکوۃ انصاری ص ٦٦)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو سوتی رہا کرتی اور میرے پاؤں آپؐ کی نماز کے رخ ہوتے تھے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو میرا بدن ہاتھ سے دبا دیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی۔ اور حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ان دنوں میں گھروں میں چراغ کی عادت نہ تھی۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

ف: پہلی حدیث سے قبلہ اور دوسری حدیث سے لمس کا غیر ناقص وضو ہونا ظاہر ہے۔

مسئلہ چہارم

مسئلہ فرضیت مسح ربع راس

وضو میں چوتھائی سر پر مسح کرنے سے فرض وضو ادا ہو جاتا ہے البتہ سنت پورے سر کا مسح ہے۔

حدیث

عن المغيرة بن شعبة قال ان النبى صلى الله عليه وسلم توضاء، فمسح بنا صيته الحديث رواه مسلم

(مشکوۃ انصاری ج ۱ ص ۲۸)

ترجمہ: مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔

ف: اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے پورے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ صرف اگلے حصہ کا کیا اور مسح کے معنی ہیں پھیرنا اور اگر ہاتھ سر پر پھیرنے کے لئے رکھا جائے تو بقدر ربع سر کے ہاتھ کے نیچے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اتنے مسح سے بھی وضو کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ پنجم

مسئلہ عدم اشتراط تسمیہ در وضو

اگر وضو میں بسم اللہ ترک کرے تب بھی وضو ہو جاتا ہے البتہ ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

حدیث

عن ابی هریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ذکر اللہ تعالیٰ اول وضوئہ طہر جسدہ کلہ واذا لم یذکراسم اللہ لم یطہر منہ الاموضع الوضوء اخرجہ زرین

(تیسیر کلکتہ ص ۲۸۱)

ترجمہ : ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام لے اس کا تو کل بدن پاک ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کا نام نہ لے یعنی بسم اللہ نہ کہے اس کے اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو زرین نے۔

ف۔ سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں فرض صرف اعضاء وضو کا دھونا ہے نہ تمام اعضائے بدن کا جب بدوں بسم اللہ پڑھے ہوئے اعضائے واجب التطہیر طاہر ہو گئے تو اس کا وضو ادا ہو گیا۔

مسئلہ ششم

مسئلہ عدم جہر بہ تسمیہ در نماز

نماز میں بسم اللہ پکار کر نہ پڑھے۔

حدیث

عن انس قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فکانو یستفتحون بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی اول قرآت ولا

اخرجا صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲

ترجمہ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی سب حضرات الحمد سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ نہ پڑھتے تھے نہ قرات کے اول میں نہ آخر میں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف اس سے صاف معلوم ہوا کہ نہ الحمد میں بسم اللہ پکار کر پڑھی جاتی تھی اور نہ قراۃ میں۔

مسئلہ ہفتم

مسئلہ قرات نبودن خلف الامام

امام کے پیچھے کسی نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے۔

حدیث : عن ابی موسیٰ الاشعری وعن ابی ہریرۃ قال رسول الله صلی الله علیہ وسلم واذا قرا فانصتوا الحدیث مسلم ج ۱ ص ۱۷٤ ومشکوٰۃ عن ابی داؤد والنسائی وابن ماجہ)

ترجمہ ابو موسیٰ اشعریؓ وابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ جب امام نماز میں کچھ پڑھا کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابو داؤد اور نسائی وابن ماجہ نے۔

ف اس حدیث میں نہ سری کی قید ہے نہ جہری کی نہ الحمد کی نہ سورت کی بلکہ نماز بھی مطلق ہے اور قراءۃ بھی مطلق ہے اس لئے سب کو شامل ہے۔ پس دلالت مقصود پر واضح ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے لا صلوۃ لمن لم یقراء بفاتحۃ الکتاب یہ اس شخص کے لئے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہو نہ اس

شخص کے لئے جو امام کے ساتھ پڑھے اور اس کی تائید اس حدیث موقوف سے ہوتی ہے۔

حدیث : عن ابی نعیم وهب بن کیسان انه سمع جابرین عبدالله یقول من صلی رکعة لم یقرا، فیها بام القرآن فلم یصل الاوراء الامام

(هذا حدیث حسن صحیح ترمذی ج ۱ ص ٤٢)

ترجمہ : ابو نعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ صحابی سے سنا' فرماتے تھے کہ جو کوئی ایک رکعت بھی ایسی پڑھے جس میں الحمد نہ پڑھی ہو تو اس کی نماز نہیں ہوئی بجز اس صورت کے کہ اس نے امام کے پیچھے نہ پڑھی ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور حدیث کو انہوں نے حسن صحیح کہا ہے۔

ف : وجہ تائید ظاہر ہے۔ دوسرا جواب حدیث لاصلوة لمن لم یقرا، بفاتحه الکتاب کا یہ ہے کہ اس میں قراۃ عام ہے۔ حقیقیہ اور حکمیہ کو یعنی خود پڑھے یا امام کے پڑھنے کو اسی کا پڑھنا قرار دیا جاوے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حدیث : عن جابرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان له امام فقراة الامام له قراة ابن ماجه

(اصح المطابع ص ٦١)

ترجمہ : حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرات گویا اسی شخص کی قرات ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ف : وجہ تائید ظاہر ہے اور اس تاویل کی نظیر کہ رفع تعارض کے لئے

قرات کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو۔ حدیث میں موجود ہے کہ حضرت کعب نے رفع تعارض کے لئے صلوٰۃ کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس تاویل کی تقریر فرمائی وہ حدیث مختصراً یہ ہے۔

عن ابی ہریرۃ فی اتیانہ الطور ولقائہ کما قال کعب ھی اخر ساعۃ من یوم الجمعۃ قبل ان تغیب الشمس فقلت الیس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لایصا دفھا مؤمن وھو فی الصلوٰۃ ولیست تلک الساعۃ صلوۃ قال الیس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی وجلس ینتظر الصلوٰۃ فھم فی صلوۃ حتی تاتیہ الصلوٰۃ التی تلیھا قلت بلی قال فھو کذلک نسائی مجتبائی ج ۱ ص ۲۱۱)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے ان کے کوہ طور پر تشریف لے جانے اور حضرت کعب سے ملنے کے قصے میں روایت ہے کہ کعبؓ نے کہا کہ وہ ساعت قبولیت کی یوم جمعہ کی آخری ساعت ہے، غروب آفتاب سے پہلے ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت قبولیت کسی مومن کو نماز پڑھتے ہوئے ملی اور حالانکہ یہ وقت نماز کا نہیں ہے۔ حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ جو شخص نماز پڑھ کر اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو وہ اگلی نماز کے انے تک نماز ہی میں رہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں واقعی فرمایا تو بے انہوں نے فرمایا بس یوں ہی سمجھو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف: نظیر ہونا ظاہر ہے اور یہ جو حدیث میں ایا ہے کہ لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لاصلوۃ لمن لم یقراء بھا یعنی میرے پیچھے اور کچھ مت پڑھا کرو، بجز الحمد کے کیونکہ جو شخص اس کو نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی

اور اس سے مقتدی پر فاتحہ کا وجوب نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ چونکہ فاتحہ میں یہ شرف ہے کہ نماز کا وجود یا کمال علی اختلاف الاقوال اس کی قرأت پر موقوف ہے گو وہ قرات حکمیہ ہی کیوں نہ ہو جیسا اوپر گزرا۔ اس شرف کی وجہ سے اس میں یہ نسبت دوسری سورتوں کے یہ خصوصیت آگئی ہے کہ ہم اس کی قرات حقیقیہ کی بھی اجازت دیتے ہیں اور گو ماز اد علی الفاتحہ بھی موقوف علیہ وجود یا کمال صلوٰۃ کا ہے علیٰ اختلاف الاقوال لیکن اس کی کوئی فرد معین موقوف علیہ نہیں اور فاتحہ بالتعیین موقوف علیہ ہے۔

پس غایت مافی الباب مفید جواز کو ہے اور نہی سے استثنا ہونا اس کے مناسب بھی ہے اور اول حدیث میں جو انصتوا صیغہ امر کا ہے وہ مفید نہی عن القراۃ کو ہے۔ پس حسب قاعدہ اذا تعارض المبیح والمحرم ترجیح المحرم جواز کو منسوخ کہا جاوے گا۔ اب کسی حدیث سے اس مسئلہ پر شبہ نہیں رہا۔

مسئلہ ہشتم

مسئلہ عدم رفع یدین بجز تحریمہ

رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں کرے پھر نہ کرے۔

حدیث: عن علقمة قال قال عبدالله بن مسعود الا اصلی بكم صلوٰة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلى فلم يرفع يديه الا فی اول مرة وفی الباب عن البراء بن عازب حديث ابن مسعودؓ حديث حسن ترمذی ج ۱ ص ۳۶)

ترجمہ: علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور

صرف اول بار میں یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو حسن کہا اور یہ بھی کہا کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء سے بھی آئی ہے۔

حدیث : عن البراء ان رسول الله صلی الله علیه وسلم كان اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه الیٰ قريب من اذنيه ثم لا يعود ابو داؤد

(مجتبائی ج ص ۱۱۶)

ترجمہ : حضرت براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کرتے اور پھر نہ کرتے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف : دلالت دونوں حدیثوں کی مقصود پر واضح ہے۔

مسئلہ نہم

مسئلہ اخفاء آمین

آمین جہری نماز میں بھی آہستہ کہے۔

حدیث : عن علقمه بن وائل عن ابيه ان النبی صلى الله عليه وسلم قراء غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال امين وخفض بها صوته

(ترمذی ج ۱ ص ۳۵)

ترجمہ : علقمہ بن وائلؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیهم ولاالضآلین پڑھ کر پست آواز سے آمین فرمائی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔“

اور عینی میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد طیالسی اور ابو یعلی

موصلی اپنے مسانید میں اور طبرانی اپنے معجم میں اور دار قطنی اپنے سنن میں اور حاکم اپنے مستدرک میں ان لفظوں سے لائے ہیں واخفی بھا صوتہ یعنی پوشیدہ آواز سے آمین فرمائی اور حاکم کتاب القراۃ میں لفظ خفض لائے ہیں اور حاکم نے اس حدیث کی نسبت یہ بھی کہا ہے صحیح الاسناد ولم یخرجاہ یعنی اس کی سند صحیح ہے اور پھر بھی بخاری اور مسلم اس کو نہیں لائے اور ترمذی نے جو اس پر شبہات نقل کئے ہیں علامہ عینی نے سب کا جواب دیا۔ چنانچہ اس کا خلاصہ حاشیہ نسائی مجتبائی ج ا ص ۱۴۸) میں مذکور ہے۔

مسئلہ دہم

دست بستن زیر ناف

قیام میں ہاتھ زیر ناف باندھے۔

حدیث : عن ابی جحیفة ان علیا قال من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوٰة والیضعهما تحت السرة

حدیث دیگر : عن ابی وائل قال قال ابو ہریرة اخذ الکف علی الکف فی الصلوٰة تحت السرة ابو داؤد

(السحة ابن الاعرابی ج ۱ ص ۱۱۷)

ترجمہ : ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جاوے اور ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاتھ کا پکڑنا ہاتھ سے نماز کے اندر ناف کے نیچے ہے۔ روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو ابو داؤد نے۔

حدیث دیگر : عن ابی جحیفة ان علیاً قال السنة وضع الکف فی الصلوٰة ولیضعهما تحت السرة اخرجه زرین

(تیسیر کلکته ص ۲۱٦ کتاب الصلوة باب خامس

ف : یہ وہی پہلی روایت ہے وہاں ابو داؤد مخرج تھے یہاں زریں ہیں اور دلالت سب حدیثوں کی مطلوب پر ظاہر ہے۔

مسئلہ یازدہم

مسئلہ ہیئت قعدہ اخیرہ

قعدہ اخیرہ میں اسی طرح بیٹھے جیسے قعدۂ اولی میں بیٹھتے ہیں۔

حدیث : عن عائشة فی حدیث طویل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول فی کل رکعتین التحیة وکان یفترش رجله الیسری وینصب رجله الیمنیٰ مسلم مجتبائی ج ۱ ص ۱۹٤)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور بائیں پاؤں کو بچھاتے تھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اس حدیث میں افتراش کی ہیئت میں آپؐ کی عادت کا بیان ہے جو اطلاق الفاظ سے دونوں قعدوں کو شامل ہے اور اقتران جملہ متضمنہ فی کل رکعتین کا مؤید عموم ہو نا مزید بر آں ہے۔

حدیث دیگر : عن وائل بن حجرؓ قال قدمت المدینة قلت لانظرن الیٰ صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما جلس یعنی للتشهد افترش رجله الیسری ووضع یده الیسری یعنی علیٰ فخذة الیسریٰ ونصب رجله الیمنی قال ابو عیسی هذا حدیث حسن صحیح والعمل علیه عند اکثر اہل العلم ترمذی ص ٤٠

ترجمہ : وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں مدینہ آیا تو میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا۔ پس جب آپؐ تشہد کے لئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور داہنا پاؤں کھڑا کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے۔

ف : ہر چند کہ فعل کے لئے فی نفسہ عموم نہیں ہوتا مگر جب قرائن موجود ہوں تو عموم ہو سکتا ہے۔ یہاں ایک صحابی کا نماز دیکھنے کے لئے اہتمام کرنا جس کے لئے عادۃً لازم ہے کہ مختلف نمازیں دیکھی ہوں پھر اہتمام سے اس کا بیان کرنا یہ قرائن ہیں اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اس کا بیان نہ کرنا یہ قرائن ہیں اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اس کو بھی بیان کرتے کیونکہ سکوت موہم غلطی ہے ان سے ظاہر یہ ہے کہ دونوں قعدوں کی ہیئت بھی ایک تھی۔

حدیث دیگر : عن عبدالله ابن عمر عن ابيه قال من سنة الصلوٰة ان نصب القدم واستقباله باصابعها القبلة والجلوس على اليسرى

(نسائی ج ۱ ص ۱۷۳)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاحبزادے اپنے باپ یعنی عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سنت نماز کی یہ ہے کہ قدم کو کھڑا کرو اور اس کی انگلیاں قبلہ کی طرف کرو اور بائیں پاؤں پر بیٹھو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف : یہ حدیث چونکہ قولی ہے اور قول میں عموم ہوتا ہے اس لئے اس کی دلالت میں وہ شبہ بھی نہیں۔

مسئلہ دوازدہم

مسئلہ درعدم جلسہ استراحت

پہلی اور تیسری رکعت سے جب اٹھنے لگے سیدھا کھڑا ہو جاوے بیٹھے نہیں۔

حدیث عن ابی هريرةؓ قال كان النبی صلی الله عليه وسلم ينهض فی الصلوٰة علی صدور قدميه قال ابو عيسی حديث ابی هريرة عليه العمل عنداهل العلم ترمذی ص ۳۹

ترجمہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں پر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ ابو ہریرہؓ کی حدیث پر عمل ہے اہل علم کے نزدیک۔

ف : دلالت واضح ہے۔

مسئلہ سیزدہم

مسئلہ قضاء سنت فجر بعد طلوع آفتاب

جماعت میں سے جس شخص کی سنت فجر کی رہ جاوے وہ بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔

حدیث عن ابی ہریرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من لم يصل ركعتی الفجر فليصلهما بعدما تطلع الشمس ترمذی ج ۱ ص ۵۹

ترجمہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی دو سنت نہ پڑھی ہو وہ بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔ روایت

کیا اس کو ترمذی نے۔

ف : دلالت ظاہر ہے۔

مسئلہ چہار دہم

مسئلہ سہ رکعت بودن وتر بیک سلام ودر قعدہ وقنوت قبل الرکوع ورفع یدین وتکبیر قنت

وتر تین رکعت ہیں اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرے لیکن دو رکعت پر التحیات کے لئے قعدہ کرے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور قنوت سے پہلے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے۔

حدیث : عن ابی بن کعب قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقراء فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الرکعة الثانیة بقل یا ایها الکفرون وفی الثالثة بقل هوالله احدو لا یسلم الافی اخرهن الحدیث

حدیث دیگر : عن سعید بن هشام ان عائشه حدثته ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر

(نسائی ج ۱ ص ۲٤۸)

خلاصہ تینوں حدیثوں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرتے تھے بالکل اخیر میں پھیرتے تھے اور قنوت قبل رکوع کے پڑھتے تھے۔ روایت کیا تینوں احادیث کو نسائی نے۔

حدیث : عن عائشة فی حدیث طویل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقدأ فی کل رکعتین التحیة مسلم

(مجتبائی ج ۱ ص ۱۹٤)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف : یہ حدیث مسئلہ یازدہم میں آچکی ہے۔

حدیث: اخرج البیهقی وغیره عن ابن عمر وابن مسعودؓ رفع الیدین مع التکبیر فی القنوت عمدة الرعایة لمو لانا عبدالحی ص ۹۹ لطبع اصح المطابع

ترجمہ : بیہقی وغیرہ نے ابن عمرؓ وابن مسعودؓ سے قنوت میں اللہ اکبر کے ساتھ رفع یدین کرنا روایت کیا ہے۔

ف : مجموعہ احادیث سے مجموعہ مطالب ظاہر ہیں اور مسلم کی حدیث میں لفظ کل رکعتیں اپنے عموم سے وتر کی اولیین کو شامل ہونے میں نص صریح ہے۔

مسئلہ پانزدہم

مسئلہ نبودن قنوت در فجر

صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔

حدیث: عن ابی مالك الاشجعی قال قلت لابی یا ابت انك قد صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بكرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ ههنا الكوفه نحوامن خمس سنین اكانوا یقنتون قال ای بنی محدث

رواه الترمذی والنسائی وابن ماجه مشكوٰة شریف ج۱ ص۱۰٦

ترجمہ : ابو مالک اشجعی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکرؓ کے اور حضرت عمرؓ کے اور حضرت عثمانؓ کے اور پانچ سال تک یہاں کوفہ میں حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا یہ حضرات قنوت پڑھا کرتے تھے (یعنی نماز فجر میں کیونکہ یہ حدیث اسی میں وارد ہے) انہوں نے کہا کہ بیٹا یہ بدعت ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

ف: دلالت مدعا پر ظاہر ہے یہ کل پندرہ مسئلے ہیں بطور نمونہ کے لکھ دیئے ہیں۔ اسی طرح بفضلہ تعالیٰ حنفیہ کے دوسرے مسائل بھی حدیث کے خلاف نہیں ہیں مطولات کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ وھذا اخر ماأردت ایرادہ الان وکان تلسویدہ فی العشرۃ الوسطی وتبییضہ فی العشرۃ الاخیرۃ فی رمضان ۱۳۳۱ھ من الھجرۃ النبویۃ علی صاحبھا مالا یحصی من الصلوٰۃ والتحیۃ فی کورۃ تھانہ بھون صانھا اللہ تعالیٰ عن شر والمحن فقط

اشعار در متابعت فحول واز اشاعر از بشارت قبول

متابعت فحول بشارت قبول

ہر چند کہ استدلالیات میں اقناعیات کا لانا ظاہرا بے محل ہے اس لئے مجھ کو ان اشعار کے لانے میں تردد تھا لیکن اختتام تسوید پر منام میں قلب پر وارد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں صحابہ کی تنشیط ورطبع کے لئے ایک کلام موزوں ارشاد فرمایا تھا جس پر صحابہؓ نے بھی جوش میں آکر شعر پڑھا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر محمود کی ترغیب کے لئے اشعار ذکر کرنا موافقت سنت کے لئے ہے اھ۔ اس منام سے وہ تردد بھی رفع ہوا اور ایک دوسرا احتمال بھی کہ مضامین رسالے

کے صواب و خطا ہونے کے متعلق ھٰذا تھا دفع ہوا کیونکہ سنت سے غیر صواب کی تائید نہیں کی جاتی اور بدیں وجہ کہ استدلال اس پر موقوف نہیں اقتناعیت بھی مضر نہیں چونکہ رویاء بروئے حدیث مبشرات سے ہے اس لئے امید ہے کہ یہ تحریر مقبول ہو گی اور یہ محض حق تعالیٰ کا فضل و کرم ہے ورنہ اس ناکارہ کا کوئی عمل اس کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اب اول حدیث خندق کی پھر رویا کے مبشرات ہونے کی لکھتا ہوں۔ پھر اشعار معدودہ مثنوی معنوی سے نقل کر کے آخر میں لکھتا ہوں۔

حدیث خندق

عن انسؓ قال خرج النبی صلی الله علیه وسلم الی الخندق فاذا المهاجرون والانصار یحفرون فی غداة باردة ولم یکن لهم عبید یعلمون ذلك لهم فلما رائی مالبهم من النصب والجوع قال اللهم ان العیش عیش الاخرة فاغفر الانصار والمهاجرة فقالوا مجیبین له نحن الذین بایعوا محمد اعلی الجهاد بقینا ابدًا اخرجه الشیخان والترمذی

، تیسیر کلکتہ ص ۳۲۱ کتاب الغزوات غزوۃ الخندق

حدیث رؤیا

عن ابی ہریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یبق بعدی من النبوة الاالمبشرات قال الرؤیا یا الصالحة اخرجه البخاری متصلا ومالك عن عطاء مرسلاو زادیر اها الرجل اوتری له

، تیسیر کلکتہ ص ۸۹ کتاب التعبیر فصل اول

اشعار مثنوی

باہو اوٗ آرزو کم باش دوست
چوں یضلک عن سبیل اللہ اوست
ایں ہوار انشمتہ اندر جہاں
ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہاں
آں رہے کہ بارہا تو رفتہ
بے قلاوٗ زاندراں آشفتہ
پس رہے راکہ نرفتی تو ہیچ
ہیں مرد تنہا زرہبر سر مپیچ!
اندر آور سایہ آں عاقلے
کش نتاند برداز رہ ناقلے
پس تقرب جو بدو سوئے الہ
سر مپیچ از طاعت اوہیچ گاہ
زانکہ ادھر خار را گلشن کند
دیدہ ہر کور را روشن کند
دستگیر و ہندہ خاص آلہ
طالباں رامی بردتا پیش گاہ
یار باید راہ را تنہا مرد
از سر خود اندریں صحرا مرد
ہر کہ تنہا نادر ایں راہ را برید
ہم بعون ہمت مرداں رسید

کتبہ : اشرف علی التھانوی الفاروقی الحنفی الچشتی الامدادی غفرلہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دلالۃ بر عقل واہتداء امام اعظم بتلویحات کتاب و سنت و تصریحات اکابر امت

برائے تقویت مقدمہ مذکور جواب شبہ دوم مقصد ششم بقولہ نہ وہ علم و ہدایت سے معرا تھے الخ آیۃ واخرین منھم لما یلحقوا بھم سورہ جمعہ تفسیر آیۃ حدیث وقت نزول آیت کے حضرت ابوہریرہؓ کے تین بار پوچھنے پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو کوئی شخص یا یہ فرمایا کہ ایک شخص ان (اہل فارس) میں سے اس کو لے لیتا۔ بخاری کتاب التفسیر، شرح حدیث بقول محدثین۔ حافظ سیوطی نے فرمایا کہ یہ حدیث امام صاحب کی طرف اشارہ کرنے میں اصل صحیح قابل اعتماد ہے علامہ شامی صاحب سیرت تلمیذ سیوطی نے کہا ہے کہ ہمارے استاد یقین کرتے تھے کہ اس حدیث سے امام صاحب کا مراد ہونا امر ظاہر ہے بلاشبہ ہے۔ کیونکہ اہل فارس میں علم کے اس درجہ کو کوئی نہیں پہنچا۔

حدیث : علامہ ابن حجر مکی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم کی رونق ۱۵۰ھ میں اٹھ جاوے گی۔ شارح شمس الدین کردری نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام صاحب پر ہی محمول ہے کیونکہ آپ کا اسی سنہ میں انتقال ہوا ہے۔

حدیث سوم مع الشرح : محمد بن حفص نے حسن سے انہوں نے سلیمان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی تفسیر میں کہ قیامت قائم نہ ہو

گی یہاں تک کہ علم خوب شائع ہو جاوے گا فرمایا ہے یعنی ابو حنیفہؒ کا علم برکات صحابہؓ امام صاحب کے والد ماجد ثابت اپنے صغر سن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے برکت فرمائی۔ ابن حجر نے فرمایا کہ حسب قول امام ذہبیؒ یہ امر صحت کو پہنچے گا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو صغر سنی میں دیکھا ہے اور آپ کو اتنا ہوش تھا کہ آپ نے خود فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ کو کئی بار دیکھا ہے اور وہ سرخ خضاب فرمایا کرتے تھے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں بھی امام صاحب کا حضرت انسؓ کو دیکھنا نقل کیا ہے۔ شیخ ولی الدین نے فرمایا کہ امام صاحب کا روایت کرنا صحابہ سے درجہ صحت کو نہیں پہنچا مگر حضرت انسؓ کی روایت سے مشرف ہوئے ہیں۔

پس اگر روایت صحابی پر اکتفا کیا جاوے تو امام صاحب تابعی ہیں۔ پس فضیلت آیت وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ بھی آپ کو شامل ہو گی اور اگر روایت شرط ہو تو نہیں۔ تاہم خیر القرون الخ کی برکت سے ضرور مشرف ہوں گے اور بعض علماء نے روایت میں ثابت کیا ہے جیسا تبیض الصحیفہ میں ابو مشعر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری شافعی سے منقول ہے۔ برکات اہل بیت نبوت مفتاح السعادت میں ہے کہ آپ کے والد ثابت کی وفات کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ سے حضرت امام جعفر صادقؒ نے عقد فرمایا اور آپ نے حضرت جعفرؒ کی گود میں پرورش پائی۔ بشارت تابعی بہ نسبت روحانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خطیب نے تاریخ میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کھول کر آپ کے استخوان مبارک پہلے سینہ سے لگانا اور حضرت محمد بن سیرین کا آپ کے نشر علم دین میں سب سے زیادہ ہونے کی تعبیر دینا بیان کیا ہے۔

اسماء بعض شیوخ امام صاحبؒ

حماد بن سلیمان۔ سلمہ بن کہیل۔ سماک بن حرب۔ عبداللہ بن دینار۔ عطاء بن ابی رباح۔ عطاء بن السائب۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ نافع مولیٰ ابن عمر۔ علقمہ بن مرثد۔ محمد بن السائب، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، ہشام بن عروہ، قتادہ، عمرو بن دینار، عبدالرحمٰن بن ہرمز وغیرہم مماذکر والحافظ المزی نے تہذیب الکمال مفتاح السعادت میں چار ہزار بتلائے ہیں۔

بعض رواۃ و تلامذہ۔ عبداللہ بن مبارک عبداللہ بن یزید مقری عبدالرزاق بن ہمام، عبدالعزیز بن ابی رواد، عبداللہ بن یزید القرشی ابو یوسف محمد زفر، حسن داؤد طائی، وکیع، حفص بن غیاث، حماد بن ابی حنیفہ وغیرہم مماذکر ہم المزی والتکھوی۔

اور علامہ سیوطی اور علی قاری نے آپ کے مشائخ و تلامذہ کو بسط سے لکھا ہے اور چونکہ حسب حدیث المرء علی دین خلیلہ اصحاب متبوعین و تابعین کے احوال بھی ایک قسم کی علامت ہے لہٰذا شیوخ و تلامذہ کا ایزاد مناسب سمجھا گیا۔

اسماء بعض اکابر مادحین امام صاحب از متقدمین و متاخرین کہ مدح شان بحدیث انتم شہداء اللہ فی الارض دلیل شرعی است

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی شعبہ، عبداللہ ابن مبارک، ابو داؤد بن جریج، یزید بن ہارون، سفیان، شداد بن حلیم، مکی بن ابراہیم، یحییٰ بن سعید قطان، اسد بن عمرو، عبدالعزیز بن رواد، سیوطی، ابن حجر مکی، ذہبی ابن خلکان یافعی، ابن حجر عسقلانی، نووی، غزالی ابن عبد مالکی، یوسف بن عبدالہا، حنبلی، خطیب عبداللہ بن داؤد جوینی، صاحب

قاموس شمس الائمہ کر دری دمیری، عبدالوہاب شعرانی طحاوی، سبط لئن الجوزی، وغیرہم۔

بعض کلمات مدحیہ منقولہ از علماء مذکورین

البصر، فقیہہ، امام، اورع، عالم، متعبد، کبیر الشان، معرض عن الدنیا محتاج الیہ فی الفقہ، ثقۃ قائم بالحجۃ اعلم الفقہ، حافظ سنن وآثار، حسن الرائے مجاہد فی العبادۃ، کثیر البکاء فی اللیل، اعقل، ذکی سخی، موثر تقی کثیر الخشوع، کثیر الصمت دائم التضرع، صاحب الکرامات، عابد، زاہد عارف باللہ مرید وجہ اللہ بالعلم کمیۃ وکیفیۃ تفقہ۔

سیوطی نے بواسطہ خطیب کے ابی حمزہ بشکری کا سماع خود امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ حدیث سن کر دوسری طرف نہیں جاتا ہوں اور صحابہؓ کے اقوال میں ایک کو دوسرے پر اختیار کرتا ہوں اور تابعین سے مزاحمت و مقابلہ کرتا ہوں اور آپ نے بقول خطیب خوارزمی اسی ہزار مسائل سے زیادہ وضع فرمائے۔

وفات: بعد برداشت فرمانے ظلم وایذاء شدید کے جب آثار موت کے ظاہر ہوئے سجدہ میں گر گئے اور اسی میں وفات فرمائی۔ هذا کله من مقدمة الهداية والسعاية والمنافع الكبير و التعليق المجد لمولانا عبدالحی المرحوم اللكهنوی

ملخص مرام

جب ایسے دلائل قویہ نے امام صاحب کے ایسے فضائل سنیہ ثابت ہوں، پس آپ کے علم واجتہاد میں کیا کلام ہے اور یہی مدار ہے مقتدائی الدین لائق تقلید ہونے کا جو کہ مقصود مقام ہے۔ فقط ختم شد

فرق در تقلید وبیعت شخصی

سوال: (۵۸۶) حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ایضاح الحق الصریح کی ایک عبارت نظر سے گذری، اس سے ایک شبہ واقع ہوا لہٰذا اصل عبارت نقل کرنے کے بعد شبہ عرض کرتا ہوں ازالہ فرما کر تشفی فرمادی جاوے۔

عبارت: استحسانات اکثر متاخرین از فقہاء وصوفیہ کہ بناء بر ظن حصول بعضے منافع دینیہ ومصالح شرعیہ بدوں تمسک بدلیلے از دلائل شرعیہ واصلی از اصول عبادات یا معاملات اختراع می نمایند یا تحدید اصلی از اصول دینیہ حدوث خاصہ احداث می کنند یا ترویج امرے کہ شامل در قرون سابقہ بود برروئے کار می آرند یا احتمال امرے کہ دراں از منہ مروج بود بعمل می آرند مثل نماز معکوس ووجوب تقلید شخصی معین از ائمہ مجتہدین ومثل تحدید، ذکر کلمہ تہلیل باوضاع مخصوصہ از اعداد وضربات وجلسات وتحدید ماء کثیر بعشر فی العشر وترویج مسائل قیاسیہ وکشفیہ واستغراق جمیع ہمت خود دراں واخمال ظاہر کتاب وسنت مگر بطریق تبرک وتیمن ہمہ از قبیل بدعت حقیقۃ است وآنچہ در مقام عذر آں میگویند ہر چند کہ ایں امر محدث است اما مشتمل بر مصلحتے از مصالح دینیہ است یا اصل آں در شرع ثابت است اگرچہ خصوصیت مذکورہ محدث باشد پس مجرد ایں عذر امور مذکورہ راز حد بدعات خارج نمی گرداند الخ۔

دوسری عبارت: اما تخریجات متاخرین فقہاء مثل تحدید ماء کثیر بعشر فی العشر بنا بر قیاس بر زمیں متعلقہ چاہ ومثل حکم بوجوب تقلید مجتہدے معین از مجتہدین سابقین وحکم بالتزام بیعت شخصی معین از شیوخ طریقت بناء بر قیاس بر اطاعت

امام وقت و التزام بیعت او وامثال آں از تخریجات غیر محصورہ کہ منقول از متاخرین فقہا وصوفیہ است وکتب فقہ و سلوک باں مملوو مشحون است واکثر اتباع ایشاں ہمیں تخریجات محدثہ را احکام شریعت واسرار طریقت می انگارند ہمہ از قبیل بدعات است ودلائل ایشاں ہمہ از قبیل لطائف شعر و نکات مخیلہ است کہ ہرگز احکام مذکور را از بدعت خارج نمی گرداندو در دائرہ شریعت ایمانیہ وطریقہ احسانیہ داخل نمی کنند الخ۔

تقریر شبہ: وجوب تقلید شخصی التزام بیعت شخص معین تحدید اعداد درود وظائف باوضاع مخصوصہ وغیرہ ایسے امور جن کی نافعیت فی الدین عندالمحققین مجرب ہے یہ تو ظاہر ہے کہ یہ امور فی ذاتہا مقاصد میں سے نہیں بلکہ دیگر مقاصد دینیہ ضروریہ کے لئے مقدمات ہیں اور خود فی ذاتہا ایسے دنیاوی محضہ بھی نہیں کہ جن پر ترتب اجر کی توقع نہ ہو اور یہ امور بہیآتہا الکذائیہ زمانہ خیر القرون میں بھی پائے نہ جاتے تھے، گو ان کا اطلاق عمومات نصوص کے ماتحت داخل ہے مگر شخصیات کذائیہ ضرور محدث ہیں تو پھر ان میں اور دیگر بدعات میں جن کا اطلاق نصوص سے ثابت اور ہیئت کذائی محدث میں کیا فرق ہو گا اگر محض دنیاوی ہیں تو دلائل شرعیہ سے ان کا ثابت کرنا کیونکر درست ہو گا اور منکرین پر نکیر کرنا شرعاً کس طرح جائز ہو گا۔

الغرض اصل مسئلہ کی حقیقت اور حضرت شہیدؒ کی عبارات کا صحیح مطلب یا تحقیقی جواب تحریر فرما کر تشفی فرمادی جاوے اپنی اصلاح کے لئے خصوص دعاء کا طالب ہوں۔ والسلام۔

الجواب: فی رد المحتار سنن الوضوء ان کان مما واظب علیه الرسول صلی الله علیه وسلم اوالخلفاء الراشدون من بعده سنة وَالا فمندوب و نفل الخ ص١٠٦. ١٣٠ فی الدر

المختار بحث النية والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار وقيل سنة يعنى احبه لسلف اوسنة علمائنا ولم ينقل عن المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين بل قيل بدعت فى دررالمحتار قوله قيل سنة عزاه فى التحفة والاختيار الى محمد وصرح فى البدائع بانه لم يذكره محمد فى الصلاة بل فى الحج فحملوا الصلوة على الحج قوله الخ اشاربه للاعتراض على المصنف بان معنى القولين واحد سمى مستحبا باعتبار انه احبه علماء ناو سنة باعتبار طريقة حسنة لهم ام لاطريقة النبى صلى الله عليه وسلم كما حرره فى البحرقوله بل قيل بدعت نقله فى الفتح وقال فى الحيلة دلعل الاشبه انه بدعة حسنة عند قصد جمع العزيمة لان الانسان قد يغلب عليه تفرق خاطر وقد استفاض ظهور العمل به فى كثير من الاعصار فى عامة الامصار فلاجرم انه ذهب فى المبسوط والهداية والكافى الى انه ان فعله ليجمع عزيمة قلبه فحسن فيندفع ماقيل انه يكره الخ فى درالمختار احكام الامامة ومبتدع اى صاحب بدعة وهى اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لالمعاندة بل بنوع شبهة فى روالمحتار قوله اى صاحب بدعة اى محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الادلة على اهل الفرق الضالة و تعلم النحو المفهم للكتاب والسنة و مندوبة كا حداث نحو رباط ومدرسة و كل احسان لم يكن فى الصدر الاول و مكروهة كزخرفة المساجد و مباحة كالتوسع بلذيذ الماكل والمشارب والثياب كما فى شرح الجامع الصغير المناوى عن تهذيب النووى و مثله فى

الطريقة المحمدية للبركوى

ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے (اول) سنت کے کئی معنی ہیں منقول عن الرسول صلی الله علیه وسلم والخلفاء الراشدین کما دکرفی عبارة واظب علیه الرسول صلی الله علیه وسلم او الخلفاء الراشدون منقول عن الرسول صلی الله علیه وسلم او الصحابة اوالتابعین کمافی عبارة ازلم ینقل عن المصطفی ولا الصحابة ولا التابعین منقول عن العلماء کما فی عبارة اوسنة علماء نافی تفسیر السنة وفی عبارة انه طریقة حسنة لهو ای العلماء اور چونکہ بدعت مقابل سنت کے ہے کما ہو ظاہر۔ اس لئے اسی طرح پر بدعت کے بھی کئی معنی ہوں گے۔ یعنی سنت کے ہر معنی کے مقابل (۱) غیر منقول عن الرسول (۲) غیر منقول عن الرسول والخلفاء، (۳) غیر منقول عن الرسول اوالصحابہ اوالتابعین، (۴) غیر منقول عن العلماء اور یہ تعدد محض ظاہری ہے۔ ورنہ حقیقت میں سنت کے معنی ہیں۔ هی الطريقة المسلوكة فى الدين كما هو مذكور بعد العبارة الاولى باسطر اور سب معانی سنت کو شامل ہیں اور بدعت کے معنے ہیں اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لالمعاندة بل بنوع شبهة یا بعنوان دیگر ما احدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم اوعمل اوحال الخ كذا فى الدر المختار ورد المحتار فى بحث الامامة قلت وهذا التلقى عام كان بلا واسطة اوبواسطة الادلة الشرعية كما هو معلوم من القواعد و هذا المعنى الحقيقى للبدعة مراد فى قوله صلى الله عليه وسلم من احدث فى امرنا هذا ماليس منه افهورد الحديث اى ادخل فى

الدين ماهو خارج من الدين والثابت بالادلة داخل فی الدين لاخارج منه،

پس سنت حقیقیہ و بدعت حقیقیہ جمع نہیں ہو سکتیں، لیکن بدعت صوریہ سنت حقیقیہ کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے چنانچہ تلفظ بہ نیت الصلوٰۃ کو سنت کہا گیا ہے، بعض معانی کے اعتبار سے کہ وہ معنی ایک قسم ہے سنت حقیقیہ کی اور بدعت بھی کہا گیا ہے بعض معانی کو سنت کے مقابلہ کے اعتبار سے اسی لئے حلیہ کی عبارت مذکورہ میں اس کو بدعت مان کر حسن کہا گیا ہے، جو صریح ہے جواز اجتماع بعض اقسام بدعت مع السنۃ الحقیقیہ میں اور یہ اجتماع حضرت عمرؓ کے قول نعمت البدعۃ سے بھی مؤید ہوتا ہے جیسا جزئی حقیقی کلی کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بدعت حسنہ کی جو بعض اکابر نے نفی کی ہے اور مشہور اثبات ہے یہ نزاع لفظی ہے نافی نے اپنی اصطلاح میں بدعت کو حقیقی کے ساتھ خاص کیا ہے، اور مثبت نے بدعت کو عام لے لیا ہے، اور یہی راز ہے کہ صحابہ کو تو کسی امر کے منقول عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہونے سے اس کے سنت ہونے میں تردد ہوتا تھا، اور بعد کے حضرات کو صحابہ یا تابعین سے منقول نہ ہونے سے تردد ہوتا تھا وہلذا حتی کہ ہمارے لئے وہ چیز بھی سنت ہو گی جو علماء راسخین نے اصول شرع سے سمجھا ہے۔ اس سے بھی تعداد معانی سنت کی تقویت ہو گئی جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا اب مولانا کے کلام کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ان دونوں عبارتوں میں جن چیزوں کو بدعت قرار دیا ہے ان کا بالمعنی الاعم بدعت ہونا تو منافی سنت نہیں لیکن بدعت بدعت حقیقیہ ہونا اس صورت میں صحیح ہے جب ان کو احکام مقصودہ فی الشرع سمجھا جاوے، اس وقت ان پر بدعت حقیقیہ کا حکم کرنا صحیح ہو گا، چنانچہ دوسری عبارت میں یہ قول اس کا قرینہ ہے ہمیں تخریجات محدثہ را احکام شریعت و

اسرار طریقت می انگارند۔ اور عبارت اول کو اسی پر محمول کیا جاوے گا کیونکہ محکوم علیہ دونوں عبارات میں ایک ہی چیزیں ہیں بتفاوت یسیر لایعتبر ولا یوثر فی الحکم، پس مولانا کے کلام کی تو توجیہ سے فراغت ہوئی، لیکن اگر کوئی شخص ان کو احکام مقصودہ فی الشرع نہ سمجھے اور ان کے بدعت وغیر بدعت ہونے کی تحقیق کا طالب ہو تو اس کے لئے ایک ایک جزئی کی تفصیل کرتا ہوں، اسی سے قواعد کلیہ بھی سمجھ میں آجاویں گے جن سے دوسرے امور غیر مذکورہ فی المقام کا بھی حکم ہو جاوے گا پس معروض ہے۔

نماز معکوس کا دین سے کوئی تعلق نہیں وہ ایک قسم کا مجاہدہ ہے اور مثل معالجات طبیہ کے نفس کی تادیب کے لئے ایک معالجہ ہے، اس درجہ میں اس کو سمجھنا بدعت نہیں، البتہ اگر اس سے کوئی بدنی ضرر کا اندیشہ ہو تو معصیت ہے ورنہ مباح مثل دیگر ریاضات بدنیہ کے اور اگر اس کو کوئی قربت سمجھے تو بدعت ہے۔

تقلید شخصی اس کو حکم مقصود بالذات سمجھنا بیشک بدعت ہے، لیکن مقصود بالغیر سمجھنا یعنی مقصود بالذات کا مقدمہ سمجھنا بدعت نہیں بلکہ طاعت ہے۔

تحدید کلمہ تہلیل الخ ذکر کو مقصود سمجھنا اور مطلق زیادت عدد کو زیادت اجر کا سبب سمجھنا اوضاع وضربات وجلسات کو از قبیل مصالح طبیہ سمجھنا بدعت نہیں اور خود ان کو قربات سمجھنا بدعت ہے۔

تحدید ماء کثیر اس کو مقصود سمجھنا بدعت ہے اور عوام کے انتظام کے لئے بلا شبہ مطلوب بالغیر ہے۔

ترویج مسائل قیاسیہ وکشفیہ واستغراق تجمیع ہمت خود دراں الخ اس میں ظہور مراد کا قرینہ خود اس کے بعد موجود ہے یعنی احتمال ظاہر کتاب سنت مگر بطریق

تبرک و تیمن اس طریق پر بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے لیکن اگر ہر چیز اپنے درجہ میں رہے تو وہ بدعت نہیں اور جو درجہ اعمال میں بدعت ہے اس میں یہ عذر بعد میں مذکور ہے ظاہر ہے کہ نافع و مقبول نہیں جیسا مولانا نے فرمایا۔

حکم بالتزام بیعت اس پر مبنی کیا گیا ہے اس اعتبار سے بیشک بدعت و زیادت فی الدین ہے اور اگر دوسری بناء صحیح ہو اور وہ بناء وہ ہے جس کے اعتبار سے طبیب کے اتباع شخصی کا التزام کیا جاتا ہے اور اسی کے لوازم میں سے اس کا قائل ہونا بھی ہے کہ اس کے التزام کو ترک کر دینا یا دوسرے کے اتباع سے بدل دینا جائز ہے تو اس صورت میں کوئی وجہ نہیں بدعت ہونے کی اس کے بعد تخریجات کی نسبت جو فرمایا ہے محمل اس کا وہی صورت ہے جب حدود سے آگے بڑھا دیا جاوے اعتقاداً یا عملاً آگے ان کے دلائل کے متعلق فرمایا ہے مراد ان سے وہ دلائل ہیں جو اکثر جہلاء کالعلماء نے ان مقاصد پر اختراع کئے ہیں نہ کہ دلائل صحیحہ جو بفضلہ تعالیٰ احقر کی تالیفات میں مذکور ہیں اس کے بعد تقریر شبہ میں سوال کیا گیا ہے کہ ان میں اور دیگر بدعات میں کیا فرق ہے اگر اہل بدعت ان کو حدود سے نہ بڑھاتے تو یہ سوال سب امور میں تو نہیں بعض امور میں صحیح تھا لیکن مشاہدہ ہے کہ وہ ان بدعات کو داخل دین بلکہ عبادات منصوصہ سے بدرجہا زیادہ اور موکد خواہ اعتقاداً یا عملاً سمجھتے ہیں اور مخاطبین سے اس قدر بغض رکھتے ہیں جتنا کفار سے بھی نہیں اور امور مذکورہ بالا کے اختیار کرنے والے ایسے غلو سے منزہ ہیں پس ان دونوں قسم کے اعمال میں فرق ظاہر ہے۔

الکلام علی سبیل التنزل فی المقام

جو توجیہ حضرت مولانا شہیدؒ کے کلام کی ذکر کی گئی ہے اگر اس کو کوئی قبول نہ کرے تو اخیر جواب یہ ہے کہ مولانا نہ مجتہد تھے نہ اپنے سے سابق

علماء سے فائق تھے اگر ہم مولانا کا ادب تو ملحوظ رکھیں اور ان کے ارشاد کو حجت نہ سمجھیں تو ہمارے کسی التزام کے خلاف نہیں غایت مافی الباب ان کے اس ارشاد سے یہ مسائل بھی مختلف فیہ ہو جاویں گے جس میں نہ قائل پر ملامت نہ قائل کا اتباع واجب، واللہ اعلم، ولقبت ہذہ النجالۃ باعداد الجنۃ للتوقی عن الشبہۃ فی اعداد البدعۃ والسنۃ

(کتب لسابع رمضان ۵۲ ۱۳ھ النور محرم ۵۴ھ ص ۱۰)

تقلید و اتباع میں فرق ہے یا نہیں

سوال: (۶۰۸) علمائے اہل حدیث...... لفظ اتباع و تقلید کے مفہوم میں فرق کرتے ہیں۔ مجھ کو اس میں عرصہ سے ذوقاً و اتباعاً للاکابر کلام ہے اھ (اس کے بعد اس فرق اور اتحاد کو ایک طویل تقریر میں نقل کیا ہے)

الجواب: اتباع و تقلید میں جو فرق بدرجہ تبائن یا اتحاد بدرجہ تساوی دونوں قولوں میں نقل کیا گیا ہے، وہ سمجھ میں نہیں آیا، جو میرے ذہن میں آتا ہے وہ عرض کرتا ہوں۔

اول ایک مقدمہ ممہد کرتا ہوں، پھر اپنا خیال لکھوں گا،

مقدمہ یہ ہے کہ لفظ تقلید فنون شرعیہ میں بوجہ اصطلاح کے لغوی معنی میں مستعمل نہیں، اور اتباع میں کوئی اصطلاح منقول نہیں، اس لئے وہ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہے اور اس کے لغوی معنی ظاہر ہے کہ تقلید سے عام ہیں، اب سوال کا جواب ظاہر ہے کہ ان دونوں کے معنی میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی اتباع عام ہے ہر موافقت کو خواہ وہ تقلید ہو یا غیر تقلید حتی کہ اگر متبع کے پاس مستقلاً بھی دلیل ہو یعنی وحی جیسے ارشاد ہے۔ ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا یا جیسا ارشاد ہے فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ یا دلیل مستقل بالمعنی للمذکور کا اتباع ہو جیسے ارشاد ہے اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ

اِلَیْکُمْ من ربکم ما انزل خود دلیل شرعی ہے یا صاحب دلیل مستقل بالمعنی المذکور کا اتباع ہو جیسے ارشاد ہے لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ۔ یا تبع دلیل کا اتباع ہو جیسے ارشاد ہے وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ، مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ خود دلیل واضح ہے، اس کے اتباع کو اتباع کہا گیا، اور ان سب اتباعوں پر تقلید مصطلح صادق نہیں آتی حتی کہ مجتہد کے لئے تقلید مجتہد کی اجازت نہیں دی جاتی، اور اتباع سے منع کی کوئی وجہ نہیں، اور تقلید کی اصطلاحی تفسیر میں گو کچھ اختلاف بھی ہو مگر ہر تفسیر پر وہ خاص ہے، اتباع مجتہد کے ساتھ محض دلیل اجمالی کی بناء پر بلا انتظار دلائل تفصیلیہ کے گو دلائل معلوم بھی ہو جاویں مگر ان کا انتظار نہیں ہوتا حتی کہ اگر دلیل معلوم نہ ہوتی یا معلوم ہونے کے بعد اس میں کوئی شبہ غیر قطعیہ عارض ہو جاوے، تب بھی اتباع کا التزام باقی ہے اور کسی جگہ دونوں کا جمع ہو جانا خواہ حق میں یا باطل میں یہ تباین کے تو منافی ہے مگر تساوی کو مستلزم نہیں، اصل مفہوم دونوں کا تتبع موارد استعمال سے یہی معلوم ہوتا ہے، لیکن تجوزات بالقرائن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور حاصل اختلاف قائلین بالاتحاد اور بالتبائین کا نزاع لفظی ہے جو تابع ہے تفسیر الفاظ کا جس سے احکام واقعیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا حق حق ہے خواہ اس کا کچھ نام رکھ لیا جاے (۳ شعبان ۵۴ ۱۳ھ (النور ص ۷ رمضان ۵۵ ۱۳ھ) اور باطل باطل ہے خواہ اس کا کچھ نام رکھ لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۰۶)

حکم اقتداء خلف غیر مقلد و مبتدع و مخالف مذہب مقتدی

سوال (۲۹۳) غیر مقلد کے پیچھے حنفی کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اور کیسے ہوتی ہے۔

الجواب: غیر مقلد بہت طرح کے ہیں۔ بعضے ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز

پڑھنا خلاف احتیاط یا مکروہ یا باطل ہے چونکہ پورا حال معلوم ہونا فی الفور مشکل ہے اس لئے احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۴ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

(امداد صفحہ ۹ ج ۱)

سوال (۲۹۴) بعض موحد مومن نیت پیچھے بدعتی کے نہیں کرتے یہ کیسا ہے اور بعض کا قول ہے کہ پڑھ لیوے مگر دوبارہ اپنی نماز اعادہ کر لیوے۔

الجواب: ہر چند کہ مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے کمافی الدر المختار و مبتدع مگر تنہا پڑھنے سے جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے وفی النھر صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعۃ در مختار وفی رد المحتار افادان الصلوۃ خلفھما اولی من الانفراد اھ اور اعادہ ہر چند کہ وقت ترک سنت کے مستحب ہے لیکن بعض طبکہ اعادہ (اس وقت یہی ذہن میں آیا اور اصل دلیل یہ ہے کہ جو سنت نماز میں داخل ہے اس کے ترک سے اعادہ ہے یہاں ایسا نہیں ۱۲ منہ) میں ترک سنت لازم نہ آوے۔ اور یہاں اعادہ میں ترک جماعت کہ سنت ہے لازم آتا ہے پس اعادہ کچھ ضرور نہیں

(امداد صفحہ ۱۰۲ ج ۱)

سوال (۲۹۵) اگر بعد اذان مغرب کے باوجود موجود ہونے امام کے چھ سات منٹ توقف کیا جاوے بغذر یا بغیر عذر کے آیا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: تخلف جماعت سے خواہ مغرب میں ہو یا دوسرے وقت میں بے عذر بہت برا ہے کما ورد لایتخلف عنھا الاالمنافق البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو یا امام موافق المذہب کا انتظار تو جائز ہے۔ مثلاً شافعی امام پہلے پڑھتا ہے اگر حنفی کے انتظار میں بیٹھا ہے کچھ حرج نہیں۔

(عبارت واضح نہیں اس وقت مطلب یہ سمجھا گیا تھا کہ امام نماز شروع کرادے پھر بھی کوئی شخص علیحدہ بیٹھا رہے یہ کیسا ہے جواب اسی پر منطبق ہے۔ اور اگر سوال کا یہ مطلب ہو کہ امام اور جماعت سب کے سب کسی وجہ سے ٹھیرے رہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک وقت مستحب باقی رہے تاخیر جائز ہے۔ مغرب میں بھی اذان سے نماز کا اتصال واجب نہیں ۱۲ منہ مگر اس جواب پر بھی بعض علماء نے کلام کیا ہے جو کہ ملخصات تتمہ اولیٰ میں درج ہے اور ہم نے اصطلاحات میں اس کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں حکم جواز سے مطلقاً کراہت کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ کراہت تحریمی کی نفی مقصود ہے

(۱۲ تصحیح الاغلاط صفحہ ۱۷)

ولوكان لكل مذہب امام كمافى زماننا فالا فضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر على ما استحسنه عامة المسلمين و عمل به جمهور المؤمنين من اهل الحرمين والدمشق و مصرو الشام ولا عبرة بمن شنمنهم شامی ج۱ ص۳۷۹ والله اعلم

اقتداء بغیر مقلد

سوال (۲۹۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کی بابت کہ آمین بالجہر و رفع الیدین اور نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والے و نیز امام کے پیچھے الحمد پڑھنے والوں کے پیچھے ہم اہلسنت جماعت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب قرآن شریف و حدیث سے ہو۔

الجواب: ان لوگوں کا اختلاف حنفیہ کے ساتھ صرف ان ہی مسائل فرعیہ میں ہے یا عقائد میں بھی اور یہ لوگ امام ہونے کی حالت میں آیا مسائل طہارت میں

مراعات خلاف کی کرتے ہیں یا نہیں۔ ۲۸ر شعبان ۱۳۳۷ھ

(تتمہ خامسہ صفحہ ۹۰)

سوال (۷۲۹) تمہید مسئلہ اقتداء بالمخالف کے باب میں ایک قول کی نسبت علم الفقہ میں یہ عبارت ہے۔ درحقیقت یہ قول بالکل بے دلیل اور نہایت نفرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے۔ اگر اس قول پر عمل کیا جاوے تو آپس میں سخت افتراق پڑ جائے گا اور بڑی مشکل پیش آئے گی۔ اس پر غلاۃ فی البدعات نے غیر مہذب عنوان سے رد لکھا۔ اور مؤلف کے حق میں یہ الفاظ لکھے نہ سنی ہے نہ حنفی نہ اسے امام بنانا حلال نہ اس کے پیچھے نماز جائز نہ اس کا وعظ سننا روا (وہ) خود رائے ہے اور کج فہم بے ادب ائمہ کے ساتھ گستاخ اور مسائل شرعیہ کی توہین کرنے والا اور خود اپنے اقرار سے فاسق معلن وہابی غیر مقلد ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے اور نہ اس کا وعظ سننا چاہئے۔ وہ عوام الناس کو گمراہ کرتا ہے اس کے نزدیک ہرگز نہ جانا چاہئے ایسے گندم نما جو فروش سے اجتناب چاہئے۔ اس کو فاسق سمجھیں اس کی مدح نہ کریں کہ فاسق کی مدح سے غضب ذوالجلال اترتا ہے غیر مقلدین کے بعض عقائد کو اچھا سمجھنے کے سبب مستحق کفر ہے آہ مولف کی جماعت نے خانقاہ کی تحریر چاہی اولاً عذر کر دیا گیا ثانیاً مکرر استدعاء پر جواب ذیل دیا گیا۔

مکرمی سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ لفافہ حاملہ تین قطعات مطبوعہ اور کارڈ موصول ہوئے مجھ کو جواب تحریر کرنے کا مکرر مشورہ دیا گیا ہے امتثالاً للامر کچھ لکھتا ہوں (اور اگر رائے ہو میری طرف سے اس کی اشاعت کی بھی اجازت ہے) جس کے ملاحظہ سے معلوم ہو جائے گا کہ میں جواب کس عذر کے سبب نہ لکھتا تھا حاصل اس عذر کا یہ ہے کہ میرا جواب اصل مسئلہ کو من کل الوجوہ مفید نہیں اور میری کیا تخصیص ہے شاید کسی حنفی سے ایسا جواب

ملنے کی توقع نہ ہو گی جو من کل الوجوہ مفید اور موافق ہو گو من وجہ جو ایک اعتبار سے اصل مقصود ہے ضرور مفید ہے۔

امر اول: اس لئے کہ اس مسئلہ فرعیہ میں مجملہ اقوال مختلفہ کے میرے نزدیک احوط وہ تفصیل ہے جو در مختار میں بحر سے نقل کی ہے بقوله ان يتقن المراعات لم يكره او عدمهاله يصح وان شك كره اور جس کی ترجیح ردالمحتار میں حلبی سے نقل کی ہے بقوله هذا هو المعتمد لان المحققين جنحوا اليه وقواعد المذهب شاهدة عليه الخ البتہ اس تفصیل کے جزو ثالث کو میں ماؤل و مقید سمجھتا ہوں تاویل یہ کہ مراد کراہت سے خلاف اولیٰ ہے تقیید یہ کہ اپنے مذہب کا امام بدوں ارتکاب کسی محذور اعراض عن الجماعۃ وغیرہ کے میسر ہو ومبنى التاويل مانقله فى رد المحتار عن حاشية الرملى على الاشباه الذى يميل اليه خاطرى القول بعدم الكراهة اذالم يتحقق منه مفسد اه ووجه التقييد ظاهر۔ نیز مراعات کا محل صرف فرائض ہیں۔ كمافى رد المحتاراى المراعات فى الفرائض من شروط اركان فے تلك الصلوة وان لم يراع فى الواجبات والسنن كما هو ظاهر سياق كلام البحرو ظاهر كلام شرح المنية ايضاً حيث قال واما الاقتداء بالمخالف فى الفروع کا لشافعى فيجوز مالم يعلم منه مايفسد الصلوة على اعتقاد المقتدى عليه الاجماع انما اختلف فى الكراهة اه قلت وفى التمثيل بالشافعى الذى الاصل فيه عدم التعصب خرج من الحكم القائلون بحرمة التقليد المدعون للاجتهاد لانفسهم الذين الغالب فيهم التعصب وقد صرحوا بكراهة الاقتداء بالمتعصب۔ اور چونکہ میں اس کو احوط سمجھتا ہوں اور احتیاط شرعاً محمود و

مطلوب ہے چنانچہ زمعہ کا قصہ صحاح میں مذکور ہے کہ آپ نے ولد کو فراش کا حق فرمایا اور باوجود اس کے حضرت سودہؓ کو اس مولود سے احتجاب کا حکم دیا جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر اس قول کا غیر راجح ہونا بھی ثابت ہو جاوے وانی لا خذ ذلك تب بھی احتیاط کے لئے اس کو اخذ کرنا احفظ للدین ہو گا اس لئے اس قول احوط کو بے دلیل اور نہایت نفرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل اور موجب افتراق شدید و اشکال عظیم قرار دینے کو میں پسند نہیں کرتا۔ بلکہ کسی مسئلہ مجتہد فیہا پر بھی ہم جیسوں کا ایسا حکم کرنا غیر مرضی ہے خصوص جب کہ سلف سے ایسا جزئیہ منقول بھی ہو چنانچہ مدونہ مالکؒ میں ہے قال وسئل مالك عمن صلى خلف رجل يقرء بقراء ة ابن مسعود قال يخرج ويدعه ولايا ثم به قال و قال مالكؒ من صلى خلف رجل يقراء بقراء ة ابن مسعودؓ فليخرج وليتركه قلت فهل عليه ان يعيد اذاصلے خلفه فى قول مالك قال ابن القاسم ان قال لنايخرج فارى انه يعيد فى الوقت وبعده ص٨٤ قلت و ظاهران من كان يقرء بقراء ة ابن مسعود فهو يعتقد هاقرانا ومع ذلك لم يجوز مالك الصلوٰة خلفه والمسئله مجتهد فيها كما يظهر من مراجعة نيل الاوطارباب الحجة فى الصلوٰة بقراء ة ابن مسعودؓ الخ۔ اور اس قول کا علم الفقہ کے قول مختار کے ساتھ مغائر ہونا ظاہر ہے اس سے امر اول ثابت ہو گیا کہ میرا جواب اصل مسئلہ کو من کل الوجوہ مفید نہیں۔

امر ثانی کا بیان یہ ہے کہ میں باوجود علم الفقہ کے قول کے قائل نہ ہونے کے اور قول مقابل کی نسبت رائے مذکور پسند نہ کرنے کے پھر بھی صاحب قول مذکور و رائے مذکور کی شان میں ایسے فتوؤں کو اور ایسے الفاظ کو جو کہ اشتہار واجب الاظہار میں نقل کئے گئے ہیں معصیت اور حرام اور غلو اور

مصب سمجھتا ہوں جس کا نہ اعتقاد جائز نہ نقل جائز الاللرد خصوص ان کے محاسن و فضائل و خدمات دینیہ پر نظر کرتے ہوئے ان کے کلام کا محمل صحیح پر حمل واجب ہے بعض محامل اشتہار واجب الاظہار کے جواب میں معہ نظائر پیش بھی کئے گئے ہیں ۱۲؍ اگر جواب کی ضرورت ہی تھی تو اتنا کافی تھا کہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور ہمارے نزدیک دوسرا قول راجح ہے اور مجتہد فیہ کی نسبت ایسے الفاظ زیبا نہیں اس لئے مشورہ دیا جاتا ہے کہ گو فتوے سے رجوع نہ کریں۔ گو اولی داوفق بالصالح العامہ یہ بھی ہے لیکن ایسے الفاظ سے ضرور رجوع فرمالیں کہ اقرب الی ادب الاحکام وابعد عن تشویش العوام ہے اونحوذلک اس سے امر ثانی ثابت ہو گیا کہ میرا جواب اصل مقصد کے اعتبار سے (کہ وجوب کف لسان ہے مؤلف علم الفقہ کے سب و شتم سے) مفید ہے وفی ھذا کفایۃ انشاء اللہ تعالیٰ لمن انصف ولم یتعسف واللہ اعلم والسلام مع الاکرام خیر ختام۔ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ

(تتمہ خامسہ صفحہ ۴۳)

کیا حنفی غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے

سوال (۲۹۸) مقلد غیر مقلد امام کے پیچھے از روئے مسئلہ حنفی کسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اگر پڑھ سکتا ہے تو کس حالت میں اگر نہیں پڑھ سکتا ہے اور ناواقفیت میں پڑھ لیا تو نماز مقلد مقتدی کی ہو گی یا نہیں اگر نماز نہیں ہوئی تو اعادہ کی ضرورت ہو گی یا نہیں فقط؟

الجواب: نماز حسب قواعد فقہیہ صحیح ہو گئی مگر احتیاط اعادہ میں ہے۔ ۱۴؍ ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

(تتمہ اول صفحہ ۲۴)

سوال (۲۹۹) ماقولکم رحمھم اللہ تعالیٰ فی ھذہ المسئلۃ

اقتدا الحنفی خلف غیر المقلد جائزام لابینوا بالدلیل؟
الجواب: مبسملاً و حامداً ومصلیا اقول التفصیل عندی ان غیر المقلدین هم اصناف شتی فمنهم من یختلف مع المقلدین فی الفروع الاجتهادیة فقط فحکمهم فی جواز الاقتداء بهم للحنفیه کالشافعیه حیث یجوز شرط المراعات فی الخلافیات الصلوتیة وفاقاً وعند عدم المراعاة خلافاً و بالاول افتی الجمهور فان امر الصلوة مما ینبغی ان یحاط فیه ومنهم من یختلف معهم فی الاجماعیات عند اهل السنة کتجویز النکاح مافوق الاربع و تجویز المتعه وتجویز سب السلف و امثال ذلک وحکمهم کاهل البدعة حیث یکره الاقتداء بهم تحریماً عند الاختیارو تنزیهاً عند الاضطرا روحیث یشتبه الحال الاولی ان یقتدی بهم دفعاً للفتنة ثم یعید اخذاً بالا حوط ولوکانت الفتنة فی الاقتداء فلایقتدی صوناً للمسلمین عن التخلیط فی الدین والتبحر علی الشرع المتین والله تعالیٰ اعلم و عنده علم الیقین والحق المبین ثانی یوم النفرمن ذی الحجه ۱۳۲۹ من الهجرة المقدسة.

(تتمہ اولیٰ صفحہ ۲۹)(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۳)

اقتداء غیر مقلد ضرورت تقلید سنی شدن

غیر مقلد اقتدار شافعی

سوال (۲۶۸) غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، مسلمان ہونے کے لئے ایک مذہب حنفی یا شافعی وغیرہ ہونا ضرور ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس وجہ سے اور پیغمبر صاحب اور صحابہ اور اماموں کے وقت میں لوگ حنفی یا

شافعی وغیرہ کہلاتے تھے یا نہیں، جو شخص بموجب قرآن و حدیث کے نماز ادا کرتا ہے، اور ہر مسئلہ میں مقلد ایک امام خاص کا نہ ہوا اور سب اماموں کے برابر حق جان کر جس کا جو مسئلہ مؤافق حدیث کے سمجھے عمل کرے تو وہ مسلمان سنت و جماعت ہے یا نہیں، اقتداء اس کی جائز ہے یا نہیں حنفی مقتدی شافعی وغیرہ امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان فیض اقتران میں طرز عمل لوگوں کا یہ تھا کہ آپ کے قول و فعل کا سنتے دیکھتے اتباع کرتے جو ضرورت ہوتی دریافت کر لیتے، اصول و اسباب و علل و احکام کے نہ کسی نے دریافت کئے نہ پورے طور سے بیان کئے گئے، نہ باہم اختلاف تھا نہ تدوین فقہ کی حاجت تھی، نہ جمع احادیث کی ضرورت تھی، بعد وفات شریف آپؐ کے وقائع قدیمہ میں چونکہ ایک صحابی کو کوئی حدیث نہ پہنچی یا پہنچی لیکن یاد نہ رہی یا یاد رہی مگر فہم معنی میں غلطی ہوئی یا کسی قرینہ سے تاویل کی یا طریق روایت کو مقدوح سمجھا اور دوسرے صحابی کا حال اس کے خلاف ہوا اور وقائع حادثہ میں قیاس دونوں کے مختلف ہوئے اور صاحب وحی سے پوچھنا ممکن نہ تھا، ان وجوہ سے ان میں بعض فروع میں اختلاف پیدا ہوا، پھر وہ صحابہ اقصاء و امصار مختلفہ میں منتشر ہو کر مقتدا و پیشوا ہوئے اور تابعین نے ہر نواح میں خاص خاص صحابہ کا اتباع کیا اور ان کے اقوال و افعال کو محفوظ رکھ کر مستند ٹھیرایا اور طرز عمل ہر شہر کا ایک جداگانہ طریق پر ہو گیا جب صحابہ کا زمانہ منقرض ہو گیا، تابعین مقتدا ہوئے اور اپنے ہمعصروں کو جو امور صحابہ سے یاد تھے ان کے موافق فتوے دیتے ورنہ تخریج کرتے، ان سے تبع تابعین نے، اسی طرح اخذ کیا، اس زمانہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کوفہ میں اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور اپنے ہم عصر کے تابعین سے آثار و

تخریجات محفوظ کر کے اپنے زمانہ میں کچھ آثار و تخریجات کے موافق کچھ خود استنباط فرما کر فتوے دیئے اور بہت لوگوں نے ان کا اتباع کیا اور تلمذ حاصل کر کے ان کے اقوال و فتاویٰ کو جمع کر کے بعض بعض نواح میں شائع کیا، یہاں تک کہ ان اطراف میں وہ دستور العمل ٹھیر گیا، اس کا نام مذہب امام ابو حنیفہؒ و مذہب امام مالکؒ ہوا۔ اس زمانہ کے اخیر میں امام شافعیؒ پیدا ہوئے، انہوں نے بعض وجوہ تخریج کو مختل سمجھ کر بعض اصول و فروع میں ترمیم کی، اور از سر نو بناء فقہ کی ڈالی بہت لوگوں نے اس کو نقل کر کے مشتہر کیا اور اس کا نام مذہب امام شافعی ہوا یہ لوگ ارباب تخریج کہلاتے ہیں اور بوجہ تورع و اتہام نفس اپنے کے جمع احادیث پر جرأت نہیں کرتے ہیں نہ اس کا چنداں اہتمام تھا، بلکہ جو احادیث و آثار جن اطراف میں پہنچے ان کو کافی سمجھتے تھے، اور چونکہ خدائے تعالیٰ نے تیزی و ذہانت و فطانت عنایت کی تھی، اس لئے فتویٰ پر جری تھے، ان احادیث سے استخراج کرتے اور فقہ کو بنا دین جانتے اور بوجہ میلان کے اپنے ائمہ و اصحاب و اہل بلد کی طرف اور اعتقاد عظمت شان ان کی کے اور اطمینان کے ان پر استخراج میں ان کی مخالفت نہ کرتے اور در صورت حدیث نہ ہونے کے ان کی تصریحات کو یا اصول کو جو ان کے کلام سے ماخوذ ہیں مدار اپنے فتوے کا ٹھیراتے لیکن اگر کوئی قول اپنا یا امام کا مخالف کتاب اللہ یا سنت رسول اللہؐ دیکھتے اس کو ترک کرتے اور یہی وصیت ائمہ اور ان کے اصحاب کی ہے پس لوگوں کا یہی طور تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پیدا ہوئے اور انہوں نے اور جو مثل ان کے تھے انہوں نے اس طرز عمل کو ناکافی اور خوض بالرائے کو مذموم اور سابقین کی رائے کو بخیال نہ پہنچنے بعض احادیث کے بعض اطراف میں نا معتمد سمجھا اور فتویٰ و تفقہ سے احتیاط کی اور احادیث کی جمع و تدوین پر متوجہ ہوئے اور مختلف اقطار سے احادیث کو خواہ ان پر کسی نے عمل

کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ وہ مدینہ کی ہوں یا مکہ کی جمع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک ذخیرہ وافی مجتمع ہوا پس ان لوگوں کا طرز عمل یہ ہوا کہ اول کتاب اللہ دیکھتے اگر اس میں حکم نہ ملتا یا ذات وجوہ ہوتا تو حدیث دیکھتے اگر اس سے بھی اطمینان نہ ہوتا تو فتوی صحابہ و تابعین کا دیکھتے اگر کہیں سے حکم نہ ملتا تو ناچاری قیاس کرتے اور قیاس کسی اصل پر مبنی نہ تھا بلکہ اطمینان نفس اور شرح صدر پر یہ ابتداء ہے اہل حدیث کی چونکہ یہ صورت فقہ کی بہت مشکل ہے اس لئے جب امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ جس کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں وہ فقیہہ ہو سکتا ہے یا نہیں فرمایا نہیں پھر پوچھا کہ اگر پانچ لاکھ حدیثیں یاد ہوں فرمایا اس وقت امید کرتا ہوں چونکہ امام احمد تخریج بھی کرتے تھے ان کی تخریجات مشہور ہو کر مذہب احمد بن حنبل نام ٹھہرا ہر چند کہ اس وقت دو فریق ہو گئے تھے اہل تخریج و اہل حدیث لیکن ان میں کوئی معاندت یا مخاصمت نہ تھی بلکہ اکثر اہل حدیث سے اہل تخریج کو کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف پہنچتی اپنا مذہب ترک کرتے ایسے ہی اہل حدیث کو اگر اپنی رائے کا مخالف ہونا صحابہ یا تابعین کے ساتھ معلوم ہوتا وہ اس کو ترک کرتے، اور ایک دوسرے کے پیچھے اقتداء کرتا اور اپنے اپنے کام کو خدمت دین سمجھ کر انجام دیتے اور بزبان حال یہ کہتے ؎

ومن وید فی حب الدنیا رلا ھلبا
وللناس فیملہ یعشقون مذاہب
ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند
ہے ت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے رلبا کسے کارے نباشد

جب ان کا زمانہ گذر گیا دونوں فریق کے پچھلے لوگوں نے تہذیب و ترتیب دونوں علموں یعنی فقہ و حدیث کی بوجہ احسن کی اہل تخریج نے مسائل میں توضیح و تنقیح و تصحیح و ترجیح و تالیف و تصنیف کی اور جتنے آثار ملتے گئے اور کلام ائمہ سے اصول ماخوذ ہوتے گئے ان پر استنباط و استخراج کرتے رہے اور اقوال ضعیفہ یا مخالفہ نصوص کی تضعیف و تردید کرتے رہے۔ یہ لوگ مجتہد فی المذاہب کہلاتے ہیں اور اہل حدیث نے احادیث صحیحہ و ضعیفہ و مرسلہ و منقطعہ کو جدا جدا ملخص کیا اور فن اسماء الرجال توثیق و تعدیل و جرح روات کو تدوین کیا، اس زمانہ میں صحاح ستہ وغیرہ مدون ہوئیں پس روز بروز رونق و گرم بازاری ان دونوں پاک علموں کی ہوتی رہی اور علماء میں یہ دونوں فریق رہے اور عوام جس سے چاہتے بلا تقیید و تعیین کسی امام یا مفتی کے فتوئ پوچھ کر عمل کرتے اور جس فتوے میں تعارض ہوتا اس میں اعدل واوثق و احوط اقوال کو اختیار کرتے مائۃ رابعہ تک یہی حال رہا بعد مائۃ رابعہ کے قضائے الٰہی سے بہت سے امور پر آشوب پیدا ہوئے، تقاصر ہمم یعنی ہمتیں ہر علم میں پست ہونا شروع ہوئیں جدال بین العلماء کہ ہر شخص دوسرے کی مخالفت کرنے لگا تراجم بین الفقہا کہ ہر فقیہہ دوسرے کے قول و فتوے کو رد کرنے لگا اعجاب کل ذی رای برأیہ یعنی ہر شخص حتیٰ کہ قلیل العلم بھی اپنی رائے پر اعتماد کرنے لگا، تعمق فی الفقہ و الحدیث یعنی دونوں علموں میں افراط ہونے لگا یعنی بعض فقہا اپنے اصول ممہدہ سے حدیث صحیح کو رد کرنے لگے اور بعض اہل حدیث ادنیٰ علت ارسال و انقطاع یا ادنیٰ ضعف راوی سے مجتہد کی دلیل کو باطل ٹھہرانے لگے جور قضاۃ یعنی قاضی اپنی رائے سے جس پر چاہتے تعدی کرتے تعصب یعنی اپنی جماعت کو امور محتملہ میں یقیناً حق پر سمجھنا دوسرے کو قطعاً باطل جاننا جب یہ آفتیں پیدا ہوئیں جو لوگ اس زمانہ میں معتدبہ تھے انہوں نے اتفاق کیا کہ ہر شخص کو قیاس کرنے

کا اختیار نہ ہونا چاہئے اور کسی مفتی کا فتویٰ اور قاضی کی قضا معتبر نہ ہونا چاہئے
جب تک کہ متقدمین مجتہدین میں سے کسی کی تصریح نہ ہو چونکہ ائمہ اربعہ
سابقین سے مذہب مشہور تھا لہذا ان کی تقلید پر اجماع کیا گیا اور ترک التزام
مذہب واحد میں ظن غالب تلاعب فی الدین و ابتغاء رخص و اتباع ہوئی کا تھا
لہذا التزام مذہب معین کا لابد کیا گیا اور بدوں کسی غرض محمود شرعی کے اس
سے انتقال وار تحال کو منع کیا گیا اس وقت سے لوگوں نے تقلید پر اطمینان کر
کے کچھ تو قوت استخراج کی کم تھی کچھ توجہ نہ کی قیاس منقطع ہو گیا بہت لوگ
اہل حدیث میں سے اس مشورت پر مصلحت کے مخالف رہے مگر کسی پر لعن
طعن نہیں کرتے تھے نہ اہل تخریج ان سے کچھ تعرض کرتے تھے یہاں تک کہ
اس سے زیادہ فتنہ انگیز وقت آیا اور دونوں فریقوں میں تشدد بڑھا بعض مقلدین
نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطا و مصیب وجوباً و مفروض الاطاعت تصور کر
کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام کے ہو اور مستند
قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سی علل و خلل حدیث میں
پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کریں گے، اور قول امام کو
نہ چھوڑیں گے ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالیٰ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ
وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا الآیۃ اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے اور بعض
اہل حدیث نے قیاس و تقلید کو مطلقاً حرام اور اقوال صحابہ و تابعین کو غیر مستند
ٹھیرایا اور ائمہ مجتہدین یقیناً خاطی و غادی اور کل مقلدین کو مشرکین و مبتدعین
کے ساتھ ملقب کیا اور سلف پر طعن اور خلف پر لعن اور ان کی تجہیل و تضلیل و
تحمیق و تفسیق کرنا شروع کیا حالانکہ اس تقلید کا مجمع علم امت کا اور داخل عموم
آیہ واتبع سبیل من اناب الی و آیہ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِاِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ
و آیہ وَجَعَلْنَاهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا و آیة اُوْلٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ

فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ کے ہے اور ہر زمانہ میں استفتاء و فتویٰ چلاآتا ہے اگر ہر مسئلہ میں نص شارع ضرور ہو تو استفتاء و فتویٰ سب گناہ ٹھیرے ان دونوں تشددین کے درمیان ایک فرقہ متوسط محقق پیدا ہوا کہ نہ مجتہدین کو یقیناً مصیب سمجھا نہ قطعاً خاطی جانا بلکہ حسب عقیدہ شرعیہ المجتہد یخطی ویصیب دونوں امروں کا محل خیال کیا اور نہ ان کے محرم کو حرام جانا بلکہ حرام و حلال اسی کو اعتقاد کیا جس کو خدا و رسول نے حرام و حلال کیا ہے لیکن چونکہ اپنے کو اس قدر علم نہیں کہ نصوص بقدر حاجت یاد ہوں اور جو یاد ہیں ان میں متعارضات میں تقدیم و تاخیر معلوم نہیں اور نہ قوت اجتہادیہ ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکیں، اور احکام غیر منصوصہ میں استنباط و استخراج کر سکیں ایسے کسی عالم راشد، تابع حق مجتہد مصیب فی غالب الظن کا اتباع اختیار کیا نہ اس اعتقاد سے کہ وہ شارع ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ناقل عن الشارع ہے اور باوجود اتباع کے اس بات کا قصد مصمم رکھا کہ اگر نص مخالف قول امام وضعف مسلک اس کے علم کا ہو گیا تو حدیث کے مقابلہ میں قول امام کا ترک کروں گا اور اس میں بھی مخالفت امام کی نہیں بلکہ عین ان کے امر کی موافقت ہے چنانچہ ہر زمانہ میں تصنیف و اختیار و ترجیح و ترک وفتویٰ چلاآیا ہے یہ متوسط تقلید ہزاروں علماء و مشائخ واولیاء نے اختیار کی ہے اس کے ابطال کے درپے ہونا تضییع اوقات ہے۔

کہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چہ ساں بگسلد ایں سلسلہ را

پس نفس اتباع مجتہد کا تو عموم نص سے ثابت ہوا رہی یہ بات کہ ان چاروں ہی کا اتباع ہو اور چاروں میں سے ایک ہی کا اور ایک کا کر کے دوسرے کا نہ ہو یہ بات اگرچہ بہ تکلف تحت مفہوم نص کے داخل ہو سکتی ہے چنانچہ

میں نے اس بارہ میں ایک تحریر لکھی ہے، مگر صراحۃً منصوص نہیں، لیکن ادنیٰ تامل سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے لیکن اتباع مجتہد کے لئے اس کے اجتہاد کا علم ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے تفاصیل جزئیات کے ساتھ کسی کا اجتہاد محفوظ نہیں پھر مسائل متفق علیہا میں تو سب کا اتباع ہو جاوے گا پس مسائل مختلف فیہا میں سب کا اتباع تو ممکن نہیں ضرور ایک کا ہو گا پھر اس کے لئے وجہ ترجیح بجز ظن اصابت حق کے کیا ہو سکتا ہے، پھر یہ ظن یا تفصیلاً ہو گا یا اجمالاً تفصیلاً یہ کہ ہر جزئی میں سب کے اقوال و دلائل کو دیکھ کر جو راجح ہو اس پر عمل کرے اس میں علاوہ حرج کے اتباع مجتہد کا نہ ہو گا بلکہ اپنی تحقیق کا ہو گا وہو خلاف المفروض پس ضرور ہے کہ اجمالاً ہو گا یعنی ہر امام کے مجموعہ حالات پر نظر کر کے دیکھا کہ کس میں آثار اصابت کے ہیں۔

پس کسی کو امام اعظم صاحبؒ کی مجمل کیفیت سے ان پر ظن اصابت و رشد کا ہوا کیونکہ بقول محققین بسبب تابعی ہونے کے تحت آیۃ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کے داخل اور بتاویل اکثر شراح حدیث قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکان الایمان عند الثریا لناله رجل من فارس الحدیث او کما قال کے مصداق اور بقول ابن حجر حدیث ترفع زينة السنة ماته و خمسين کے مشارالیہ اور ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کے مثنی علیہ اور عبداللہ ابن مبارک کے ان ابیات کے ممدوح ہیں۔

لقد زان البلاد ومن علیها
امام المسلمين ابو حنيفة
باحكام واثار وفقة
كآيات الزبور على الصحيفة
فمافى المشرقين له نظير

ولا فی المغربین ولا بکوفة
یبیت مشمرا سهر اللیالی
وصام نهاره لله خیفه
فمن کابی حنیفة فی علاه
امام للخلیقة والخلیفة
رایت العائبین له سفاها
خلاف الحق مع حجج ضعیفه
وصان لسانه من کل افك
وما زالت جوارحه عفیفه
یعف من المحارم والملاهی
و مرضاة الآله له وظیفه
وکیف یحل ان یوذی فقیه
له فی الارض اثار شریفه
وقد قال ابن ادریس مقالا
صحیح النقل فی حکم لطیفه
بان الناس فی فقه عیال
علی فقه الامام ابی حنیفة
فلعنة ربنا اعداد امل
علیٰ من رد قول ابی حنفیه
ای من رد محقراً لما
قال من الاحکام الشرعیة

کسی کو امام شافعیؒ پر یہ ظن ہوا کسی کو امام مالکؒ پر کسی کو امام احمد پر،

پس ہر ایک نے ایک کا اتباع اختیار کیا، جب ایک کا اتباع اختیار کر لیا، اب بلا ضرورت شدیدیا وجہ قوی یا وضوح حدیث مخالف مذہب دوسرے کی اتباع میں شق اول یعنی ظن تفصیلاً عود کرے گی وقد ثبت بطلانہ پس ثابت ہوا کہ انہیں چاروں میں سے ایک ہی کی تقلید کرے علی ہذا اتفق اکثر علماء الاقطار والا مصار سیما خیر البقاع مکۃ والمدینۃ حرسہا اللہ تعالیٰ وہوا لاحق بالا تباع وفیما دونہ خطرو ارتیاع۔ اللھم ثبتنا علی سنۃ رسولک الامین ثم علی حب الائمۃ المجتہدین لاسیما امام الائمۃ کاشف الغمۃ سراج لامتہ ابی حنیفۃ النعمان الساعی فی الدین واحفظنا عن الافراط والتفریط اجمعین، آمین یارب العالمین۔

تقریر بالا سے جواب چاروں سوالوں کا واضح ہو گیا کہ غیر مقلد کے پیچھے بشر طیکہ عقائد میں موافق ہو۔ اگرچہ بعض فروع میں مخالف ہو اقتداء جائز ہے اگرچہ خلاف اولیٰ ہے یہ جواب ہوا پہلے سوال کا اور حنفی شافعی ہونا جزو ایمان نہیں ورنہ صحابہ و تابعین کا غیر مؤمن ہونا لازم آتا ہے لیکن جن وجوہ سبعہ مذکورہ بالا سے متقدمین نے ضروری سمجھا ہے ان وجوہ و مصالح سے حنفی و شافعی ہونا ضروری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں چونکہ یہ مذاہب ہی نہ تھے اس لئے حنفی شافعی کون کہلاتا البتہ ائمہ کے زمانہ میں یہ لقب مشہور ہو گیا تھا کما مر یہ جواب ہوا دوسرے سوال کا اور جو مقلد مذہب معین کا نہ ہو لیکن عقائد درست ہوں تو مسلمان بھی ہے سنی بھی ہے مگر بوجہ مخالفت سواد اعظم کے کہ انہوں نے تقلید شخصی کو ضروری سمجھا ہے چنانچہ ہم نے آخر تقریر میں اس کی دلیل بھی ذکر کی ہے خاطی ہے اور غالب ہے کہ وقت وقوع حوادث نادرہ کے عمل میں متحیر ہو گا کیونکہ بدوں اخذ اقوال علماء کے بقول امام احمد پانچ لاکھ حدیثیں یاد ہونی چاہئے نہ یہ کہ صحاح ستہ میں منحصر سمجھ کر ے

چوآں کرمے کہ در سنگے نہان است
زمین و آسمان وے ہمان است

بے باکی سے مخالفت مجتہدین پر کمر باندھ لی مگر اقتداء اس کی جائز ہے اگرچہ اولیٰ نہیں یہ جواب ہوا تیسرے سوال کا،

اور جب مقلد کو غیر مقلد کی اقتدا جائز ہے تو ایک مقلد کو اگرچہ حنفی ہو دوسرے مقلد کی اگرچہ شافعی ہو اقتداء کیوں نہ جائز ہو گی۔ مگر اقتدائے شافعی یا غیر مقلد میں ایک امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اگر ایسے امام سے کوئی عمل مناقض وضو یا نماز کا بناء بر مذہب مقتدی پایا جاوے تو مقتدی کی نماز ہو گی یا نہیں، سو بعض متقدمین کی رائے تو جواز کی طرف ہے، مگر اکثر علماء نے احتیاطاً حکم فساد صلوٰۃ کا کیا، علیہ الفتویٰ۔ پس ان کی اقتداء میں یہ دیکھ لے، کہ اس کا وضو نماز بھی اپنے مذہب پر درست ہو گیا، یہ جواب ہوا چوتھے سوال کا، هذا مااخذ ته من كلام بعض الافاضل مع اضفت اليه من بعض الدلائل والسائل فليكن هذا آخرما اردناه فى هذا الباب والله اعلم بالصواب اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه بحرمة من سكن طابه وزارالمشتاقون بابه فقط

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۹۴ تا ص ۳۰۰)

سوال (۲۸۹) ایک شہر میں بعض لوگ حنفی کہلاتے ہیں اور مولود خوانی فاتحہ خوانی، تیجہ، دسواں بیسواں چالیسواں وغیرہ سب کچھ کرتے ہیں، اور بعض لوگ غیر مقلد کہلاتے ہیں اور ان امور مذکورہ سے مجتنب اور بہت نافر ہیں اور ائمہ اربعہؒ کو اصحاب فضائل و مناقب جانتے ہیں مگر وجوب تقلید شخصی کے منکر ہیں پس نماز میں ان دونوں فریق میں سے کس کی اقتداء کرنی چاہئے؟

ایک شخص غیر مقلد ہے اور بزرگان دین کو علی سبیل المراتب بزرگ جانتا اور شرک وبدعت سے ازحد نافر اور اپنے آپ کو کتاب و سنت کا متبع بتلاتا اور احادیث صحیحہ کو اقوال ائمہ عظامؒ پر ترجیح دیتا بلکہ واجب التقدیم جانتا اور وجوب تقلید شخصی کا منکر ہے اور ایک شخص حنفی مذہب کا پورا پابند ہے سر مو اس کا خلاف نہیں کرتا، اب ان دونوں میں کس کی اقتداء درست ہے اگر دونوں کی درست ہے تو کس کی اقتداء اولیٰ و افضل ہے؟

جو شخص غیر مقلد مذکور الحال کو بدعتی جانتا اور ائمہ محدثین مثل امام بخاریؒ وغیرہ کو پنساری (مفردات و مرکبات ادویہ فروش) وغیرہ اور ائمہ مجتہدین مثل امامنا الاعظمؒ کو حکیم و طبیب کہتا ہے یعنی محدثین کو الفاظ خفیفہ سے یاد کرتا ہے، تو یہ شخص بدعتی ہوگا یا نہیں اور ائمہ محدثینؒ کو ان لفظوں سے یاد کرنا درست ہے یا نہیں؟

منکر وجوب تقلید شخصی عنداللہ ملام و معاتب و معاقب و خارج از اہل سنت و جماعت ہوگا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: غیر مقلد مذکور فی السوال اگر اور کسی اعتقادی یا عمل بدعت میں مبتلا نہ ہو جیسا کہ اس زمانہ میں بعض غیر مقلدین ہو گئے ہیں صرف انکار وجوب تقلید شخصی سے کہ ایک فرع مختلف فیہ ہے خارج از اہل سنت نہیں ہے، اور اسی طرح مقلد مذکور فی السوال الثانی بھی داخل اہل سنت ہے البتہ حنفی مذکور فی السوال الاول والثالث اور اسی طرح جو غیر مقلد کسی اعتقادی یا عملی بدعت میں مبتلا ہو یہ دونوں مبتدع ہیں اور مبتدعین کی اقتداء مکروہ ہے، اور غیر مبتدعین جب کہ اور صفات میں مساوی ہوں امامت میں برابر ہوں گے البتہ جس کی امامت موجب تقلیل ہو اس کی امامت اس عارض کے سبب خلاف اولیٰ ہے ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

(تتمہ ثانیہ ص ۴۸)

بد عتی اور غیر مقلد کو بیعت کرنا

سوال (۲۷۱) جو لوگ سوئم و فاتحہ وغیرہ کرتے ہیں اور بعض ان میں سے متشدد اور بعض نرم و علیٰ ہذا غیر مقلد بھی اگر ان حضرات میں سے کوئی شخص احقر کے ذریعہ سے داخل سلسلہ ہو تو بیعت کروں یا نہیں، حاجی صاحب کے سلسلہ میں مختلف قسم کے لوگ تھے جو ارشاد ہو خیال رکھا جاوے ؟

الجواب : رسوم بدعات کے مفاسد قابل تسامح نہیں، صاف کہہ دیجئے کہ ہمارا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا، اور غیر مقلد اگر دو وعدے کرے تو مضائقہ نہیں، ایک یہ کہ مقلدوں کو برا نہ سمجھوں گا اور مقلد سے بحث نہ کروں گا اور دوسرے یہ کہ مسئلہ غیر مقلد عالم سے نہ پوچھوں گا بلکہ مقلد سے پوچھوں گا،

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۲۲)

کشف تلبیس بعض غیر مقلدین در نقل عبارت صاحب فتاویٰ بتائید خویش

سوال (۴۸۴) السلام علیکم، ایک چودرقہ انجمن اہل حدیث مراد آباد نے کلام المقلّدین نام رکھ کر شائع کیا ہے جو ہمراہ اس پرچہ کے ارسال خدمت کرتا ہوں جس میں الاقتصاد اور امداد الفتاویٰ مولفہ آنجناب اور مکاتیب رشیدیہ مرتبہ مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی سے یہ دکھایا گیا ہے کہ آنجناب تقلید شخصی کو اچھا نہیں سمجھتے کیا جناب کی تحریرات کا یہی مطلب ہے .د غیر مقلدین مراد آباد نے سمجھا ہے جوبات جناب کے نزدیک صحیح اور قابل عمل ہو تحریر فرماویں فقط والسلام۔

الجواب : چودرقہ دیکھا دوسرے حضرات کی تحریرات کی مفصل تحقیق انہی

حضرات سے کرنا مناسب ہے کہ ان کی تحریر کی نقل میں کیا کیا کمی بیشی کی گئی ہے باقی اپنی تحریرات کو میں نے اصل سے منطبق کرنا چاہا تو ناقل کی چند خیانتیں معلوم ہوئیں اور حیرت ہوئی کہ یہ صاحب مدعی عمل بالحدیث کے ہیں اور پھر افتراء وکذب تلبیس کو کس طرح جائز اور گوارا فرماتے ہیں چنانچہ سرسری نظر سے خاص میری طرف منسوب کی ہوئی تحریر میں تین امر قابل تنبیہ تحقیق ہوئے۔

اول : تذکرۃ الرشید سے میرے خط کا جو مضمون نقل کیا ہے وہ میں نے بطور تحقیق اور رائے کے نہیں لکھا، بلکہ بطور اشکال کے پیش کیا ہے یعنی بعض اعمال متکلم فیہا میں جن پر بدعت ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے اور تقلید میں فرق پوچھنا مقصود ہے چنانچہ جہاں تک ناقل نے میری عبارت نقل کر کے چھوڑ دی ہے اسی کے ایک سطر بعد یہ عبارت کہ باوجود ان سب امور کے تقلید شخصی کا استحسان ووجوب مشہور و معمول یہ ہے سو اس کا فتح کس طرح مرفوع ہو گا۔ دلیل صریح اس امر کی ہے کہ مقصود اس سے رفع شبہ ہے باوجود تسلیم کرنے وجوب تقلید شخصی کے ورنہ اگر اس کا وجوب تسلیم نہ ہوتا تو پھر اشکال ہی کیا تھا، اور سوال ہی کی ضرورت نہ تھی سو ایک خیانت تو یہ کی کہ میرے سوال کو میری تحقیق بنایا پھر میرے اس خط کے جواب میں مولانا نے یہ لکھا ہے جو صفحہ ۱۳۳ پر ہے جس میں وہ فرق بتلا دیا ہے اور جس کو میں نے تسلیم کیا ہے، اس پر ناقل صاحب نے نظر نہیں فرمائی یا قصداً چھپایا گیا یہ تلبیس اور غش نہیں ہے۔

دوم : اقتصاد سے جو عبارت نقل کی ہے وہ بھی ناتمام ہے یہ مضمون ایک جزو ہے مقصد ہفتم کا اس کے اول میں تصریح ہے کہ اگر عالم متبحر کو خود یا اس کے سوال سے دوسرے کو مجتہد کے قول کا مرجوح ہونا بھی معلوم ہو جاوے تو

اگر اس میں دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہو اور راجح پر عمل کرنے سے احتمال فتنہ و تشویش کا ہو تو مرجوح پر عمل کر لے اور دو حدیثوں سے اس پر استدلال کیا ہے اس کے بعد یہ لکھا ہے اور اگر گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راجح میں حدیث صریح صحیح موجود ہے اس کے بعد وہ عبارت چل گئی ہے جو ناقل نے لکھی ہے پھر آگے چل کر تصریح کی ہے صفحہ ۲۹ میں کہ ایسے مقلد کو بوجہ اس کے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے متمسک ہے اور اتباع شرع ہی قصد کر رہا ہے برا کہنا جائز نہیں یہ ہے پورا مضمون ملخصاً اب اس کو ملاحظہ فرمایئے اور ناقل صاحب نے جو اس سے ثابت کرنا چاہا ہے اس کو دیکھئے کہ اس کو اس عبارت سے کیا تعلق۔

سوم : امداد الفتاویٰ سے جو عبارت نقل کی ہے اس کا سیاق و سباق بھی اپنے لئے مضر سمجھ کر حذف کر دیا ہے اس سے اوپر فقہاء و محدثین کے مسلک کی مفصل تاریخ لکھ کر کہا ہے کہ یہاں تک کہ اس سے زیادہ فتنہ انگیز وقت آیا اور دونوں فریقوں میں تشدد بڑھا اس کے بعد اول بعض مقلدین کے تشدد کا بیان ہے اور ناقل صاحب نے صرف اس کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد یہ عبارت ہے اور بعض اہلحدیث نے قیاس و تقلید کو مطلقاً حرام اور اقوال صحابہؓ تابعینؒ کو غیر مستند ٹھیرایا اور ائمہ مجتہدین کو یقیناً خاطی و غاوی اور کل مقلدین کو مشرکین و مبتدعین کے ساتھ ملقب کیا اور سلف پر طعن اور خلف پر لعن اور ان کی تجہیل و تضلیل و تحمیق و تفسیق کرنا شروع کیا حالانکہ اس تقلید کا جواز مجمع علیہ امت کا اور داخل عموم آیۃ واتبع سبیل من اناب الی اور آیۃ فاسئلوا اهل الذكران كنتم لاتعلمون کے ہے الخ یہ ہے پورا مضمون ملخصاً اب ناقل صاحب سے کوئی پوچھے کہ اس میں تقلید شخصی کی حرمت و

مذمت علی الاطلاق نماں ہے اگر تقلید غیر مشروع پر کلام ہے تو غیر مقلدین کی بھی مذمت اور ان پر ملامت ہے تو دونوں جزؤں پر عمل کرو اور اگر ہم کو مصنف سمجھتے ہو اور عمل ہی کا تتمہ یہ بھی ہے کہ ایک اشتہار اور چھپواؤ جس کی یہ سرخی ہو کہ غیر مقلدین کی خدمت میں اشرف علی کی تقریر اور بعض غیر مقلدین مدعیان اتباع کی تلبیس و بے انصافی ہماری زندگی میں ہم پر یہ افتراء اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۸۲ تا ص ۳۸۴)

معاملہ با غیر مقلداں

سوال (۵۸۲) ایک اشتہار غیر مقلدوں کا مقام چاند پور میں آیا وہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں، اس کا مضمون صحیح ہے یا نہیں، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

حاصل مضمون اشتہار : معنون بہ نقل معاہدہ علمائے اہل حدیث و فقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی چونکہ دہلی و دیگر امصار میں اکثر نافہم لوگوں نے مسائل فرعیہ میں تنازعات بے معنی برپا کر کے طرح طرح کے اشتہار و رسائل مشتہر کئے اور نوبت بعداوت پہنچائی، فساد و عناد بڑھتا گیا نوبت بفوجداری پہنچی، حالانکہ یہ اختلاف سلف صالح سے چلاآتا ہے لیکن ان حضرات میں بغض و عناد نہ تھا اور آج کل لوگ انہیں فروعی مسائل کے سبب اتفاقی حرمتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں کیونکہ غیبت و عداوت بالاتفاق حرام ہے جن مسائل میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں نجاست آب، آمین بالجہر، رفع یدین، و دیگر مسائل اختلافیہ بعض نے حرام سمجھا بعض نے مثل مؤکدہ غرض جادہ اعتدال سے گذر گئے ایک فریق دوسرے فریق کے افعال میں طعن و توہین سے پیش نہ آوے اور نماز ایک فریق کی دوسرے کے پیچھے جائز ہے آپس میں محبت و اتحاد

رکھیں کوئی کسی کو برا اور بد مذہب نہ جانے منازعت اور تکرار نہ کرے انتہی
مختصراً مواہیر فلاں و فلاں و دستخط فلاں و فلاں از علمائے مقلدین و غیر مقلدین
مقام دہلی۔

الجواب: نقل معاہدہ اہل حدیث و فقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی سے گذرا
مضمون معلوم ہوا ان جھگڑوں میں بولنے کو لکھنے کو جی نہیں چاہا کرتا کیونکہ کچھ
فائدہ نہیں نکلتا ناحق وقت ضائع ہوتا ہے مگر آپ نے دریافت فرمایا ہے ناچار
عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے مگر حقیقت میں دھوکہ دیا ہے
کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدوں سے فقط بوجہ اختلاف فروع و جزئیات کے نہیں
ہے اگر یہ وجہ ہوتی تو حنفیہ شافعیہ کی کبھی نہ بنتی، لڑائی دنگہ رہا کرتا، حالانکہ
ہمیشہ صلح و اتحاد رہا، بلکہ نزاع ان لوگوں سے اصول میں ہو گیا ہے کیونکہ سلف
صالح کو خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں
اور چار نکاح سے زیادہ جائز رکھتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربارہ
تراویح کے بدعتی بتلاتے ہیں اور مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلہ میں اپنا لقب
موحد رکھتے ہیں اور تقلید ائمہ کو مثل رسم جاہلان عرب کی کہتے ہیں کہ وہ کہا
کرتے تھے وجدنا علیہ آبائنا معاذ اللہ استغفر اللہ خداتعالیٰ کو عرش
پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں فقہ کی کتابوں کو اسباب گمراہی سمجھتے ہیں اور فقہاء کو
مخالف سنت ٹھیراتے ہیں اور ہمیشہ جویائے فساد و فتنہ انگیزی رہتے ہیں علیٰ ہذا
القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہیں کہ تفصیل و تشریح اس کی طویل ہے
اور محتاج بیان نہیں بہت بدگمان خدا پر ظاہر ہے خاص کر جو صاحب ان کی
تصنیفات کو ملاحظہ فرماویں ان پر یہ امر اظہر من الشمس ہو جاوے گا پھر اس پر
عادت تقیہ کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہیں اکثر باتوں سے مکر جاتے ہیں اور
منکر ہو جاتے ہیں پس بوجوہ مذکورہ ان سے احتیاط سب امور دینی و دنیاوی میں

بہتر معلوم ہوتی ہے باقی لڑنا جھگڑنا کسی سے اچھا نہیں کہ انجام اس کا بجز خرابی کے کچھ نہیں ہوتا اور مخالف مخاصم جھگڑنے سے راہ پر نہیں آتا تو پھر تکرار بے فائدہ سے کیا حاصل۔ قال الله تعالیٰ یٰاَ یُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَایَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا هْتَدَیْتُمْ الآیة واللہ ولی التوفیق والسلام علی من اتبع الہدی۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۶۱، ۵۶۲)

اہلحدیث کو وہابی کہنے کا حکم

سوال: جو لوگ اہلحدیث و محمدی کہلاتے ہیں ان کو جو وہابی کہا جاتا ہے کیا یہ لقب خدا و رسول نے دیا ہے یا لوگوں نے؟ اگر خدا و رسول نے نہیں دیا تو پھر اس لقب کے ساتھ ملقب کرنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب: اس لقب کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص مسلک میں ابن عبدالوہاب کو اپنا مقتدا یا موافق ہو پس اگر یہ اتباع یا توافق مطابق واقع کے ہو تو یہ لقب درست ہے ورنہ کذب وَلَاتَنَابَزُوْا بِالْاَ لْقَابْ کی مخالفت ہے جیسے وہ لوگ مقلدین کو بدعتی اور مشرک کہتے ہیں۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۹۶)

سوال: غیر مقلدین از ذبیحہ واز دعوت حنفی للمذہب نفرت دارند یعنی دعوت قبول نمے کنند و ذبیحہ نمے خورند، دریں صورت اگر ذبیحہ و دعوت اوشاں مایاں تنفر شویم چہ حرج؟

الجواب: چوں ایں تنفر غیر مقلدین از مباح و حلال خلاف مشروع ہست وزجر بر غیر مشروع ہست للہذا اگر زجرانہ کہ اعتقادا از ایشاں تنفر کردہ شود مضائقہ نیست۔

(امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۶۰۴)

اہل حدیث کے فتاویٰ کی حقیقت

جرابوں پر مسح کرنا

سوال(۵۱۲) از قلم مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ۲۱ دسمبر ۱۳۲۶ھ کے اہل حدیث میں ہر ایک جراب پر مسح کے جواز کا فتویٰ شائع ہوا ہے اور دلیل میں اس طرح حدیث ترمذی نقل کی ہے۔ مسح رسول الله صلى الله عليه وسلم على الجوربين یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح کیا۔ حدیث کا مضمون تو اتنا ہی ہے اس پر بعض حضرات یہ بڑھاتے ہیں کہ موٹی جرابوں پر کرنا چاہئے ان کو چاہئے کہ اس قید کا ثبوت کسی نص سے پیش کریں اور جو ہر ایک جراب پر مسح کہتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

(۳۱ دسمبر ص ۱۲)

فاضل مفتی کو لازم تھا کہ حدیث مذکور سے استدلال کرنے سے پہلے اس امر کی تحقیق کرتا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جرابوں پر مسح فرمایا ہے کیا وہ جرابیں سوتی تھیں یا اونی۔ ثخین تھیں یا رقیق ودونه خرط القتاد شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود ص ۶۲ میں لکھتے ہیں وانت خبير ان الجورب يتخذمن الاديم وكذ امن الصوف وكذ امن القطن ويقال لكل من هذا انه جورب ومن المعلوم ان هذه الرخصة بهذا العموم التى ذهبت اليها تلك الجماعة لاتثبت الابعد ان يثبت ان الجوربين الذين مسح عليهماالنبى صلى الله عليه وسلم كان من صوف سواء كا نامنعلين او ثخينين فقط ولم يثبت هذا قط فمن اين علم بجواز المسح على الجوربين غير المجلدين بل

يقال ان المسح يتعين على الجوربين المجلدين لاغير هما لانهما فى معنى الخف والخف لايكون الا من الاديم نعم.لوكان الحديث قولياً بان قال النبى صلى الله عليه وسلم امسحوا على جوربين مكان مسح على الجوربين يمكن الاستدلال بعمومه على كل انواع الجورب واذليس فليس یعنی جورب جس طرح چمڑے کی بنائی جاتی ہے اسی طرح اون اور سوت سے بنتی ہے۔ چمڑے کی ہو یا اون یا سوتی سب کو جورب کہتے ہیں وہ جب تک یہ ثابت نہ کریں کہ جن جرابوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسح کیا وہ اونی تھیں (یا سوتی) معنل تھیں یا ثخین، تب تک ہر قسم کی جرابوں پر مسح کی اجازت نہیں ہو سکتی اور یہ بات (کہ حضور علیہ السلام کی جرابیں سوتی یا اونی غیر مجلد و معنل تھیں) ثابت نہیں ہو سکتی غیر مجلد جرابوں پر مسح کا جواز کہاں سے معلوم ہوا بلکہ کہا جائے گا کہ مسح مجلدین پر متعین ہے کیونکہ مجلدین خف (موزہ) کے معنوں میں ہیں اور خف (موزہ) چمڑہ کا ہوتا ہے ہاں اگر حدیث قولی ہوتی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوتا کہ جرابوں پر مسح کرو تو ہر قسم کے جرابوں پر مسح کے جواز پر حدیث کے عموم سے استدلال ممکن تھا۔ جب حدیث قولی نہیں تو یہ استدلال بھی ممکن نہیں۔ اسی عون المعبود کے ص۶۱ میں لکھا ہے۔

"قاموس میں ہے کہ جورب پاؤں کے لفافہ کو کہتے ہیں" اور لفافہ جامہ بیرونی کو کہتے ہیں۔ صراح میں ہے لفافہ جامہ بیرونی کہ برپاء مردہ و جزء آں پیچند۔ لہ ر جامہ بیرونی اس وقت صادق آئے گا جب کہ اس کے اندر بھی کوئی دوسرا جامہ وغیرہ ہو۔ اسی واسطے شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی رحمہ اللہ نے لمعات میں لکھا ہے وہ یہ کہ جورب ایک موزہ ہے جو موزوں پر پہنا جاتا ہے ٹخنوں تک اس لئے کہ سردی سے بچاؤ ہو اور نیچے کا موزہ میل کچیل سے محفوظ

رہے۔

(عون المعبود ص ۶۱)

علاوہ اس کے لفافۃ الرجل عام ہے کہ چمڑے سے ہو یا اون سے یا روئی سے۔ جیسی کہتے ہیں۔ الجورب لفافة الجلد وهو خف معروف من نحو ساق۔ یعنی جورب چمڑہ کے لفافہ کو کہتے ہیں، وہ موزہ معروف ہے ساق تک معلوم ہوا کہ چمڑہ کے موزہ کو بھی جورب کہتے ہیں اسی طرح شوکانیؒ شرح منتقی میں لکھتے ہیں۔ الخف من ادم يغطى الكعبين والجرموق اكبر منه يلبس فوقه والجورب اكبر من الجرموق۔ موزہ چمڑہ کی نعل ہے جو ٹخنوں کو ڈھانپ لیتی ہے جرموق اس سے بڑا ہے جو موزہ پر پہنا جاتا ہے اور جورب اس سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جورب ایک موزہ کی قسم ہے جو موزہ سے بڑا ہوتا ہے۔ شمس الائمہ حلوانی نے جورب کی پانچ قسم کہا ہے جن میں ایک قسم رقیق چمڑہ کا بھی لکھا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جورب چمڑے کا بھی ہوتا ہے۔ تو جن جوربین پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح فرمایا ممکن ہے کہ وہ چمڑہ کی ہوں، جن کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں خفین کہا گیا ہے جن کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

علاوہ اس کے حدیث ترمذی جس کو مفتی اہل حدیث نے نقل کیا ہے اس میں والنعلین کا لفظ بھی ہے جس کو فاضل مفتی نے کسی مصلحت کے لئے نقل نہیں کیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن المغيرة بن شعبة قال توضا النبى صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتیوں پر مسح کیا جو ترمذی ص ۱۵ کے حاشیہ پر بحوالہ خطابی لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف جرابوں پر مسح

نہیں کیا بلکہ ان کے ساتھ مسح نعلین بھی فرمایا۔ تو جو شخص صرف جرابوں پر (بلا نعلین) مسح جائز کہتا ہے اس پر دلیل لازم ہے شاید اسی مصلحت کے واسطے مفتی اہل حدیث نے والنعلین کو اڑا دیا۔ اگر کہا جاوے کہ آپ نے مسح علی الجوربین اور نعلین پر علیحدہ علیحدہ کیا ہوگا تو اس احتمال کو سیاق حدیث رد کرتا ہے اس لئے کہ ایک وضو میں مسح جوربین اور نعلین کا جدا جدا متصور نہیں۔ علامہ عینی شرح ہدایہ ص۳۲۹ میں فرماتے ہیں کون الجورب منعلاً وھو محمل الحدیث الذی رواہ ابوموسٰی الاشعری وغیرہ یعنی امام اعظم رحمہ اللہ نے جو کہ جرابوں کا منعل ہونا فرمایا ہے یہی اس حدیث کا محمل ہے جس کو ابو موسیٰ اشعری وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ بہر حال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جرابوں پر مسح کیا ہے یا تو ان کو چرمی جراب پر محمول کریں گے یا تخین پر چونکہ حدیث میں مطلق جورب آیا ہے اور فعل کی حکایت میں عموم نہیں ہوتا اس لئے ہر قسم کے جورب پر مسح کا جواز حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ تحقیق اس حدیث کی صحت تسلیم کرنے کے بعد ہے جس کو مفتی نے حوالہ ترمذی لکھا ہے۔ ورنہ سلف سے اس حدیث پر جرح منقول ہے۔ ابو داؤد مع عون المعبود کے صفحہ ۲۶۰ میں ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف اس حدیث کو بیان نہیں کیا کرتے تھے اس لئے مغیرہ سے جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ نسائی سنن کبریٰ میں فرماتے ہیں لانعلم احداً تابع اباقیس علی ھذہ الروایۃ والصحیح عن المغیرۃ انہ علیہ السلام مسح علی الخفین اھ۔

(نصب الرایہ ص۹۶۔)

ہم نہیں جانتے کہ ابو قیس کا اس روایت میں کوئی متابع ہو صحیح مغیرہ سے یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ شیخ بیہقی نے کہا

ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اس کو سفیان ثوری و عبدالرحمٰن بن مہدی واحمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و علی بن مدینی و مسلم بن حجاج نے ضعیف کہا اور مشہور مغیرہ سے حدیث مسح موزوں کی ہے۔

قال النووی کل واحد من هولاء لوانفرد قدم علی الترمذی مع ان الجرح مقدم علی التعدیل. نووی کہتے ہیں کہ ان ائمہ میں سے ایک ایک ترمذی پر مقدم ہے۔ علاوہ اس کے جرح مقدم ہے تعدیل پر حفاظ اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ ترمذی کا حسن صحیح کہنا معقول نہیں (زیلعی ص ۹۷) احیاء السنن ص ۱۳۰ جلد اول میں بروایت ابن ابی شیبہ لکھا ہے سعید بن مسیب و حسن بصری رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جرابیں جبکہ دبیز ہوں ان پر مسح جائز ہے۔ اسی طرح ترمذی ص۱۵ میں ہے یمسح علی الجوربین وان لم یکونا منعلین اذاکان ثخینین کہ جرابیں اگرچہ منعل نہ ہوں جبکہ موٹی (گاڑھی) ہوں تو مسح جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ غیر ثخینین جو حکم خف میں نہیں ان پر مسح جائز نہیں۔ واللہ علم۔ ضمیمہ ختم ہوا۔

(امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۲۰ تا ۲۲۳)

جواب شبہ ثانی در حدیث شش عید و قول امام

سوال (۴۸۵) چھ روزہ شوال میں بحکم حدیث صحیح مسلم من صام رمضان ثم اتبعه ستامن شوال کان کصیام الدهر انتہی مسنون و مستحب ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ بہر حال خواہ تتابع خواہ متفرق عید الفطر کے بعد ہوں مکروہ فرماتے ہیں چنانچہ عالمگیری فقہ معتبرہ حنفیہ میں مرقوم ہے ویکره صوم ستة من شوال عندابی حنیفة متفرقاکان اور متتابعاً۔ انتہی لہذا امام نووی رحمہ اللہ حدیث مذکور کی شرح فرماتے ہیں۔

هذا الحدیث الصحیح الصریح واذاثبت السنة لاتترك

لترك بعض الناس واكثرهم في ذلكم جهلا

(انتہی، نووی جلد اول ص ٣٦٩)

لہذا عرض ہے کہ ہم مقلدین کو مطابق ارشاد امامنا الاعظم رحمہ اللہ کے ان روزوں کو مکروہ سمجھ کر نہ رکھنا چاہئے یا حسب تصریح حدیث شریف عمل کرنا چاہئے مگر ایسی صورت میں کہ مطابق حدیث صحیح صریح ہے قول امام چھوڑنے میں ترک تقلید تو لازم نہ آوے گا کیونکہ تقلید تو مسائل اجتہادیہ میں ہوتی ہے نہ منصوص میں اور نیز حسب وصیت مجتہدین اذاصح الحديث فهو مذهبی اترکوا قولی بقول الرسول صلى الله عليه وسلم ترک تقلید بھی لازم نہیں آتی کیونکہ اگر مسائل منصوصہ ہیں تو محل تقلید بھی نہیں اتباع حدیث حسب تصریح ماہر فن محدثین واجب ہے اور اگر اس کو بھی تقلید ہی کہا جاوے تو حسب مقولہ ائمہ رحمہم اللہ میں ترک تقلید رکھی اور عمل بالسنۃ کو مکروہ و ناجائز جانا تو اندیشہ ہے کہ حسب تحذیر ائمہ و علماء مورد عتاب نہ ہو جاوے چنانچہ امام بن حجر رحمہ اللہ فتح الباری جلد ١٣ ص ٢٨٤ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں۔

ويستفاد من ذلك ان امره صلعم اذاثبت لم يكن لاحد ان يخالفه ولايتحيل فى مخالفته بل يجعله الاصل الذى يرد عليه ماخالفه لاباً لعكس كما يفعله بعض المقلدين ويغفل عن قوله تعالىٰ فليحذر الذين يخالفون عن امره الاية انتهى

اور داشتہ داشتہ شرک فی الرسالۃ میں مبتلا نہ ہو جاوے معاذ اللہ منہ۔

یہ عرض فقیر حقیر محض بنظر تحقیق واخلاص پر مبنی سمجھ کر جواب باصواب سے ممتاز فرمادیں، فقط والسلام۔

الجواب: فى الدر المختار وندب تفريق صوم الست من شوال

ولایکرہ التتابع علی المختار خلافاللثانی حاوی والاتباع المکروہ ان یصوم الفطر وخمسة بعدہ فلوافطر الفطر لم یکرہ بل یستحب ویسن ابن الکمال فی ردالمحتار قوله علی المختار قال صاحب الهدایة فی کتاب التحبنیس ان صوم الستة بعد الفطر منهم من کرهه والمختارانه لاباس به الی اخیر ماقال واطال وقال وتمام ذلك فی رسالة تحریر الاقوال فی یوم الست من شوال للعلامته قاسم وقدرد فیها علی مافی منظومة التبانی وشرحها من غروة الکراهة مطلقا الی ابی حنیفة وانه الاصح بانه علی غیر روایة الاصول وانه صحح مالم یسبقه احدالی تصحیحه وانه صحح الضعیف و عمدالی تعطیل مافیه الثواب الجزیل بدعویٰ کا ذبة ثم ساق کثیر من نصوص کتب المذهب فراجعها فافهم ج۲ ص۲۰۱ مصریة وفی العالمگیریة بعد نقل قول الکراهة والاصح انه لاباس به کذافی محیط السرخسی ج۱ ص۱۲۹ فعلم بهذه النصوص المذهبیة ان القول بالکراهة لم یصح نسبتها الی الامام وانه دعوی بلادلیل فلایلزم اشکال ترک الحدیث ولا ترک قول الامام لانه یوافق الحدیث

(شوال ۱۳۴۳ھ تتمہ ثانیہ ص ۱۷۲)(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۳۸۴ تا ص ۳۸۵)

رسالہ ملاحۃ البیان فی فصاحۃ القران

السوال(۵۱۵) پرچہ اہل حدیث کا ایک تراشہ ملفوف خدمت ہے حسب فرصت اس مضمون کے متعلق اپنی اجمالی رائے عالی سے مطلع فرمایا جاوے، یہ محض اپنے اطمینان خاطر کے لئے چاہتا ہوں کسی اخباری بحث و مباحثہ سے مطلق تعلق نہیں۔

نقل تراشہ، تعاقب کا جواب: علمی مضامین میں اختلاف ہونا اور علمی طریق سے اس پر گفتگو ہونا مستحسن اور علمی طریق ہے اخبار اہل حدیث میں اس کا سلسلہ ابتداء سے جاری ہے مخالف مضمونوں کو بھی جگہ دی جاتی ہے آج بھی اس کی نظیر پیش ہے اہلحدیث ۱۸ جون ۷ ۱۹۳ء میں ایک فتویٰ درج ہوا تھا جو دراصل ضلع اعظم گڈھ کے ایک اہل علم کے حق میں تھا جس نے لکھا تھا کہ قرآن مجید میں بعض الفاظ غیر مناسب محض سجع کے لحاظ سے آئے ہیں موصوف کے حق میں لکھا گیا کہ یہ ان کی علمی غلطی ہے کفر فسق نہیں، معاصر "محمدی" دہلی نے اس پر تعاقب کیا، تعاقب کے الفاظ یہ ہیں (مدیر) ۱۸ جون کے اہل حدیث میں صفحہ نمبر ۱۳ سوال نمبر ۱۷۵ کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے، ہمارے خیال میں اس میں تسامح ہو گیا ہے، لہذا فاضل مفتی صاحب نظر ثانی کریں تو بہتر ہے۔ اصول زبان کی حیثیت سے بعض الفاظ قرآنی کو غیر انسب اور غیر احسن کہنا اسماء سور کو بجائے رہبری کے غلط خیال پیدا کرنے والے کہنا سوائے دہریت کی رہنمائی کے اور اپنی نیچریت کے اظہار کے اور لوگوں کے دلوں سے تعظیم قرآن دور کرنے کے کسی نیک نیتی پر محمول نہیں ہو سکتا پھر نیت کا علم کسی کو نہیں شرعی فتوے ظاہر پر ہیں پس شخص مذکور کی علمی غلطی کے ساتھ ہی اس کے فسق و فجور کا بھی اس میں پورا دخل ہے واللہ اعلم۔

جواب مرقوم اہلحدیث: اخبار اہلحدیث ۱۸ جون صفحہ ۱۳ میں سوال نمبر ۱۷۵ قرآن میں سجع کے لئے غیر انسب لفظ کا مستعمل ہونا اور اسماء سور کا مضمون سور کی طرف رہبری نہ کرنے کا جو جواب دیا گیا ہے اس پر اخبار محمدی دہلی یکم جولائی ص۱۶ میں تعاقب کیا گیا ہے کہ ایسا خیال دہریت اور نیچریت اور فسق و فجور کا ہے، اللہ معاف کرے فاضل متعاقب سے اس میں

شدید تسامح ہوا ہے اجلہ صحابہؓ سے نہ محض سجع و فواصل میں بلکہ آیتوں کے فواتح و اوساط کے بعض الفاظ کی بابت اسی قسم کا قول منقول ہے ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ آیت سورہ رعد اَفَلَمْ يَيْئَسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ میں (فلم ییٔس کی جگہ افلم یتبین مناسب تھا دقصی ربک (اسراء) کی جگہ دوصی ربک بہتر تھا، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آیت نساء وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ میں اصل زبان کی رو سے المقیمون انسب تھاآیت مائدہ وَالصَّابِئُوْنَ میں الصائبین زیادہ اچھا تھا کیونکہ ان کے اسم پر عطف ہونے کی وجہ سے اس کا مرفوع ہونا غیر مناسب ہے ان کے حوالوں کے لئے دیکھئے الکلمات الحسان فی الحروف السبعة للقران (طبع مصر) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شان میں وارد ہے وکان رسولاً نبیا چونکہ ہر رسول کا نبی ہونا لازمی ہے اس لئے نبی کا لفظ یہاں زائد ہے محض سجع کے لئے آیا ہے (المثل السائر) حافظ سیوطیؒ اتقان میں آیت لَاتَجِدُلَكَ عَلَيْنَابِهٖتَبِيْعًا کی بابت ناقل ہیں الاحسن الفصل بینهما الخ

یعنی زیادہ اچھا تھا کہ دونوں مجرور وں لک اور علینا کو الگ الگ کر دیا جاتا، مگر سجع اور فاصلہ کی رعایت سے دونوں مجروروں کو ایک ساتھ جمع کر دیا ہے اور تبیعا کو پیچھے ذکر کیا ہے پھر چالیس مثالیں قرآن سے ایسی لکھی ہیں جن میں رعایت قافیہ کے لئے اصول زبان کی خلاف ورزی کی گئی ہے آیت سورہ طہ لَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى۔ آیا ہے اصول زبان کی رو سے فتشقیان مناسب تھا آیت فرقان وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اماما کی جگہ ائمة مناسب تھا مگر رعایت فواصل کے باعث دونوں جگہ واحد کے صیغہ اور صورت میں لایا گیا ہے

حدیثوں میں بھی اس کی مثالیں بہت ہیں حسن و حسینؓ کی دعاء کا کلمہ اعیذکما بکلمات الله التامة من کل شیطان وھامة میں اصول زبان کی رو سے لامہ کی جگہ ملمہ انسب تھا لیکن تجع کا لحاظ کرتے ہوئے یہی لامہ انسب ہے فتح الباری میں ہے قال لامہ لیوافق لفظ ھامہ لکونہ اخف علی اللسان

ایک حدیث میں ہے عورتوں کو آپ نے فرمایا ارجعن مازورات غیر ماجورات (اوکماقال) اصول زبان کی رو سے مازورات کی جگہ موزورات انسب تھا (الفائق)

ایک حدیث میں ہے خیر المال سکة مابورة ومھوة مامورة۔ باعتبار اصول زبان مامورة موٴمرة ہونا چاہئے تھا۔ (الفائق للزمخشری) محض تجع کی رعایت سے اصول زبان کو چھوڑ دیا پس تجع کے لحاظ سے یہی انسب ہے گو اصول زبان کی رو سے غیر انسب ہے۔

اسی طرح اسماء سور کی بابت صحابہؓ سے متعدد ناموں کا ثبوت ملتا ہے، وہ فرمایا کرتے کہ سورہ نساء قرآن میں تین ہیں (۱) سورہ بقرہ یہ سورہ نساء کبریٰ ہے (۲) سورہ نساء یہ سورہ نساء وسطیٰ ہے (۳) سورہ طلاق یہ سورہ نساء قصریٰ یا صغریٰ ہے اسی سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک سورۃ بقرہ کا نام اس کے پورے مضامین کی طرف رہبری نہیں کرتا حضرت ابن عباسؓ سورہ انفال کو سورہ بدر فرماتے، سورہ حشر کو سورہ بنی نضیر کہتے سورہ توبہ کو سورہ فاضحہ بلکہ سورہ توبہ کے دس سے زیادہ نام منقول ہیں (فتح الباری) اور سورہ فاتحہ کے تو بکثرت اسماء ہیں اس کے اکیس ناموں کی فہرست مولانا سیالکوٹی نے اپنی تفسیر واضح البیان میں دی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی نام لکھے گئے ہیں یہ متعدد نام ان کے مختلف مضامین کو مدنظر رکھ کر ہی مقرر کئے گئے ہیں جلالین میں بعض

سورتوں کے نام کچھ اور مرقوم ہیں ہندی مطابع کے مصاحف میں کچھ اور اور مصری چھاپوں میں کچھ اور اتقان میں ہے۔ يسمون الجملة من الكلام والقصيدة بماهو اشهرفيها وعلے ذلك جرت اسماء، سور القران (ص ۱۶۹) یعنی عرب نثر اور قصیدوں کا نام اس میں کسی مشہور کے نام سے رکھ دیتے ہیں، اسی اصول پر قرآن کی سورتوں کے نام بھی ہیں بلکہ بائبل کے صحائف و اسفار کے نام بھی اسی طرز سے رکھ لئے ہیں گلستاں بوستاں کریما، مامقصاں کے نام بھی یہ مضمون علمی ہے لور بسط چاہتا ہے، اخباری گنجائش اور اس کے ناظرین کے ملال طبع کے خوف سے اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ولعل فيه كفاية لمن له دراية (اخبار کا مضمون ختم ہوا)

الجواب: من المدرسة قال تعالى فى الكهف أَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجاً عوج مقابل ہے استقامت کا کسی شئے کی استقامت یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا اختلال نہ ہو پس عوج عام ہو گا ہر اختلال کو اور یہ نکرہ ہے تحت نفی کے پس ہر قسم کا عوج منفی ہوا اسی بناء پر روح المعانی میں اس کی یہ تفسیر کی۔

اى شيئاً من العوج باختلال اللفظ من جهة الاعراب ومخالفة الفصاحة وتناقض المعنى وكونه مشتملاً علے ماليس بحق اودا عيا لغير الله اه وقال تعالىٰ متحديا وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّانَزَّ لْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ

ان نصوص قطعیہ سے قرآن مجید کا ہر قسم کے نقص سے منزہ ہونا اور اس تنزیہ میں اس کا معجز ہونا مصرح ہے نیز اس پر تمام امت کا ایسا اجماع ہے کہ اس عقیدہ کو اس درجہ ضروریات دین سے سمجھا جاتا ہے کہ اس کے انکار پر بالاتفاق کفر کا حکم کیا جاتا ہے اور اہل ایمان تو بجائے خود رہے قرآن کے اس

اعجازی کمال کا اقرار ہمیشہ کفار کو بھی رہا، اگر نعوذ باللہ اس میں شائبہ بھی کسی قسم کے نقص کا ہوتا تو کیا وہ خاموش رہتے اور جس طرح اس کے اعجاز پر یہ نصوص دلیل نقلی قطعی ہیں ثبوتاً بھی دلالۃً بھی اسی طرح بڑے بڑے اساطین کلام کا عجز اس کی دلیل عقلی قطعی بھی ہے ثبوتاً بھی دلالۃً بھی اور قاعدہ متفق علیہ بین اہل ملت و بین اہل عقل ہے کہ ایسے قطعی کا معارض ایسا قطعی تو ہو نہیں سکتا لاستلزامہ الجمع بین النقیضین اگر معارض ظنی ہو تو اگر معصوم سے منقول ہو تو ثبوت کا انکار رواۃ کی غلطی سے واجب ہے اور دلالت کی تاویل واجب ہے اور اگر غیر معصوم سے ہو اگر وہ محل حسن ظن نہیں تو ردو ابطال واجب اور اگر محل حسن ظن ہے تو سند میں جرح یا تاویل مستحسن ہے۔

اس مقدمہ کی تمہید کے بعد جتنی روایات و اقوال موہم تعارض پائی جاویں تو وہ معارض ہی نہیں جیسے بعض کلمات کا اصول کے خلاف ہونا کیونکہ درحقیقت وہ مطلق اصول کے خلاف نہیں صرف اصول مشہورہ کے خلاف ہیں تو اصول کا انحصار مشہورہ میں یہ خود غلط ہے اکثر تو ان کے مقابل دوسرے اصول بھی پائے جاتے ہیں اور اگر بالفرض مطلقاً اصول کے خلاف ہونا بھی ثابت ہو جائے اگرچہ یہ فرض تقریباً باطل ہے لیکن اس کو فرض کر لینے کے بعد بھی اصول کی تدوین کو ناقص کہا جاوے گا اصول کی مخالفت سے ایراد نہ کیا جاوے گا، کیونکہ اصول خود فصحائے اہل لسان کے کلام کے تتبع سے جمع کئے جاتے ہیں فصحائے اہل لسان ان کے تابع نہیں ہوتے اور اس کے تسلیم میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا جیسے اصول فقہ مجتہدین کے فروع سے مستنبط ہوتے ہیں مجتہدین اپنے فروع کو ان پر مبنی نہیں کرتے یا اگر معارض ہیں تو واجب الرد یا مادل ہیں اس تحقیق کلی سے تمام جزئیات کا فیصلہ ہوتا ہے بعضے جزئیات بطور مثال کے ذکر بھی کی جاتی ہیں مثلاً فواصل کی رعایت کی تقدیم یہ بھی ایک

صحیح اصل ہے کما صرح بہ فی الاتقان نوع ۵۹ فصل ۲، اور یہ اس وقت ہے جب صرف یہی رعایت موجب ہو مگر خود اسی میں کلام ہے قرآن مجید میں بے شمار مواقع ایسے ہیں کہ فواصل میں سجع کا سلسلہ شروع ہو کر ایک آیت میں سلسلہ ٹوٹ گیا اور اس کے بعد پھر عود کر آیا اس سے معلوم ہوا کہ صرف رعایت فواصل کی اس مخالفت کی داعی نہیں بلکہ اس میں اور بھی اسباب غامض ہوتے ہیں چنانچہ اتقان کی نوع تاسع و خمسون میں ایسے امثلہ کے بعد بعنوان تنبیہ ابن الصائغ کا قول نقل کیا ہے۔ لایمتنع فی توجیه الخروج عن الاصل فی الایات المذکورة امور اخری مع وجه المناسبة فان القران کما جاء فی الاثرلا تنقضی عجائبه۔ اور مثلاً ابن عباسؓ سے ایک ایسی ہی روایت منقول ہے اس کی نسبت ابو حیان کہتے ہیں۔

من روی عن ابن عباسؓ انه قال ذلك فهوطا عن فی الاسلام ملحد فی الدین وابن عباس بری من ذلك القول کذافی روح المعانی تحت قوله تعالیٰ حتی تستانسوامع کلام علی بن حیان والذی تکلم اختار توجیها اخر

اور مثلاً ایک ایسی ہی روایت کے متعلق روح المعانی میں تحت آیت افلم ییئس الذین امنوا میں کہا ہے۔ راما قول من قال انما کتبه الکاتب وهونا عس فسوی اسنان السین فهوقول زندیق ابن ملحدعلی مافی البحر و علیه فروایة ذلك کمافی الدر المنثور عن ابن عباسؓ غیر صحیحة

اور اس کے غیر صحیح ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ اتقان نوع سادس و ثلاثون کی فصل سوم کے سوال عاشر کے جواب میں خود ابن عباسؓ سے اس کے خلاف منقول ہے اسی طرح ہر مقام کے متعلق خاص خاص

تحقیقات ہیں جن کا ذکر موجب تطویل اور اجمال مطلوب فی السوال کے خلاف ہے اور ایک ان سب روایات کا مشترک جواب ہے جس کو اپنی تفسیر بیان القرآن حاشیہ عربیہ متعلقہ آیت حتی تستانسوا سے نقل کرتا ہوں۔

والذی تقرر عندی فیه وفیماورد من امثاله علی تقدیر ثبوت هذه الروایات ان هولاء رضی الله عنهم سمعوا القرات التی اختار وهامن رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یستمعوا القرات الموجودة ثم ان تلك القرا ات نسخت ولم یبلغهم الخبر فدا ومواعلیها وانکر واغیرها لمخالفة ظاهر القواعد وعدم سماعه کما کان ابو الدرداء یقرء والذکر والانثی وکانت عائشةؓ تقرا خمس رضعات اه

اور اسماء سور کے تعدد کا اس بحث میں کچھ دخل نہیں ان میں تعارض ہی کیا ہے مگر ان اسماء میں سے کسی کو غیر مناسب کہنا بدعت شنیعہ ہے کیونکہ بعض اسماء خود احادیث صحیحہ مرفوعہ میں وارد ہیں علیٰ ہذا احادیث کے ایسے مقامات کا جواب بھی ان ہی اصول سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً موزورات کی جگہ مازورات فرمانا یہ بھی ایک اصل میں داخل ہے اس اصل کا اصطلاحی نام ہے ازدواج کذافی القاموس ولنسم هذا المجموع ملاحة البیان فی فصاحة القران

(اشرف علی للسادس والعشرین ذی قعدہ ۲۶ ھ)

ضمیمہ موضحہ از مفتی مدرسہ

بہر حال جس قدر روایات جواب تعاقب میں مذکور ہیں چونکہ وہ ظاہرا ارشاد خداوندی أَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجاً کے معارض اور قرآن میں اختلال کو مستلزم ہیں اس لئے بمقتضائے اصول حدیث

ان سب کا رد کرنا واجب ہے جیسا بعض روایات کا غلط و موضوع ہونا تفسیر روح المعانی سے نقل بھی کر دیا۔ اسی طرح ظاہر یہ ہے کہ دوسری روایات بھی غلط اور مخترع ہیں اگر اس کے رجال و رواۃ سے بحث کی جائے گی تو امید ہے کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی پس جو شخص ان روایات کی بناء پر تعاقب کا جواب دے رہا ہے اس کے ذمہ ان روایات کی صحت کا ثابت کرنا لازم ہے ورنہ خرط القتاد بدوں اس کے ان روایات سے ایسے مضمون پر استدلال کرنا جس کی نفی خود قرآن اور اجماع و تواتر عقلی و نقلی سے ہو چکی ہے ہرگز جائز نہیں اور بعد ثبوت صحت کے ان کا جواب وہ ہے جو اوپر مفصلاً بیان کیا گیا پس کسی کا یہ کہنا کہ بعض مواقع پر محض قافیہ اور بندش کے لئے قرآن میں غیر انسب لفظ مستعمل ہوتا ہے یقیناً نہایت سخت کلمہ ہے جس کا سننا بھی گوارا نہیں ہو سکتا اور جتنی عبارتیں جواب تعاقب میں نقل کی گئی ہیں کسی کا بھی یہ یقینی مدلول نہیں کہ محض قافیہ اور بندش کے لئے قرآن میں کوئی غیر انسب لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح اسماء سور کے تعدد سے کس کو انکار ہے مگر یہ کہنا کہ موجودہ اسماء سور قرآنیہ بجائے رہبری کے غلط خیال پیدا کرتے ہیں نہایت کریہہ اور شنیع کلمہ ہے کہ اس کا بھی سننا گوارا نہیں ہو سکتا، اور یقیناً قرآن کریم کی عظمت و حرمت کی حفاظت زید و عمر راویوں کی عظمت و حرمت سے بدرجہا زائد و لازم ہے اور ایسے کلمات شنیعہ کی حمایت کے لئے اگر روایات موضوعہ ضعیفہ سے سہارا لیا جائے گا تو زندقہ اور الحاد کا باب مفتوح ہو جائے گا کیونکہ زنادقہ وضاعین و کذابین نے بہت حدیثیں اور روایتیں وضع کی ہیں نیز کفار اہل اسلام کے مقابلہ میں ان سے احتجاج کریں گے اس لئے روایات میں تحقیق سند اور تنقیح رجال کو علمائے امت نے واجب فرمایا ہے انتہت الضمیمۃ۔

(امداد الفتاویٰ جلد ۴ ص ۵۷ تا ص ۶۲)

وسلم يقول اهتزالعرش الموت سعد بن معاذ وفی روایة قال اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ وفی روایة قال اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ متفق علیه

(مشکوٰة ص٥٦٧)

حدیث نمبر۴: عن انس قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الجنة تشتاق الی ثلثة علیؓ و عمارؓ وسلمانؓ رواه الترمذی

(مشکوٰة ص ٥٧٠)

حدیث۵: عن انس قال قال ابوبکر لعمر بعد وفاة رسول الله صلی الله علیه وسلم انطلق بنا الی ام ایمن نزورها کما کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یزو رها الحدیث رواه مسلم

(مشکوٰة ص ٥٤٠)

حدیث نمبر۶: عن جابر فی حدیث طویل فلمارای (صلی الله علیه وسلم) مایصنعون طاف حول اعظمها بیددا ثلث مرات الحدیث رواه البخاری

(مشکوٰة ص٥٢٩)

حدیث نمبر۷: عن جابرانه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لماکذبنی قریش قمت فی الحجر فجعل الله لی بیت المقدس الحدیث متفق علیه

(مشکوٰة ص ٥٢٢)

وفی اللمعات جاء فی حدیث ابن عباس فجئی بالمسجد

حتی وضع عند دارعقیل وانا انظر الیہ

بعد نقل ان احادیث کے جواباً عرض کرتا ہوں کہ سوال میں معترض کے دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ یہ قلب موضوع ہے دوسرا یہ کہ یہ ناممکن ہے قول اول کی دلیل یہ بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعظیم طواف سے کی اور قول ثانی کی کوئی دلیل بیان نہیں کی سو قلب موضوع کا جواب حدیث نمبر ا سے ظاہر ہے کہ ابن عمرؓ کعبہ سے ہر مومن کو افضل بتا رہے ہیں اور اول تو یہ امر مدرک بالرائے نہیں اس لئے حکماً مرفوع ہو گا اور اگر اس سے قطع نظر بھی کی جاوے تاہم کسی صحابی سے اس پر نکیر منقول نہیں پھر اس کی صحت میں کیا شک رہا پھر ابن ماجہ میں تو اس کے رفع کی تصریح ہے اور بھی اچھی ہے اب کلام مذکور کی بھی حاجت نہیں رہی رہ گیا طواف فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کا اور اس کی تعظیم کرنا سو یہ ایک امر تعبدی ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مساجد کا احترام فرماتے تھے تو کیا مسجد کا آپ سے افضل و اعظم ہونا لازم آگیا اسی طرح بیت معظم بھی آپ سے افضل نہ ہو گا پھر جب آپؐ اس سے افضل ہوئے اور پھر آپ نے اس کا طواف کیا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ مفضول کا طواف افضل کر سکتا ہے سو اگر مؤمن بیت معظم سے مفضول بھی ہو تا تب بھی افضل کا طواف کرنا مفضول کے لئے جائز ہو تا چہ جائے کہ مومن کا افضل ہونا بھی ثابت ہو گیا پھر تو کچھ بھی استبعاد نہ رہا باقی یہ ظاہر ہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ انسان کو جہت سجدہ بھی بنایا جائے یا انسان کا کوئی طواف کرنے لگے اور یہ سب اس وقت ہے کہ طواف بطور تعظیم ہو اور اگر یہ طواف لغوی ہو بمعنی امدورفت جو مقارب ہے زیارت کا تو وہ اپنے مفضول کے لئے بے تکلف ہو سکتا ہے جیسا حدیث نمبر ۵ و ۶ میں مصرح ہے اور محض ایسے امور

جوابات سوالات متعلقہ غیر مقلدین

سوال (۵۴۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ آیا فی زمانا غیر مقلدین جو اپنے تئیں اہلحدیث کہتے ہیں اور تقلید شخصی کو ناجائز کہتے ہیں۔ بہیئتہ کذائیتہ داخل اہلسنت والجماعت ہیں یا نہیں یا مثل فرق ضالہ روافض و خوارج وغیرھا کے ہیں ان کے ساتھ مجالست و مخالطت و مناکحت عامی مقلدین کو جائز ہے یا نہیں اور ان کے ہاتھ کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

سوال دوم: دوسرے ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا ان کا عامی مقلدین کی جماعت میں شامل ہونا درست ہے یا نہیں۔

الجواب عن السوال الاول والثانی

مسائل فرعیہ میں کتاب و سنت واجماع وقیاس مجتہدین سے تمسک کر کے اختلاف کرنے سے خارج از اہل سنت نہیں ہوتا البتہ عقائد میں خلاف کرنے سے یا فروع میں حجج اربعہ مذکورہ کو ترک کرنے سے خارج از اہل سنت ہو جاتا ہے اور مبتدع کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے اس قاعدے سے سب فرقوں کا حکم معلوم ہو گیا۔ (۳۰ ذی قعدہ ۱۳۴۰ھ تتمہ خامسہ ص ۲۲۷)

(امداد الفتاوی ج ۴ ص ۴۹۳)

توجیہ زیارت کعبہ حسناء بعضے اولیارا

سوال (۵۰۹) بابت استقبال قبلہ شامی و بحر الرائق وطحطاوی برمراقی الفلاح وباب ثبوت النسب در مختار وشامی وغیرہ معتبرات فقہیہ سے جواز آنے بیت اللہ شریف کا واسطے زیارت اولیاء اللہ کے بلکہ طواف اولیاء کرنے کے ممکن و منجملہ کرامات ہونا لکھا ہے اور روض الریاحین میں امام یافعی وغیرہ میں

وقوع اس کا اور دیکھنا ثقات ائمہ و علماء کا اس کرامات کو منقول ہے، اس کو غیر مقلدین لغو غلط امر کہتے ہیں ان کا قول و خیال یہ ہے کہ کعبہ ایسا معظم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اشرف المخلوقات تھے اس کی تعظیم طواف سے کی وہ دوسرے اپنے سے کم درجہ کی زیارت وطواف کے لئے جائے یہ قلب موضوع و ناممکن امر ہے ہاں اگر قرآن و حدیث سے یہ امر مدلل کیا جاوے تو قابل تسلیم ہو سکتا ہے لہذا علمائے احناف کی جناب میں گذارش ہے کہ عقیدے کو نصوص قرآن واحادیث سے یا باستنباط از آیات واحادیث مدلل و ثابت فرما کر کتب فقہ حنفیہ و روض الریاحین وغیرہ تالیفات ائمہ سلف کو دھبہ غیر معتمد ہونے سے بچائیں اور جہاں تک جلد ممکن ہو جواب سے سرفراز فرمائیں اس امر کی نسبت سخت نزاع درپیش ہے ؟۔

الجواب ا: عن ان عمرؓ انه نظريوماً الى الكعبة فقال ما اعظمك وما اعظم حرمتك والمومن اعظم حرمة عندالله تعالىٰ منك اخرجه الترمذى وحسنه (ص ٤٤ ج٢، مطبوعه مجتبائى و رواه ابن ماجة مرفوعاً عن ابن عمر ولفظه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالكعبة يقول ما اطيبك واطيب ريحك واعظم حرمتك والذى نفس محمد بيده لحرمة المومن اعظم عندالله حرمة منك الخ ص ٢٠٩ اصح المطابع،

حدیث نمبر ۲: عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اريت الجنة فرايت امراة ابى طلحة وسمعت خشخشة امامى فاذا بلال رواه مسلم

مشكوٰة ص ٥٦٧)

حدیث نمبر ۳: عن جابر قال سمعت النبى صلى الله عليه

سے افضلیت کا لزوم کیسے ضروری ہو گا جب کہ حدیث نمبر ۶ میں تقدم بلالؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر منقول ہے اسی لئے اس تقدم کو شراح حدیث نے تقدم الخادم علی المخدوم سے مفسر کیا ہے پس ایسا ہی یہاں ممکن ہے نیز عرش جو کہ تجلی گاہ خاص حق ہے اور اس کی صنعت میں کسی بشر کو دخل نہیں ظاہر ابیت معظم سے افضل ہے باوجود اس کے اس کی حرکت ایک امتی کے لئے حدیث نمبر ۳ میں مذکور ہے سو اسی طرح اگر بیت معظم کسی مقبول امتی کے لئے حرکت کرے تو کیا استبعاد ہے نیز روح اس حرکت کی اشتیاق ہے سو جنت جو کہ حق تعالیٰ کے تجلی خاص کا دار ہے حدیث نمبر ۴ میں اس کا مشتاق ہونا بعض اتیان مقبولین کی طرف وارد ہے تو کعبہ کا اشتیاق بھی کسی مقبول امتی کی طرف کیا مستبعد ہے۔

پس ان حدیثوں سے خود زیارت و طواف کا استبعاد تو دفع ہو گیا جو کہ بحث نقلی تھی اب صرف یہ بحث عقلی باقی رہی کہ خانہ کعبہ اتنا بھاری جسم ہے یہ کیسے منتقل ہو سکتا ہے سو اول تو ان الله علی کل شئی قدیر میں اس کا جواب عام موجود ہے دوسرے حدیث نمبر ۷ کے ضمیمہ میں جواب خاص بھی ہے جو خصائص کبریٰ جلد اول ص ۱۶۰ میں نقل کیا ہے تخریج احمد وابن ابی شیبہ والنسائی والبزار والطبرانی وابی نعیم بسند صحیح اور یہ سب گفتگو قول اول کے متعلق تھی رہا قول ثانی کہ یہ ناممکن ہے سو استفسار یہ ہے کہ آیا عقلاً ناممکن ہے یا شرعاً یا عادۃً اول کا انتفاء ظاہر ہے اگر شق ثانی ہے تو معترض کے ذمہ اس کا ثبوت ہے وانی لہ ذلک، اور اگر شق ثالث ہے تو مسلم ہے بلکہ مفید ہے کیونکہ کرامت ایسے ہی واقعہ میں ہے جو عادۃً ممتنع ہو ورنہ کرامت نہ ہو گی اب ایک شبہ باقی ہے وہ یہ کہ حس اس کی مکذب ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہوا ہو سو ایسا ہی شبہ حدیث سابع کے ضمیمہ میں

ہوتا ہے سو جو اس کا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے، اور وہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت اتفاق سے کعبہ کا دیکھنے والا کوئی نہ ہو اذا اراد الله تعالیٰ شیئاهیا اسبابہ۔ اور یہ اس وقت ہے جب یہی جسم منتقل ہوا ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کا محکوم علیہ ہے جس طرح حدیث نمبر ۴ میں آپ نے بلالؓ کی مثال کو دیکھا تھا ورنہ بلالؓ یقیناً اس وقت زمین پر تھے، اب صرف ایک عامیانہ شبہ رہا کہ اس کی سند جب تک حسب شرائط محدثین صحیح نہ ہو اس کا قائل ہونا درست نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ خود محدثین نے غیر احکام کی احادیث میں سند کے متعلق ایسی تنقید نہیں کی یہ تو اس سے بھی کم ہے یہاں صرف اتنا کافی ہے کہ راوی ظاہرا ثقہ ہو اور اس واقعہ کا کوئی مکذب نہ ہو

اس تقریر سے اس کا جواب بھی نکل آیا جو سوال میں ہے کہ اگر قرآن و حدیث سے مدلل کیا جاوے الخ وہ جواب یہ ہے کہ اگر مدلل کرنے سے یہ مراد ہے کہ بعینہ وہی واقعہ یا اس کی نظیر قرآن و حدیث میں ہو تب تو اس کے ضروری ہونے کی دلیل ہم قرآن و حدیث ہی سے مانگتے ہیں نیز ائمہ محدثین کی کرامات کو کیا اس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے، اور اگر یہ مراد ہے کہ جن اصول پر وہ مبنی ہے وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہوں تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ امر حاصل ہے۔

تنبیہ : یہ سب اصلاح تھی غلو فی الانکار کی باقی جو غالی فی الاثبات ہیں علمایا عملاً ان کی اصلاح بھی واجب ہے واللہ اعلم۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۴۹ تا ۳۵۲)

غیر مقلدین کے بارے میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات

عارف باللہ' خسرو دربار اشرفی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب

مجذوب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

اہلحدیث کے متعلق حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر بد گمانی اور بد زبانی نہ کریں تو خیر یہ بھی سلف کا ایک طریق ہے گو خلف کا قیاس سلف پر اس باب میں مع الفارق ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے متعدد غیر مقلد بیعت بھی ہیں، میں اس میں سخت نہیں ہوں۔ انہیں بھی بیعت کر لیتا ہوں بشرطیکہ تقلید کو جائز سمجھتے ہوں گو واجب بھی نہ سمجھتے ہوں مگر معصیت بھی نہ سمجھتے ہوں لیکن جس کو دل ملنا کہتے ہیں وہ باوجود قلب کو متوجہ کرنے کے بھی نہیں ہوتا۔ ان کی نیکی میں شک نہیں لیکن نیکی بدرجہ محبوبیت نہیں کیونکہ ان حضرات میں عموماً ادب کی کمی ہوتی ہے۔ بے باک ہوتے ہیں اور تقویٰ کا اہتمام بھی بہت کم کرتے ہیں۔ اس سے ایک گونہ انقباض ہوتا ہے۔

(اشرف السوانح ج ۱ ص ۲۰۶، ص ۲۰۷)

غیر مقلدین سے بوقت بیعت بد گمانی اور بد زبانی نہ کرنے کی شرائط

فرمایا کہ میں بیعت کے وقت غیر مقلدین سے شرط کر لیتا ہوں کہ بد زبانی اور بد گمانی نہ کرنی ہوگی اور تقلید کو حرام نہ خیال کریں اور یہ کہ ہماری مجلس میں غیر مقلدین کا ذکر بھی ہوا کرے گا مگر وہ غیر مقلدین مراد ہوں گے جو معاند ہیں۔ تمہیں یہی سمجھنا ہوگا۔ (الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ۸)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا حضرت حکیم الامت تھانوی کی صحبت میں برکت ہونے کا اعتراف

فرمایا کہ یہاں ایک غیر مقلد آگئے اور کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے ہم نے تھانہ بھون آنے کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ "واقعی

ان کی صحبت موجب برکت ہے مگر اہلحدیث کے سخت مخالف ہیں'' فرمایا کہ اگر اہلحدیث حق پر ہیں تو صحبت کا موجب برکت ہونا کیا معنی اور اگر باطل پر ہیں تو مخالفت ضروری ہے مولوی ہو کر اجتماع نقیضین کیا۔ میں نے کہا کہ مولوی محمد جمال صاحب کو بھی دق کیا۔ فرمایا کیوں۔ میں نے کہا کہ کہتے ہیں کہ اس میں جماعت کی سبکی ہے فوراً فرمایا کہ سب کی تو نہیں۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ۳۹)

ایک غیر مقلد کو اس کی درخواست بیعت کے جواب میں ارشاد کہ ''کیا تم میری تقلید کرو گے ؟''

فرمایا کہ غیر مقلد کا خط آیا تھا کہ ''مجھ کو بھی بیعت کر لو گے۔ میں نے جواب دیا کہ ''تم میری بھی تقلید کرو گے یا نہیں''؟ پھر جواب دیر کے بعد آیا کہ اس کا جواب تو نہیں آتا مگر بیعت کا ارادہ ہے۔

فرمایا کہ اس کا جواب مجھ سے پوچھتا تو بتلا دیتا کیونکہ علم کا اخفاء اچھا نہیں۔ اس کو شبہ یہ ہوا کہ میرا اتباع کرنے کا وعدہ کرے تو پھر یہ اشکال ہو گا کہ جب میری تقلید کرو گے تو امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کیوں نہیں کرو گے سو جواب یہ ہے کہ آپ کی تقلید کروں گا کیونکہ آپ کی تقلید معالجہ میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی تقلید نہ کروں گا کیونکہ ان کی تقلید احکام میں ہوتی ہے اور احکام میرے نزدیک منصوص ہے۔

(الکلام الحسن ملفوظ ۲۷)

یہ بھی فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کی تقلید تو ان احکام میں کرائی جاتی ہے جن میں دلیل کی ضرورت ہے اور شیخ کی تقلید صرف طرق معالجہ میں ہے جن میں تجربہ کافی ہے مثلاً کبر کا مذموم ہونا تو نص سے ثابت ہے اس میں تقلید

نہیں ہیچ سے صرف طریق ازالہ معلوم کر کے عمل کرنا ہوتا ہے جیسے ڈاکٹروں کی اطاعت کرنا۔

(کلمۃ الحق ص ۱۳)

مولانا رومی، جامی، اور شیرازی کے اقوال کی تاویل کی کیوں ضرورت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک نیم غیر مقلد نے مجھ سے کہا کہ مولانا رومی، جامی، وشیرازی کے اقوال کی تاویل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ان کے ظاہری الفاظ پر حکم کیوں نہیں لگا دیا جاتا۔ میں نے کہا وہ ضرورت ایک حدیث سے ثابت ہے۔ کہنے لگے کونسی حدیث میں ضرورت آئی ہے میں نے کہا کہ حدیث میں ہے کہ دو جنازے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرے اور صحابہؓ نے ایک کی مدح کی اور ایک کی مذمت۔ آپ نے دونوں پر فرمایا قد وجبت۔ آگے وجبت کی تفسیر جنت اور نار سے (فرمائی) اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ انتم شهداء الله في الارض اتنا تو حدیث سے ثابت ہے۔ اب آپ چل کر جامع مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر ان بزرگوں کی نسبت دریافت کریں تو ہر شخص ان کا بزرگ ہونا بیان کرے گا تو اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ یہ اولیاء ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قول کی توجیہ کرتے ہیں۔

(کلمۃ الحق ۳۰، ص ۳۱)

غیر مقلدین کا حضرت امام اعظم کو کم حدیث پہنچنے کا بہتان

فرمایا غیر مقلدین کہتے ہیں کہ امام صاحب کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس سے بھی کم پہنچیں تو امام صاحب کا اور زیادہ کمال ظاہر

ہوتا کیونکہ جو شخص علم حدیث میں اتنا کم ہو اور پھر بھی وہ جو کچھ کہے اور لاکھوں مسائل بیان کرے اور وہ سب حدیث کے موافق ہوں تو اس کا مجتہد اعظم ہونا بہت زیادہ مسلم ہوگیا۔ یہ ابن خلکان مؤرخ کی جسارت ہے ورنہ صرف امام محمد کی وہ احادیث جو وہ اپنی کتابوں میں امام صاحب رحمتہ اللہ سے روایت کرتے ہیں صدہا ملیں گی۔

(کلمۃ الحق ص ۳۷، ص ۳۸)

آمین بالشر کسی کا مذہب نہیں

فرمایا پہلے انگریز بڑے لائق آتے تھے۔ ایک ریاست میں آمین کا جھگڑا تھا تو ایک انگریز نے اپنی تحقیقات میں لکھا کہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ آمین تین قسم پر ہے آمین بالسر یہ مذہب ہے بعض علماء کا۔ اور آمین بالجہر یہ بھی مذہب ہے بعض علماء کا۔ اور ایک قسم ہے آمین بالشر وہ کسی کا مذہب نہیں ہے اور اس وقت اسی کا زیادہ وقوع ہے۔

(کلمۃ الحق ص ۶۱)

آمین بالجہر اور رفع یدین

مولانا سلیمان صاحب پھلواری کی ظرافت کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک دفعہ مولوی صاحب نے ایک قصہ وعظ میں بیان کیا کہ ایک صاحب غیر مقلد بہت لڑاکا تھے۔ ایک مسجد میں انہوں نے آمین بالجہر کہی۔ اس وقت جماعت میں ایک گاؤں کا آدمی بھی تھا۔ اس نے کہا ہمارے گاؤں میں آکر آمین کہو۔ پوچھا تمہارا گاؤں کہاں ہے؟ اس نے پتہ نشان بتلایا۔ یہ بزرگ قصداً وہاں گئے اور نماز پڑھی۔ آمین جہر سے کہی پھر کیا تھا لوگوں نے رفع یدین شروع کردیا۔

(سفر نامہ لاہور و لکھنؤ ص ۲۷۶)

ہم علی الاطلاق غیر مقلدین کو برا نہیں کہتے
ہمارے پیشوا حضرت امام اعظم خود کسی کے مقلد نہ تھے

فرمایا میں نے ایک جگہ بیان کیا تھا کہ ہم علی الاطلاق غیر مقلدین کو برا نہیں کہتے دیکھئے امام ابو حنیفہ خود مقلد نہ تھے مگر ہم ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں لیکن اس زمانہ کے اکثر غیر مقلدین کی ہم کو شکایت ہے ان میں عموماً الا ماشاء اللہ دو خصلتیں بہت بری ہیں ایک ائمہ کے ساتھ بد گمانی دوسرے ان کی شان میں بد گمانی۔ باقی ہم نفس غیر مقلدی کو حرام نہیں کہتے غیر مقلدی بھی ایک مسلک ہے لیکن اس وقت کے مفاسد کو دیکھ کر ہم کو پسند نہیں بہت سی چیزیں جائز ہوتی ہیں مگر بعض طبائع کے نزدیک ناپسند ہوتی ہیں مثلاً اوجھڑی شرعاً جائز ہے مگر نفیس مزاج اور لطیف الطبع لوگ اس کو پسند نہیں کرتے (بل بعض الاشیاء المباحة ابغض عند الله ایضا فقدروی ای بعض الحلال عندالله الطلاق او کما قال جامع

(سفر نامہ لکھنؤ ولاہور ص ۳۶)

غیر مقلدین کے مجمع میں ایک وعظ

فرمایا غیر مقلدین کے مجمع میں بمقام قنوج ایک دفعہ وعظ ہوا تو میں نے کہا مسائل غیر منصوص میں تم بھی رائے کی تقلید کرو گے دوسرے یہ کہ رائے اپنے سے بڑے کی لینی چاہئے۔ تیسرے یہ کہ مسائل غیر منصوصہ، منصوصہ سے عدد میں زیادہ ہیں۔ چوتھے یہ کہ ہندوستان میں سوائے حنیفہ کے اور کوئی مذہب رائج نہیں تو لا محالہ آپ امام صاحب کی تابعداری کریں گے۔ باقی یہ شبہ کہ پھر تو ہم حنفی ہو گئے تو فرق نہ رہا۔ فرق میں بتلا دیتا ہوں وہ یہ کہ

حنفیہ کی دو قسمیں ہیں ایک نمبر اول وہ تو ہم ہوئے دوسرے، نمبر دوم وہ یہ کہ اکثر مسائل میں تو تابع اور بعض میں خلاف تو تم دوم نمبر حنفیہ کے ہوئے اور اس سے فائدہ کہ نزاع کم ہو جائے گا۔

(الکلام الحسن حصہ دوم)

تقلید میں نفس کا معالجہ ہے

فرمایا تقلید میں سیدھی بات یہ ہے کہ نفس کا معالجہ ہے ورنہ تجربہ سے ثابت ہے کہ نفس آزاد ہو کر رخص کو تلاش کرتا ہے اس کا مشاہدہ کرایا جائے۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۱۸۲)

غیر مقلدین کیلئے ہر جزو کیلئے نص کی ضرورت ہے

فرمایا چونکہ غیر مقلدین کیلئے ہر جزو کیلئے نص کی ضرورت ہے اس لئے قواعد کلیہ ان کیلئے کوئی شئی نہیں۔ ایک عالم نے ایک غیر مقلد مولوی صاحب سے دریافت کیا اور ایسا سوال کیا کہ کسی اور کو شاید نہ سوجھا ہو وہ یہ کہ پہلے یہ پوچھا کہ جو عمداً نماز ترک کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ انہوں نے کہا من ترک الصلوٰۃ متعمدًا فقد کفر پھر کہا کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ کہا کہ نہیں ہوئی۔ کہا کہ پھر وہ مسلمان ہے یا کافر۔ وہ غیر مقلد مولوی صاحب رک گئے اور کہا کہ میں تو کافر نہیں کہہ سکتا۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ۲۰۳)

آمین بالسر سے متعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کا ارشاد

فرمایا مولانا محمد یعقوب سے ایک غیر مقلد نے کہا کہ جس جگہ آمین

بالجہر نہ کہتے ہوں وہاں آمین بالجہر کہنا احیاء سنت ہے مولانا نے فرمایا کہ پھر جس جگہ آمین بالجہر کا عمل ہے وہاں آمین بالسر کہا کرو کیونکہ آمین بالسر بھی سنت ہے وہاں اس کا احیاء کرو۔ اس نے کہا واہ صاحب آمین دونوں جگہ پٹوں (سبحان اللہ کس طرح سمجھایا)

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ۳۷۴)

کان پور میں اربعین کے امتحان میں ایک غیر مقلد مولوی صاحب کا طالب علم سے سوال اور اس کا قدرتی جواب بالحدیث

فرمایا کان پور میں ایک دفعہ اربعین (حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں چالیس حدیثیں ہوں) کا امتحان ہو رہا تھا۔ اس مجمع میں ایک مولوی صاحب غیر مقلد بھی تھے۔ اتفاق سے یہ حدیث امتحان میں آئی۔ من حج ولم یزرنی فقد جفا یعنی جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے جفا کی۔

اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ اس سے مقصود مدینہ کا جانا ثابت نہیں ہوتا اس میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے۔ قبر شریف کی زیارت تو نہیں۔ اس کے بعد متصل یہ حدیث تھی۔

من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی یعنی جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔

تو وہ مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۳۲۱)

ترک تقلید قابل ترک ہے

فرمایا ترک تقلید پر مواخذہ تو قیامت میں نہ ہو گا مگر بے برکتی کی چیز

ضرور ہے اس واسطے ترک تقلید قابل ترک ہے۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۵۲۶)

بیس تراویح کا پوچھنے والے کو جواب

ایک شخص نے خط لکھا کہ بیس تراویح کا کیا ثبوت ہے؟ جواب میں فرمایا کہ کیا مجتہدین پر اعتبار نہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر دوبارہ اس شخص نے لکھا کہ نہیں تو یہ جواب دوں گا کہ پھر مجھ پر کیسے اعتبار کیا اور ابو حنیفہ کو چھوڑا یا یہ لکھوں گا کہ اپنے کسی معتقد فیہ مولوی سے پوچھو۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۵۳۱)

سورۂ لقمان کی ایک آیت سے امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی تقلید کا ثبوت

فرمایا واتبع سبیل من اناب الی (سورۂ لقمان) سے امام صاحب کی تقلید ثابت ہوتی ہے کیونکہ اصابت فی مسائل الدینیہ انابت کا فرد ہے اور مسائل اجتہاد یہ امام ابو حنیفہؒ کے زیادہ ہیں اس واسطے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں واتبع میں خطاب عام ہے جیسا سیاق سے معلوم ہوتا ہے مجتہد میں ذوق ہوتا ہے جس کی وجہ سے اختلاف ہوگیا ہے خود مجتہدین میں۔ مجتہدین اور صوفیاء میں مثلاً امام ابو حنیفہ نے یہ فرمایا ہے کہ مندوب اور مباح میں جب مفسدہ ہو تو ان کو چھوڑ دیں گے اور مستحب یا بعض دیگر مندوب مقصود بالذات میں مستحب کو کریں گے اور مفسدہ کو ترک کریں گے۔ مفسدہ کی وجہ سے مستحب کو ترک نہ کریں گے مثلاً صلوٰۃ فجر میں جمعہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوۂ دھر اور الم تنزیل پڑھی۔ شوافع نے اسے مستحب قرار دیا اور امام صاحب نے فرمایا یہ مکروہ ہے اس سے مفسدہ پیدا ہوتا ہے وہ ہے فساد عقیدہ (کہ یہ واجب ہے)

اور خود یہ مقصود بالذات ہے ہی نہیں' اس واسطے اس کو ترک کر دیں گے باقی یہ کہ یہ مقصود بالذات نہیں۔ یہ امام صاحب کا ذوق ہے۔ ذوق کا پتہ صاحب ذوق کو ہوتا ہے' اس کی مثال بیان فرمائی کہ مثلاً کسی نے کہا کٹورے میں ٹھنڈا پانی لاؤ۔ اب یہاں تین چیزیں ہیں پانی' ٹھنڈا' کٹورا۔ صاحب ذوق سمجھتا ہے کہ کٹورا مقصود نہیں پانی ٹھنڈا مقصود ہے کٹورے میں اگر مفسدہ نہیں تو لائے گا ورنہ اسے غیر مقصود کہہ کر ترک کر دے گا۔ فاقد الذوق کٹورا تلاش کرے اور اگر نہ ملا تو آکر کہہ دے گا کہ کٹورا نہیں ملتا۔ یہ نہایت عمدہ مثال ہے۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۲۴۹)

عمل بالحدیث کی صورت ہی صورت

فرمایا میرا اول میلان غیر مقلدین کی طرف تھا۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں دہلی میں مولوی نذیر حسین صاحب کے مجمع میں ہوں اور مولوی صاحب چھاچھ (لسی) تقسیم کر رہے ہیں مجھ کو بھی دی مگر میں نے نہ لی حالانکہ مجھ کو بیداری میں چھاچھ بہت مرغوب ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ دین کی تشبیہ دودھ سے آئی ہے اور چھاچھ کی شکل دودھ کی ہے معنی نہیں۔ اس طرح کی شکل عمل بالحدیث کی ہے معنی عمل نہیں۔ عمل بالحدیث تو ان کا ہے مگر درجہ بتلا دیا کہ یہ صورت ہی صورت ہے معنی نہیں۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ۳۱۸)

غیر مقلدیت کی جڑ کاٹ دینا

فرمایا اگر کوئی غیر مقلدین میں سے بیعت کی درخواست کرتا ہے تو اس سے یہ شرط لگاتا ہوں کہ کسی کو بد عتی نہ کہنا اور بد زبانی و بد گمانی نہ کرنا۔ اس سے غیر مقلدیت کی جڑ کاٹ دیتا۔ باقی رفع یدین اور آمین یہ تو غیر مقلدیت

نہیں۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۱۹۳)

مجموعہ رخص

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کا مذہب تمام رخص کا مجموعہ ہے وتر اور تراویح کی مختلف روایتوں میں سے ایک اور آٹھ والی لے لی۔ اگر کوئی شخص اسی طرح رخصتیں ڈھونڈا کرے تو اتباع کیا ہوا۔

(قصص الاکابر ص ۱۷۰)

ایک غیر مقلد کے سوال کا جواب

فرمایا کہ ایک غیر مقلد نے میرے ایک مضمون میں میرے نام کے ساتھ لفظ حنفی لکھا ہوا دیکھ کر مجھ سے سوال کیا کہ اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے جواب دیا ہندوستان میں اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھنے کی اس لئے ضرورت ہے تاکہ لوگ غیر مقلد نہ سمجھ لیں۔ یہ جواب سن کر وہ خاموش ہو گئے۔

(قصص الاکابر ص ۲۳)

حنفی اور محمدی

فرمایا کہ بہت سے غیر مقلد حضرات اپنے کو محمدی کہتے اور لکھتے ہیں اور حنفی اور شافعی کہنے کو شرک قرار دیتے ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر حنفی شافعی شرک ہے تو محمدی کہنا کیوں شرک سے خارج ہو گیا۔

(مجالس حکیم الامت ص ۱۵۹)

امتحان کی نیت سے آنے والے غیر مقلد عالم کا امتحان

فرمایا امر تسر کے ایک غیر مقلد صاحب نے مجھ کو لکھا کہ تم نے شر القرون کے صوفیہ کی اپنی کتابوں میں حمایت کی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کیا شر القرون میں سب ہی شر ہیں۔ پھر یہ صاحب تھانہ بھون بھی آئے تھے اور آنے سے پہلے یہ صاف لکھ دیا کہ جانچ کرنے آتا ہوں مگر یہاں انہی کی جانچ ہوگئی اس طرح سے کہ ان کے بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے پوچھا کہ مجھ پر قوت شہوانیہ کا غلبہ ہے اور نکاح کی وسعت نہیں تو وہ بزرگ مجھ سے پہلے ہی فوراً بول اٹھے کہ روزے رکھو اور حدیث پڑھ دی ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء۔ اس نے کہا کہ روزے بھی رکھے مگر کچھ نہیں ہوا بس وہ تو ختم ہوگئے۔ دخل در معقولات کے بجائے در منقولات کیا تھا مگر ان کی قابلیت تو ختم ہوگئی۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ روایت میں یہ لفظ ہے فعلیه بالصوم علی لزوم کے لئے ہے پھر لزوم یا اعتقادی ہے یا عملی اور ظاہر ہے کہ علاج میں اعتقادی مراد نہیں ہو سکتا تو لزوم عملی مراد ہوا اور لزوم عملی تکرار سے ہوتا ہے اس لئے حدیث کا مدلول یہ ہے کہ کثرت سے مسلسل رکھو اس کی کثرت سے قوت بہیمیہ منکسر ہوگی چنانچہ رمضان میں اول اول ضعف نہیں ہوتا حالانکہ صوم کا تحقق ہوا بلکہ اخیر میں ہوتا ہے کیونکہ کثرت کا تحقق ہوا۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ ضعف نفس صوم سے نہیں ہوتا بلکہ کھانے کا جو وقت معتاد بدلا جاتا ہے دوسرے وقت میں کھانا ویسے جزو بدن نہیں ہوتا اس لئے ضعف ہوتا ہے پس مدار ضعف کا مخالفت عادت ہے اور یہی راز ہے صوم دہر کی ممانعت میں۔ کیونکہ جب وہی عادت ہو جائے گی تو قوت بہیمیہ میں ضعف نہ ہوگا۔ بعض اہل طریق نے فرمایا ہے کہ جس نے رات کو پیٹ بھر کر کھایا تو اس نے روزے کی روح کو نہیں پہچانا۔ میں نے اس کا جواب دیا ہے کہ

ضعف مخالفت عادت سے ہوتا ہے یعنی مثلاً سحری میں خوب کھالیالیکن عادت کے وقت یاد آیا اور کھانے کو ملا نہیں تو اس سے ضعف ہوا۔ اور اگر کم کھانا روزے کی روح ہوتی تو حدیث شریف میں صاف ممانعت ہوتی پیٹ بھر کر کھانے کی بلکہ ایک حدیث میں تو روزہ افطار کرانے کی فضیلت میں یہ لفظ ہیں۔ اشبع صائماً اگر شبع مذموم ہوتا تو اشباع جو اس کا سبب ہے ضرور مذموم ہوتا۔ تب ان مولانا کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہوا کہ پڑھنا اور ہے اور جاننا اور۔ اس پر فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک پڑھنا ہے ایک گننا تو گننے کی کوشش کرنا چاہئے اور گننے کی مثال میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ ایک شخص ہدایہ کے حافظ تھے ان سے کسی غیر حافظ ہدایہ کی گفتگو ہوئی۔ غیر حافظ نے وہ مسئلہ ہدایہ میں بتایا حافظ نے کہا کہ ہدایہ میں نہیں۔ اس نے کہا ہدایہ میں ہے لاؤ۔ ہدایہ آیا تو اس نے دکھایا کہ دیکھو یہ مسئلہ اس مقام سے مستنبط ہوتا ہے یہ دیکھ کر وہ رونے لگے کہ بھائی پڑھا تو ہم نے مگر سمجھا تم نے۔ بس بعض لوگوں کی سطحی نظر ہوتی ہے گہری نہیں ہوتی۔

(سفر نامہ لاہور و لکھنؤ ص ۲۳۶ ۔ ۲۳۷)

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی صاحب تصانیف کثیرہ رحمتہ اللہ علیہ تقلید کو واجب سمجھتے تھے

(۱) فرمایا کہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی تقلید کے متعلق علمی تحقیق میں تو ذرا ڈھیلے تھے یعنی تقلید کو واجب کہنے میں متشدد نہ تھے مگر عملاً کبھی حنفیت کو نہیں چھوڑا۔ شہرت زیادہ ہونے اور مرجع بن جانے میں یہ بڑی آفت ہے کہ آدمی کو دعویٰ پیدا ہو جاتا ہے عجب نہ تھا کہ مولانا کو اجتہاد کا سا دعویٰ پیدا ہو جاتا اور تقلید سے نکل جاتے مگر ان پر فضل یہ ہو گیا کہ مولوی صدیق

حسن خان صاحب سے گفتگو ہوگئی اس سے غیر مقلدی کے مفاسد کھل گئے ورنہ چل نکلے تھے۔ میں نے (حضرت سیدنا مولانا مرشدنا حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ نے) مولانا کو دیکھا ہے۔ متقی پرہیزگار تھے اور نظر بہت تھی گو بہت عمیق نہ تھی اور بقدر ضرورت عمیق بھی تھی۔ بڑی خوبی یہ تھی کہ مولانا کے سب کاموں میں للّٰہیت تھی۔ خدا ان کی مغفرت فرما دے۔

حسن العزیز جلد چہارم ص ۳۰۹ (قصص الاکابر ص ۲۱)

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نواب صاحب سے مناظرہ کے بعد تقلید میں سخت ہو گئے تھے

(۲) فرمایا کہ غیر مقلدوں کے متعلق مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کی رائے اول نرم تھی مگر اس مناظرہ سے جو نواب صدیق حسن خاں صاحب سے ان کا خود ہوا سخت ہو گئے تھے ورنہ بہت ہی نرم تھے بڑے صاحب کمال تھے عمر تقریباً ۳۸ یا ۴۰ سال کی ہوئی کسی نے جادو کرا دیا تھا۔ مولوی صاحب کے سرہانے سے ایک شیشی خون کی دلی ہوئی نکلی تھی اس سے شبہ ہوتا ہے کہ کسی نے سحر کیا اس میں انتقال ہو گیا اس تھوڑی سی عمر میں بہت کام کیا سمجھ میں نہیں آتا وقت میں بہت ہی برکت تھی ہر فن سے مناسبت تھی اور ہر فن کی خدمت کی۔

الافاضات الیومیہ ص ۳۸۱ (قصص الاکابر ۲۱)

ایک غیر مقلد مرید اور حضرت حاجی صاحب کی وسعت نظری کی حکایت

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک غیر مقلد شخص بیعت ہوئے

اور انہوں نے یہ شرط کی کہ میں مقلد نہ ہوؤں گا۔ بلکہ غیر مقلد ہی رہوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے؟ بیعت ہونے کے بعد جو نماز کا وقت آیا تو انہوں نے نہ آمین زور سے کہی اور نہ رفع یدین کیا' کسی نے حضرت حاجی صاحب سے ذکر کیا کہ حضرت آپ کا تصرف ظاہر ہوا' فلاں شخص جو غیر مقلد تھے' وہ مقلد ہو گئے' حضرت حاجی صاحب نے ان غیر مقلد صاحب کو بلا کر فرمایا کہ بھائی کیوں کیا تمہاری تحقیق بدل گئی' یا صرف میری وجہ سے ایسا کیا' اگر تم نے میری وجہ سے ایسا کیا ہو' تو میں ترک سنت کا وبال اپنی گردن پر لینا نہیں چاہتا۔ ہاں اگر تمہاری تحقیق ہی بدل گئی تو مضائقہ نہیں۔ یہ بیان فرما کر حضرت والا یعنی صاحب ملفوظ (پیر و مرشد مولانا محمد اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ) نے فرمایا کہ کسی فقیر کا یہ منہ ہو سکتا ہے کہ جو ایسی بات کہے' کم وبیش ہر اہل سلسلہ کے اندر تعصب پایا جاتا ہے' مگر ہمارے حضرت حاجی صاحب کی ذات اس سے بالکل پاک صاف تھی' جیسا کہ قصہ سے ظاہر ہے (جامع عفی عنہ) نیز یہ بھی فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کا علم ایک سمندر تھا جو کہ موجیں مار رہا تھا حالانکہ آپ ظاہری عالم نہ تھے حق تعالیٰ نے اس سے بھی آپ کو علیحدہ رکھا تھا۔

(قصص الاکابر ۷۴)

دوسروں کو حدیث کا مخالف سمجھنا بدگمانی ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدین میں بدگمانی کا مرض بہت زیادہ ہے دوسروں کو حدیث کا مخالف ہی سمجھتے ہیں اور اپنے کو عامل بالحدیث ان کے عمل بالحدیث کی حقیقت مجھ کو تو ایک خواب میں زمانہ طالب علمی میں بتلا دی گئی تھی۔ گو خواب حجت شرعیہ نہیں لیکن مومن کے لئے مبشرات میں سے ضرور ہے جبکہ شریعت کے خلاف نہ ہو بالخصوص

جبکہ شریعت سے شاہد ہو۔ میں نے یہ دیکھا کہ مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کے مکان پر ایک مجمع ہے اس میں چھاچھ تقسیم ہو رہی ہے ایک شخص میرے پاس بھی لایا مگر میں نے لینے سے انکار کر دیا حدیث میں دودھ کی تعبیر علم دین آئی ہے پس اس میں ان کے مسلک کی حقیقت بتلائی گئی کہ ان کا مسلک صورت تو دین کی ہے مگر اس میں روح حقیقت دین کی نہیں جیسے چھاچھ میں سے مکھن نکال لیا جاتا ہے مگر صورت دودھ کی ہوتی ہے۔

(قصص الاکابر ۳۴)

ایک خطرناک طریق

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدوں میں ایک بات بری ہے وہ جڑ ہے تمام خرابیوں کی وہ بدگمانی ہے اور اسی سے بدزبانی پیدا ہوتی ہے اگر یہ بات اس گروہ میں نہ ہوتی تو یہ بھی ایک طریق ہے گو خطرناک ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۲۶)

تبرائی مذہب

ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ آپ غیر مقلدوں کی اسی بات کو لئے پھرتے ہیں' اس میں تو گنجائش بھی ہے۔ ان میں تو بہت سے لوگ چار نکاح سے زائد کو جائز کہتے ہیں ایسے لوگ غیر مقلدین کیا بدعتی ہوئے' جس طرح بہت سے فرقے بدعتیوں کے ہیں منجملہ ان کے ایک فرقہ بدعتی یہ بھی ہے۔ ایک غیر مقلد صاحب نے دادا کی بیوی سے نکاح کو جائز لکھ دیا۔ خیر اب تو رجوع کر لیا ہے۔ ان بزرگ پر خود غیر مقلدوں نے کفر کا فتویٰ دیا ہے یہ بھی عجیب فرقہ ہے ان میں اکثر بے باک' گستاخ' دلیر ہوتے ہیں۔ ذرا خوف

آخرت بھی نہیں ہوتا' جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں۔ شیعوں کی طرح ایسوں کا بھی تبرائی مذہب ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ٦ ص ٢٩٣)

ہر بات کو بدعت کہنا درست نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ غیر مقلد ہر بات کو بدعت کہتے ہیں خصوص طریق کے اندر جن چیزوں کا درجہ محض تدابیر کا ہے ان کو بھی بدعت کہتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایسی چیزوں کی ایک عجیب مثال دی تھی کہ ایک طبیب نے نسخہ میں شربت بزوری لکھا۔ ایک موقع تو ایسا ہے کہ وہاں شربت بزوری بنا بنایا ملتا ہے وہ لا کر استعمال کرے گا اور ایک موقع ایسا ہے کہ وہاں بنا بنایا نہیں ملتا تو وہ نسخہ کے اجزاء خرید کر لایا' چولھا بنایا' دیگچی لی' آگ جلائی' اب اگر کوئی اس کو بدعت کہے کہ طبیب کی تجویز پر زیادت کی تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا۔ اسی طرح دین کے متعلق کسی ایجاد کی دو قسمیں ہیں ایک احداث فی الدین اور ایک احداث للدین۔ اول بدعت ہے اور دوسری قسم چونکہ کسی مامور بہ کی تحصیل و تکمیل کی تدبیر ہے خود مقصود بالذات نہیں لہذا بدعت نہیں سو طریق میں جو ایسی چیزیں ہیں یہ سب تدابیر کے درجہ میں ہیں۔ سو اگر تدبیر جسمانی کی تدابیر کو بدعت کہا جائے یہ بھی بدعت کہلائی جاسکتی ہے ورنہ نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۱۴۰'۱۴۱)

غیر مقلدین کے اصول اجتہاد منصوص نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے غیر مقلدین کی بے انصافی ملاحظہ کیجئے جو اپنے اجتہاد سے اصول قائم کئے ہیں کہ وہ بھی منصوص نہیں۔

ان کو تو تمام دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور عمل کرنے پر ترغیب دیتے ہیں اور حنفیہ نے جو اصول قائم کئے ہیں جو اجتہادی ہونے میں ان کے ہم پلہ ہیں' ان کو تسلیم نہیں کرتے آخر ان میں اور ان میں فرق کیا ہے کہ ان کے قائم کردہ اصول تو بدعت نہ ہوں اور حنفیہ کے اصول بدعت ہوں جو دلیل ان کی سنیت کی بیان کی جائے گی۔ وہی جواب اور دلیل ہماری طرف سے ہوگا دیکھیں جواب ملتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۴۴۱)

غیر مقلد ہونا آسان ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلد ہونا تو بہت آسان ہے البتہ مقلد ہونا مشکل ہے کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کر لیا جسے چاہا بدعت کہہ دیا جسے چاہا سنت کہہ دیا کوئی معیار ہی نہیں مگر مقلد ایسا نہیں کر سکتا' اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں اس کھیت میں منہ مارا' کبھی اس کھیت میں نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان تو ان کا کیا۔ اس کو تو کوئی کرے غرض ایسے لوگوں میں خود رائی کا بڑا مرض ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۷۷۔ ۳۷۸)

اتباع حق کی برکت

فرمایا کہ ایک غیر مقلد بہت ڈرتے ڈرتے بغرض بیعت میرے پاس آئے (کیونکہ ان کے رفقاء سفر نے ان کو ڈرا دیا تھا کہ جب تم وہاں جاؤ گے تو نکال دیئے جاؤ گے) انہوں نے مجھ سے بیعت کو کہا میں نے اس شرط کو منظور کر کے بیعت کر لیا اور یہ سمجھا دیا کہ کسی سے بھی خواہ وہ مقلد ہو یا غیر مقلد لڑنا

جھگڑنا مت نہ مباحثہ کرنا اور اپنی بیوی کو بھی مرید کر لیا میں نے اس سے بھی یہی شرط کر لی دو چار بار آنے کے بعد مقلد تھے یہ اتباع حق کی برکت ہے اکثر مناظروں سے قلب میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے یہ طریقہ باطن میں بہت مضر ہے۔

(جدید ملفوظات ص ۸۱)

احناف پر خواہ مخواہ بدگمانی کرنے والے

ایک مولوی صاحب کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ حنفیت میں بہت ہی ڈھیلے تھے مگر اب یہ کہنے لگے ہیں کہ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک امام صاحب پہنچے وہاں تک کوئی بھی نہیں پہنچا۔ لن تیمیہ وابن القیم کے اب بھی حد معتقد ہیں مگر اب اس تغیر مذکور کے بعد ان کی بھی کچھ زیادہ رعایت نہیں کرتے چنانچہ ابن القیم نے حنفیہ کے بعض فروع پر جو اعتراض کئے ہیں ان ہی مولوی صاحب نے ان کا بڑے شد ومد سے جواب لکھا ہے اور واقعی بات یہ ہے کہ حنفیہ پر اکثر خواہ مخواہ کی بدگمانی کر لی گئی ہے ورنہ بے غبار مسائل پر اعتراض عجیب بات ہے۔ مذہب حنفی کو بعضے نادان حدیث سے بعید سمجھتے ہیں مگر مذہب میں اصل چیز اصول ہیں سو ان کے اصول کو دیکھا جائے تو سب مذاہب سے زیادہ اقرب الی الحدیث ہیں ان ہی اصول کے توافق کی بنا پر میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ حنفیہ کے اصول پر نظر نہ کرنے سے ان کو ہمیشہ بدنام کیا گیا ہے اسی طرح چشتیہ کے اصول پر نظر نہ کرنے سے ان کو بھی بدنام کیا گیا ہے ایک مولوی صاحب نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ جب حضرات چشتیہ کے اس قدر پاکیزہ اصول ہیں پھر یہ بدنام کیوں ہیں میں نے کہا کہ زیادہ تر سماع کی وجہ سے اگر یہ گانا نہ سنتے تو ان سے زیادہ کوئی بھی نیک نام مشہور نہ ہوتا مگر الحمدللہ کہ ہمارے سلسلہ کے قریب کے حضرات تو بالکل ہی نہ سنتے تھے۔ سو

ماشاء اللہ ان سے نفع بھی بہت ہوا۔

(الافاضات الیومیہ ج د ص ۹۷)

آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں احادیث سے ثابت ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلد بھی عجب چیز ہیں ان کی عبادات میں بھی نیت فساد کی ہوتی ہے اللہ کے واسطے وہ بھی نہیں ہوتی۔ آمین بالجہر بیشک سنت ہے مگر ان کا مقصود محض فساد کرنا ہوتا ہے پس اصل میں اس فساد سے منع کیا جاتا ہے۔ ایک مقام پر ایسے ہی اختلاف میں ایک انگریز تحقیقات کیلئے متعین ہوا۔ اور اس نے اپنے فیصلہ میں یہ عجیب بات لکھی کہ آمین کی تین قسمیں ہیں۔ ایک آمین بالجہر شافعیہ کا مذہب ہے اس کی تائید میں احادیث وارد ہیں۔ ایک آمین بالسر یہ حنفیہ کا مذہب ہے اس میں بھی حدیثیں وارد ہیں ایک آمین بالشر یہ کسی امام کا مذہب نہیں اور نہ اس میں کوئی حدیث وارد ہے اس لئے اس سے منع کیا جانا چاہئے غرض بعض کو عبادات میں بھی شر اور فساد ہی مقصود ہوتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج د ص ۱۳۲)

غیر مقلدیت سرکشی اور بزرگوں کی گستاخی میں پہلا قدم

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر فقہاء رحمتہ اللہ علیہ نہ ہوتے تو سب بھٹکتے پھرتے وہ حضرات تمام دین کو مدون فرما گئے فرمایا واقعی اندھیر ہوتا یہ غیر مقلد بڑے مدعی ہیں اجتہاد کے لئے ہر شخص ان میں سے اپنے کو مجتہد خیال کرتا ہے میں کہا کرتا ہوں کہ اس کے موازنہ کی آسان صورت یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے تم بھی استنباط کر و ان مسائل کو جو فقہاء

کی کتابوں میں تم نے نہ دیکھے ہوں اور پھر فقہاء کے استنباط کئے ہوئے ان ہی مسائل سے موازنہ کرو معلوم ہو جائے گا کہ کیا فرق ہے کام کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کام کس طرح ہوتا ہے فرمایا کہ یہ غیر مقلدی نہایت خطرناک چیز ہے اس کا انجام سرکشی اور بزرگوں کی شان میں گستاخی یہ اس کا اولین قدم ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص دہلی آیا تھا۔ اس وقت دہلی میں گورنمنٹ نے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی ممانعت کردی تھی بہت جھگڑے فساد ہو چکے تھے اس شخص کی کوشش سے وعظ کی بندش ٹوٹ گئی اس نے خود وعظ کہنا شروع کیا اس کا عقیدہ تھا کہ نماز تو فرض ہے مگر وقت شرط نہیں میں نے بھی اس کا وعظ سنا تھا بڑا پکا اور کڑا غیر مقلد تھا وعظ میں کہا تھا۔ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ اور یہ ترجمہ کیا تھا کہ کردی ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار یعنی صرف کی اور پیچھے ایک دیوار یعنی نحو کی اور چھالیا ہم نے ان کو یعنی منطق سے پس ہو گئے وہ اندھے یعنی ان علوم میں پڑکر حقیقت سے بے خبر ہو گئے۔ غرضیکہ صرف و نحو منطق کو بدعت کہتا تھا مگر ایک جماعت اس کے ساتھ اور اس کی ہم عقیدہ ہو گئی تھی یہ حالت ہے عوام کی ان پر بھروسہ کر کے کسی کام کو کرنا سخت نادانی اور غفلت کی بات ہے ان کے نہ عقائد کا اعتبار نہ ان کی محبت کا اعتبار نہ مخالفت کا اعتبار جو جی میں آیا کر لیا جس کے چاہے معتقد ہو گئے دہلی جیسی جگہ کہ وہ اہل علم کا گھر ہے بڑے بڑے علماء صلحاء بزرگان دین کا مرکز رہا ہے مگر جہالت کا پھر بھی بازار گرم اور کھلا ہوا ہے کیا اعتبار کیا جائے کسی کا وقت پر حقیقت کھلتی ہے جب کوئی کام آکر پڑتا ہے یا ایسا کوئی راہ زن دین کا ڈاکو گمراہ کرنے کھڑا ہو جاتا ہے ہزاروں برساتی مینڈک کی طرح نکل کر ساتھ ہو لیتے ہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۸۷، ۱۸۸)

ائمہ مجتہدین کو گمراہ کہنا تمام امت کو گمراہ کہنا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ابن تیمیہ نے بعض مسائل میں بہت ہی تشدد سے کام لیا ہے جیسے توسل وغیرہ کے مسئلہ میں اسی طرح اہل ظاہر نے بھی مثلاً انہوں نے قیاس کو حرام کہا ہے اور ہم پھر بھی ان کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں مگر وہ ہمارے اقوال کو اگر ان کے خلاف ہوں بلا تاویل رد کرتے ہیں غرض ہم تو ان کی رعایت کرتے ہیں اور وہ ہماری رعایت نہیں کرتے چنانچہ ہم ترک تقلید کو مطلقاً حرام نہیں کہتے اور وہ تقلید کو علی الاطلاق حرام کہتے ہیں اس سے وہ اس درجہ میں آگئے ہیں تحبونہم ولا یحبونکم ہاں بعض قیاس کو حرام کہا جاسکتا ہے جیسا ابلیس نے کیا تھا بعض نص کے مقابلہ میں ورنہ قیاس شرعی کو حرام کہنا تمام امت کی تضلیل ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین کے تمام فتوے کو تتبع کر کے دیکھئے اس میں زیادہ حصہ قیاسات واجتہادات ہی کا ہے ان کو گمراہ کہنا تمام امت کو گمراہ کہنا ہے خود صحابہ کو دیکھئے زیادہ تر فتوے قیاس ہی پر مبنی ہیں۔ البتہ وہ قیاس نصوص پر مبنی ہے۔ آج کل تارکین تقلید میں بھی اس رنگ کے لوگ ہیں اور بکثرت دیکھا جاتا ہے کہ ان لوگوں میں بڑی جرأت ہوتی ہے بے دھڑک بدون سوچے سمجھے جو چاہتے ہیں فتوے دے بیٹھتے ہیں۔ خود ان کے بعضے مقتداؤں کی باوجود تبحر ہونے کے یہ حالت ہے کہ جس وقت قلم ہاتھ میں لے کر چلتے ہیں دوسری طرف نہیں دیکھتے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ مخالف کے ادلہ کو نقل کرتے ہیں مگر ان کا جواب تک نہیں دیتے بعض کے وسیع النظر ہونے میں شک نہیں مگر نظر میں عمق نہیں۔ ایک ظریف نے بیان کیا تھا ایک مرتبہ کہ تبحر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو تبحر اور ایک مچھلی تبحر کدو سارے دریا میں پھرتا ہے مگر اوپر اوپر اور مچھلی عمق میں پہنچتی ہے تو ان

لوگوں کا تبحر ایسا ہے جیسے کدو تبحر کہ اوپر اوپر پھرتے ہیں اندر کی کچھ خبر نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ا ص ۳۰۵،۳۰۶)

مدعیان عامل بالحدیث کے حدیث سمجھنے کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلدوں کو حدیث دانی اور عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے عمل کے وقت کورے نظر آتے ہیں اور حدیث کو سمجھتے۔ خاک بھی نہیں ایک غیر مقلد کی یہ حکایت سنی ہے کہ وہ جب امامت کرتے تو نماز میں کھڑے ہوئے ہلا کرتے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز میں یہ کیا حرکت تھی کہا کہ حدیث میں آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی ہم نے تو آج تک کوئی ایسی حدیث نہ سنی نہ دیکھی۔ آج کل چونکہ بڑی بڑی حدیثوں کی کتابوں کے ترجمہ اردو میں چھپ گئے ہیں وہ ایک کتاب مترجم اٹھا لائے اس میں امام کے متعلق حدیث تھی کہ من ام منکم فلیخفف یعنی امام کو چاہئے کہ وہ خفیف یعنی ہلکی نماز پڑھے تاکہ مقتدیوں پر گرانی نہ ہو۔ آپ نے اس ہلکی بیائے معروف کے لفظ کو ہلکے بیائے مجہول پڑھا اور عمل شروع کر دیا۔ بس یہ ان کی سمجھ کی حقیقت ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۹۸،۹۷)

اعتقاد کا بڑا مدار حسن ظن پر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت اعتقاد کا بڑا مدار حسن ظن پر ہے جس کے ساتھ حسن ظن ہوتا ہے اس کی ہر بات اچھی معلوم ہوتی ہے اور جس کے ساتھ حسن ظن نہ ہو اس کی اچھی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے اور آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تو سوء ظن کا خاص مرض ہے کسی کے

ساتھ بھی حسن ظن نہیں بڑے ہی جری ہوتے ہیں جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہیں کہہ ڈالتے ہیں ایک سنت کی حمایت میں دوسری سنت کا ابطال کرنے لگتے ہیں اور اس کو مردہ سنت کا احیاء کہتے ہیں اس کے متعلق مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا تھا مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو انہوں نے جہر بالتامین کے متعلق کہا تھا کہ حضرت آمین بالجہر سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے اس لئے اس کے زندہ کرنے کی ضرورت ہے شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سنت کے باب میں ہے جس کے مقابل بدعت ہو اور جہاں سنت کے مقابل سنت ہو وہاں یہ نہیں اور آمین بالسر بھی سنت ہے تو اس کا وجود بھی سنت کی حیات ہے مولانا شہید نے کچھ جواب نہیں دیا واقعی عجیب جواب ہے۔ حضرت مولانا دیوبندی ایک بار خورجہ تشریف لے گئے وہاں پر بھی ایک غیر مقلد نے یہ کہا تھا کہ یہ سنت مردہ ہوگئی ہے اس لئے میں جہر سے کہتا ہوں آپ نے فرمایا لیکن غیر مقلدوں میں آمین بالسر مردہ ہوگئی وہاں آمین بالسر کہا کرو تو وہ غیر مقلد گھبرا کر کہتا ہے واہ صاحب خوب فرمایا کہ یہاں بھی پٹوں اور وہاں بھی۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۳۱۹، ۳۲۰)

تقلید کو شرک سمجھنا یہ کس قدر جہالت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ غیر مقلدین کا فرقہ بھی باستثناء بعض اس قدر گستاخ ہے کہ میرے پاس ان لوگوں کے متعدد خطوط بیعت کی درخواست کیلئے آئے میں صرف اتنا ہی پوچھ لیتا تھا کہ تم تقلید کو کیسا سمجھتے ہو تو اکثر جگہ سے صاف یہی جواب لکھا ہوا آتا تھا کہ ہم تقلید کو شرک سمجھتے ہیں۔ میں لکھ دیتا تھا کہ میں مقلد ہوں اور تم اس کو شرک سمجھتے ہو تو پھر مشرک سے بیعت ہونا کہاں جائز ہے۔ عقلمند بیعت بھی ہونا چاہتے ہیں اور جس سے

بیعت ہوں اس کو مشرک بھی سمجھتے ہیں کچھ اصول اور حدود ہی نہیں اس قدر گستاخ ہیں الاماشاء اللہ۔ اور جاہلوں کی تو شکایت ہی کیا بعض مولوی اپنی کتابوں میں لکھ گئے کہ تقلید حرام ہے اور یہ بھی لکھا کہ مقلدین جس قدر ہیں سب کو حدیث سے بعد ہے خصوص حنفیہ کو سب سے زیادہ بعد ہے۔ فرمایا کہ بس قرب تو حدیث سے جناب ہی کو تھا۔ ان کے عامل بالحدیث ہونے پر تعجب ہے کونسی قسم کے عامل بالحدیث ہیں۔ اردو میں خطبہ پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں اس میں حدیث کو نہیں دیکھتے۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ میرا مجموعہ خطب اس لئے نہیں خریدتے کہ اس میں اردو میں خطبہ پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے جب سنت پر عمل نہ ہوا تو یہ فرقہ بھی بدعتی ہی ہو مگر ان کو یہ بھی خبر نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۱۷۹)

ابن تیمیہ اور ابن القیم نے آخر کس کی تصنیفات دیکھی تھیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد مجھ سے کہنے لگے کہ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی تصنیفات دیکھو۔ میں نے کہا ہم نے ان سے بڑوں کی تصنیفات دیکھی ہیں۔ اور میں نے یہ بھی کہا کہ آخر ابن تیمیہ اور ابن القیم نے کس کی تصنیفات دیکھی تھیں ان کی ہم نے دیکھ لیں یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے بعض لوگ حزب البحر کی اجازت لیا کرتے ہیں۔ میں لکھا کرتا ہوں کہ حزب البحر کے مصنف نے کس چیز سے برکت حاصل کی تھی اور جب حزب البحر نہ تھی تو کس چیز سے برکت حاصل کی جاتی تھی وہ چیز کیوں نہیں لیتے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۳۶۶)

رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش لکھنے کا سبب ایک غیر مقلد صاحب کی عنایت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رسالہ السنتہ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ جو میں نے لکھا ہے اس کے بعد اور کسی رسالہ کے لکھنے کا ارادہ نہ تھا تالیف کا سلسلہ قطع کر دینے کا ارادہ تھا مگر ایک غیر مقلد صاحب کی عنایت سے ایک رسالہ اور لکھنا پڑا تمہید الفرش فی تحدید العرش جس میں استواء علی العرش کی بحث ہے گو صفات کے باب میں کلام کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے اس سے ہمیشہ میں خود بھی منع کرتا ہوں اور اپنے بزرگوں کو بھی اس سے بچتے دیکھا ہے باقی متقدمین نے جو اس میں کچھ کلام کیا ہے وہ منع کے درجہ میں تھا متاخرین نے دعویٰ کے درجہ میں کرلی اور اب تو اس میں بہت ہی غلو ہو گیا بلا ضرورت اس میں کلام کرنے کو میں خود بدعت سمجھتا ہوں مگر بضرورت کلام کرنا پڑتا ہے سلف کا یہی عمل تھا اس کے متعلق ایک حکایت سنی ہے کہ ایک شخص شیخ ابو الحسن اشعریؒ سے ملنے آئے اتفاق سے وہی مل گئے ان ہی سے پوچھا کہ میں ابو الحسن اشعری سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں کہ کہ آؤ میں ملاقات کرادوں گا میرے ساتھ چلو ابو الحسن اس وقت خلیفہ کے دربار میں جارہے تھے وہاں ایک مسئلہ کلامیہ پر اہل بدعت سے کلام کرنا تھا مناظرہ کی صورت تھی وہاں پہنچے۔ وہاں سب نے تقریریں کیں بعد میں ابو الحسن اشعری نے جو تقریر کی اس نے سب کو پست کر دیا۔ جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس وقت ان مہمان سے کہا کہ تم نے ابو الحسن اشعری کو دیکھا اس نے کہا کہ نہیں فرمایا میں ہی ہوں وہ شخص بے حد مسرور ہوا اور کہا کہ جیسا سنا تھا اس سے زائد پایا۔ مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی آپ نے سب سے پہلے گفتگو کیوں نہیں کی اگر آپ پہلے گفتگو کرتے تو ان

میں سے کوئی بھی تقریر نہ کر سکتا ابو الحسن اشعری نے اس کا جو جواب دیا میں تو اس جواب کی بناء پر ابو الحسن اشعری کا معتقد ہو گیا کہا کہ ہم ان مسائل میں بلا ضرورت گفتگو کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں لیکن اہل بدعت جب کلام کر چکے تو اب ہمارا کلام کرنا ضرورت کی وجہ سے ہوا بدعت نہ رہا۔ پھر فرمایا میں اس جواب سے ابو الحسن کا بیحد معتقد ہوں۔ دو وجہ سے ایک اس لئے کہ اپنے بزرگوں سے اعتقاد بڑھا دوسرے یہ کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ متقدمین نے بلا ضرورت ایسے مسائل میں کلام نہیں کیا بضرورت کلام کیا اس سے میرے اس خیال کی تائید ہوئی جو میں پہلے سے سمجھے ہوئے تھا کہ یہ کلام بضرورت مدافعت تھا ورنہ منع میں اسی طرح اس رسالہ میں میرا کلام کرنا بھی بضرورت ہوا اور حیرت ہے کہ ابو الحسن اشعری اتنے تو محتاط پھر ان پر ضلالت اور بدعت کا فتویٰ دیا جاوے اور جنہوں نے یہ فتویٰ دیا ہے انہوں نے خود استواء علی العرش کی ایسی تقریر کی ہے جس سے بالکل تجسیم و تمکن کا شبہ ہوتا ہے گو ان کی مراد تجسیم نہیں لیکن ظاہریت کے ضرور قائل ہیں مگر خیر اس کی تو بلا کیف گنجائش ہے لیکن اس کے ساتھ جو استواء کو صفت مانتے ہیں اس میں ان پر ایک سخت اشکال ہوتا ہے کہ عرش یقیناً حادث ہے جب عرش نہ تھا ظاہر ہے کہ اس وقت استواء علی العرش کا تحقق بھی نہ تھا۔ عرش کے بعد اس کا تحقق ہوا تو اگر استواء علی العرش صفات میں سے ہے اور صفت حادث نہیں ہو سکتی تو اس وقت قبل عرش استواء کے کیا معنے تھے تو اس وقت بھی وہی معنی کیوں نہ لئے جائیں یہ بڑی ہی لطیف بات ہے اللہ نے دل میں ڈالدی اور چونکہ ان مسائل میں کلام کرنے کو خطرناک سمجھتا ہوں اس لئے اس رسالہ کے لکھنے کے وقت قلب کو اس درجہ تکلیف ہوئی کہ میں ہر ہر جاہل کو دیکھ کر تمنا کرتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا تو اس مبحث میں میرا ذہن نہیں چلتا یہ حالت

عظمت تھی اب تو نفوس میں شرارت ہے اتنی قدرت پر نہیں معلوم کیا کچھ کرتے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۱۱۵)

لکھنؤ کے ایک مدعی عامل بالحدیث کی حضرت حکیم الامتؒ سے درخواست بیعت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک عامل بالحدیث لکھنؤ سے آئے تھے کئی روز قیام کر کے آج چلے گئے۔ بڑے جو شیلے آدمی ہیں۔ بیعت ہونے کے لئے کہتے تھے۔ میں نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ میں فلاں غیر مقلد عالم سے بیعت بھی ہو چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ اب تو اور بھی ضرورت نہیں۔ دوسرے اگر ان کو معلوم ہوا تو ممکن ہے کہ وہ برا مانیں۔ میں نے یہ بھی کہا کہ بعض مشائخ کو تو اس کی پروا نہیں ہوتی اور بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں ان پر اثر ہوتا ہے جیسے استاد شاگرد کے تعلق میں بعینہ یہی تقسیم ہے اور بحمداللہ تعالیٰ میری طبیعت اس قسم کی ہے کہ اپنے سلسلہ کا آدمی اگر کسی دوسرے سلسلہ میں چلا جائے تو کبھی پروا نہیں ہوتی اگر چلا ہی گیا تو لے کیا گیا۔ ہاں دے گیا وہ کیا دے گیا یعنی راحت مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کو اس سے کدورت ہو جاتی ہے اور کدورت سے نفرت اور نفرت سے عداوت تک کی نوبت آجاتی ہے اور یہ کھلا نقص ہے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ ایک شیخ کے ہوتے ہوئے بشرطیکہ متبع سنت ہو تم نہ مردوں سے ملو نہ زندوں سے اس سے آدمی گڑبڑ میں پڑ جاتا ہے بس یہ مذہب رکھو۔

دل آرامیکہ داری دل درو بند   دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

کہنے لگے میں نے بعض لوگوں سے مشورہ لیا انہوں نے کہا کہ کوئی

حرج نہیں یہ بیعت سلوک ہو گی اور پہلی بیعت توبہ۔ میں نے کہا کہ انہوں نے بیعت میں کیا عہد لیا تھا کہا کہ کتاب و سنت کا اتباع اور امر بالمعروف نہی عن المنکر۔ میں نے کہا کہ بس یہی یہاں ہے اور یہی اصل سلوک ہے تو دونوں ایک ہی چیز ہوئیں۔

(الافاضات الیومیہ ج د ص ۱۳۶)

تقلید کو شرک کہنے والے سے طبعی نفرت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض غیر مقلدین بیباک ہوتے ہیں۔ میں اس کے متعلق اپنی حالت کہتا ہوں کہ جو شخص تقلید مجتہدین کو حرام کہتا ہے میں اپنے قلب میں اس سے نفرت پاتا ہوں اور اگر جواز کا قائل ہو گو واجب نہ سمجھے اس سے نفرت نہیں پاتا ورنہ اس سے قلب میں بعد ہوتا ہے اور بعض تو اس مسئلہ میں بڑے ہی سخت ہیں اس تقلید کو شرک کہتے ہیں بڑی دلیری کی بات ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۱۳)

غیر مقلدوں میں تدین بہت کم دیکھا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلدی بھی عجیب چیز ہے کثرت سے ان لوگوں میں تدین بہت کم دیکھا ہے عملی صورت میں بھی نہایت ہی پیچھے ہیں۔ احتیاط کا تو ان میں نام و نشان نہیں۔ بس گھر میں بیٹھے ہوئے اسے بدعتی کہہ دیا اسے مشرک کہہ دیا۔ اور خود اپنی حالت نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ میں نے استواء علی العرش کے مسئلہ کو تفسیر بیان القرآن میں اس طرح ترتیب دیا تھا کہ متن میں تو متاخرین کے قول کو رکھا تھا۔ اور حاشیہ پر متقدمین کے قول کو۔ اور متاخرین کے قول کو متن میں رکھنے کی جز سہولت

فہم عوام کے کوئی خاص وجہ نہ تھی لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو ہر وقت اعتراض ہی کیلئے تیار رہتے ہیں۔ ایک غیر مقلد صاحب نے عنایت فرما کر اس طرف توجہ فرمائی اور اپنے خاص جذبات کا ثبوت دیا۔ اگر حدود کے اندر مشورہ دیتے تو میں قبول کرلیتا۔ لیکن متاخرین کے طرز اور مسلک کو اور اس کے قول کو سراسر جہل اور اعتزال بتلایا۔ محض گستاخی اور بیباکی ہے اس لئے مجھ کو واقعی ناگوار ہوا۔ مگر میں نے پھر بھی ان کی بلکہ انصاف کی رعایت سے متقدمین کا قول متن میں رکھ دیا۔ اور متاخرین کا قول حاشیہ میں کر دیا مگر یہ پھر بھی راضی نہیں ہوئے بلکہ ان بزرگ نے متاخرین کے مسلک کا تو ابطال کیا اور سلف کا مسلک جو بیان کیا تو بالکل مجسمہ اور شبہ کے طرز پر اور مجھ سے بھی اسی پر اصرار کیا۔ یہ ان معترضین کا علم ہے۔ یہ قابلیت ہے یہ دین ہے اور پھر علمی بحث میں قدم۔ ایک دفعہ مجھ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی تصانیف دیکھا کریں۔ میں نے کہا تم نے تو دیکھیں ہیں۔ تمہارے اندر بڑی شان تحقیق پیدا ہو گئی۔ میں ہمیشہ ایسے مباحث میں پڑنے سے بچا اور یہی مسلک اپنے بزرگوں کا رہا۔ مگر ضرورت کو کیا کروں۔ جس وقت یہ بحث لکھ رہا تھا تو ہر جاہل شخص کو دیکھ کر رشک ہوتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا۔ تو اس بحث پر ذہن نہ چلتا تو اس وقت جاہل ہونے کی تمنا کرتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی فضل ایزدی نے دستگیری فرمائی اور یہ خیال آیا کہ یہ تمنا بھی تو علم ہی کی بدولت ہوئی تو جہل کو کسی حالت میں علم پر ترجیح نہیں۔ تب جا کر قلب کو سکون ہوا۔ ایسے دقائق میں صوفیہ کی توجیہ سب میں زیادہ اقرب دیکھی گئیں۔ ان سے بڑی تشفی ہوئی۔ مگر یہ معترض صاحب صوفیہ ہی کے مخالف ہیں۔ پھر راہ کہاں نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ استواء علی العرش صفت ہے یا فعل۔ ان اہل ظاہر میں مشہور ہے کہ صفت ہے لیکن اگر صفت ہے تو

عرش حادث ہے اور صفت ہے قدیم تو قبل محدث عرش جو استواء علی العرش کی صورت تھی وہی اب بھی تسلیم کرلو ورنہ صفت میں تغیر لازم آوے گا۔ یہ عجیب وغریب الزامی حجت ہے جو حق تعالیٰ نے ذہن میں ڈالی اور اس مبحث میں لکھنے کے وقت جو اقوال نظر سے گزرے ان کے تراجم سے ذہن میں عجیب کشمکش ہوئی۔ مگر خیر جس طرح سے ہوسکا اس کے متعلق ایک رسالہ تیار ہوگیا جس کا نام تمہید الفرش فی تحدید العرش ہے اور اصل تو یہ ہے کہ ذات وصفات کی کنہ کون معلوم کرسکتا ہے اس لئے آگے بڑھتے ہوئے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اور واقعی کیا کوئی ادراک کرسکتا ہے اسی لئے منع فرمادیا کہ ذات صفات کی بحث میں نہ پڑنا چاہئے۔ یہی امر معقول ہے اس لئے بحث سے بھی کوئی حقیقت معلوم نہیں کرسکتا جیسے اندھے مادر زاد کو کہا جائے کہ لون کی حقیقت میں خوض نہ کر۔ منع کرنا یقیناً معقول ہے اس لئے کہ وہ اس کی حقیقت کو باوجود خوض کرنے کے بھی نہیں سمجھ سکتا۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۲۲۷ ۲۲۹)

ایک غیر مقلد صاحب کا عقیدہ توحید ملاحظہ ہو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میری بیوی بیمار تھی میں نے آپ کو دعا کو لکھا تھا وہ مرگئی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے توجہ نہیں کی ایسے بیہودہ خطوط بھی آتے ہیں۔ آج لکھا ہے کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں ایک ہفتہ تک برابر دعا کردو۔ میں نے لکھا ہے کہ اگر نکاح نہ ہوا تو پھر وہی الزام دوگے کہ توجہ نہیں کی۔ میں محنت کروں، دعا کروں اور اوپر سے الزام اپنے سر لوں۔ ایسی حالت میں نہ تم کو مجھ سے دعا کرانا چاہئے اور نہ مجھ کو کرنا چاہئے۔ اور میں نے یہ بھی پوچھا ہے کہ کیا تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ اگر میں دعا کرتا یا متوجہ ہوتا تو وہ موت سے بچ جاتی۔ یہ جن کا خط ہے ایک غیر

مقلد صاحب ہیں۔ حنفیوں کو مشرک بتلاتے ہیں اور خود یہ عقیدے ہیں ان کی توحید بھی ملاحظہ ہو۔ بس باتیں ہی بناتے ہیں آگے صفر ہے کچھ خبر نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ٦ ص ۲۴۲)

ایک سمجھدار غیر مقلد کی حاضری واستفادہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد مولوی صاحب لکھنؤ سے یہاں آئے تھے۔ نہایت صفائی کی باتیں کیں۔ بڑا جی خوش ہوا۔ خوش فہم اور سمجھدار آدمی تھے۔ ملتے ہی کہنے لگے کہ شاید بعد میں آپ کو یہ معلوم ہو کر کہ یہ فلاں جماعت کا شخص ہے تنگی ہوتی اس لئے میں پہلے ہی عرض کئے دیتا ہوں کہ میں عامل بالحدیث ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے صدق اور خلوص کی قدر کرتا ہوں اور میں بھی صاف بتلائے دیتا ہوں کہ ہمارے یہاں اتنی تنگی نہیں کہ محض فرعی اختلاف سے انقباض ہو ہاں جن لوگوں کا شیوہ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا اور بدتمیزی اور بد تہذیبی سے کلام کرنا ہے ایسے لوگوں سے ضرور لڑائی ہے۔ یہ مولوی صاحب حسین عرب صاحب کے پوتے ہیں جو بھوپال میں تھے۔ کئی روز رہے اور بڑے لطف سے رہے۔ ویسے بھی آنکھیں کھل گئیں کیونکہ ان لوگوں کو عامل بالحدیث ہونے کا بڑا دعویٰ ہے یہ دوسروں کو بدعتی اور مشرک ہی سمجھتے ہیں کہتے تھے کہ یہاں پر تو کوئی بات بھی حدیث کے خلاف نہ دیکھی۔ دو مسئلے بھی پوچھے ایک تو یہ کہ اہل قبور سے فیض ہوتا ہے یا نہیں میں نے کہا کہ ہوتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے اس پر ان کو حیرت ہوئی کہ حدیث سے اہل قبور سے فیض ہونا کہاں ثابت ہوگا اس لئے کہ ساری عمر حدیث میں گزر گئی کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ میں نے کہا کہ سنئے ترمذی میں حدیث ہے کہ کسی صحابی نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ لگا لیا۔ وہاں ایک آدمی سورۂ ملک پڑھ رہا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے

ذکر کیا آپ نے فرمایا یہ سورت مردہ کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔ دیکھئے قرآن کا سننا فیض ہے یا نہیں اور مردے سے قرآن سنا تو اہل قبور سے فیض ہوا یا نہیں۔ بحد مسرور ہوئے خوش ہوئے کہ آج تک اس طرف نظر نہ گئی۔ دوسرا مسئلہ سماع موتی کا پوچھا اور کہا کہ اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی قرآن میں ہے جس سے اس کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ حدیث میں وقوع سماع مصرح ہے اور اس آیت سے نفی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہاں پر حق تعالیٰ نے کفار کو موتی سے تشبیہ دی ہے اور تشبیہ میں ایک مشبہ ہوتا ہے اور ایک مشبہ بہ اور ایک وجہ تشبیہ جو دونوں میں مشترک ہوتی ہے تو یہاں وہ عدم سماع مراد ہے جو موتی اور کفار میں مشترک ہے اور اموات کا سماع وعدم سماع تو معلوم نہیں مگر کفار کا تو معلوم ہے کہ قرآن وحدیث کو سنتے ہیں مگر وہ سماع نافع نہیں اور یہ معلوم ہے کہ مشبہ مشبہ بہ میں وجہ شبہ میں تماثل ہوتا ہے۔ پس کفار سے جو سماع منفی ہے یعنی سماع نافع ویسا ہی سماع اموات سے منفی ہوگا نہ کہ مطلق سماع۔ بحد دعا دی۔ پھر بیعت کی درخواست کی۔ میں نے کہا کہ اس میں تعجیل مناسب نہیں۔ پھر بیان کیا کہ میں فلاں عالم غیر مقلد سے بیعت بھی ہوچکا ہوں۔ میں نے کہا کہ اب تکرار بیعت کی ضرورت۔ کہنے لگے کہ ان سے بیعت توبہ ہوجاوے گی آپ سے بیعت طریقت۔ میں نے کہا کہ یہ بتلایئے کہ انہوں نے بوقت بیعت آپ سے کیا عہد لیا تھا۔ کہا کہ کتاب سنت پر عمل اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ میں نے کہا کہ یہی یہاں پر ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں۔ بس مقصود حاصل ہے۔ اس پر سوال کیا کہ کیا تکرار بیعت خلاف شریعت ہے۔ معصیت ہے میں نے کہا کہ معصیت تو نہیں مگر بواسطہ مفضی ہوسکتی ہے معصیت کی طرف وہ یہ کہ جب شیخ اول کو معلوم ہوگا کہ یہاں کے تعلق کے بعد فلاں جگہ تعلق پیدا کیا تو بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں

کہ وہ انقباض کا اثر قبول کرتی ہیں تو اس اثر سے حب فی اللہ میں کمی ہوئی یا بالکل ہی زائل ہو جائے گی۔ پھر اس کے ساتھ ہی تکدر ہوگا اور یہ تکدر اذیت ہے اور حب فی اللہ کا بقاء واجب ہے اور اذیت سے بچانا بھی واجب ہے اور یہ تکرار بیعت سبب ہوا اس واجب کے اخلال کا تو بواسطہ مفضی ہوا معصیت کی طرف۔ حیرت میں تھے بیچارے کہ یہاں تو ہر چیز حدیث کے ماتحت ہے۔ سمجھ تو گئے ہونگے کہ ہم حدیث قرآن کو خاک نہیں سمجھتے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ ہر چیز بقدر ضرورت قلب میں پیدا فرما دیتے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ اپنے بزرگوں سے ضرورت کی ہر چیز کانوں میں پڑ چکی ہے جس نے زیادہ کتابوں کے دیکھنے سے بھی مستغنی کر دیا ہے۔ اور کتابیں تو پہلے ہی سے نہیں آتی تھیں۔ نہ کبھی طالب علمی کے زمانہ میں زیادہ کنج وکاوش کی گئی اور نہ اس کے بعد کتب بینی کی طرف رغبت ہوئی۔ بس یہ جو کچھ ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت اور خداوند جل جلالہ کا فضل ہے کہ گاڑی کہیں اٹکتی نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۲۰۱ تا ۲۰۲)

ایک غیر مقلد صاحب کو اجتہاد کی حقیقت سمجھانے کی کوشش

فرمایا کہ ایک غیر مقلد نے ریل کے سفر میں مجھ سے پوچھا کہ اجتہاد کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ تمہیں کیا سمجھاؤں تمہیں اس کا ذوق ہی نہیں پھر میں نے کہا کہ تم حقیقت اجتہاد کی تو کیا سمجھو گے میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں اس کا جواب دو اس سے کچھ پتہ اس کا لگ جائے گا دو شخص سفر میں ہیں جو سب اوصاف میں یکساں ہیں شرافت میں وجاہت میں ثقاہت میں اور جتنی صفتیں بھی امامت کیلئے قابل ترجیح ہوتی ہیں وہ سب دونوں میں بالکل برابر موجود ہیں۔ اور کسی حیثیت سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں۔ دونوں سو کر اٹھے تو ان میں سے ایک کو غسل جنابت کی حاجت ہوگئی۔ اور سفر میں ایسے

مقام پر تھے جہاں پانی نہ تھا۔ جب نماز کا وقت آیا تو دونوں نے تیمم کیا ایک نے غسل کا ایک نے وضو کا اس صورت میں بتاؤ کہ امامت کیلئے ان دونوں میں سے کونسا زیادہ مستحق ہوگا ان غیر مقلد صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جس نے وضو کا تیمم کیا ہے وہ امام بننے کا زیادہ مستحق ہوگا کیونکہ اس کو حدث اصغر تھا اور دوسرے کو حدث اکبر اور پاکی دونوں کو یکساں حاصل ہے مگر ناپاکی ایک کی بڑھی ہوئی تھی یعنی جس کو حدث اکبر تھا تو حدث اصغر والے کی پاکی زائد اور قوی ہوئی۔ میں نے کہا مگر فقہاء کی رائے اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ جس نے غسل کا تیمم کیا ہے اس کو امام بننا چاہئے اور فقہاء نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہاں اصل وضو ہے اور تیمم اس کا نائب اسی طرح غسل اصل ہے اور تیمم اس کا نائب ایک مقدمہ تو یہ ہوا دوسرا یہ کہ غسل افضل ہے وضو سے اور تیسرا یہ کہ افضل کا نائب افضل ہوتا ہے تو غسل کا تیمم بھی افضل ہوگا وضو کے تیمم سے لہذا جس نے غسل کا تیمم کیا ہے وہ بہ نسبت اس کے جس نے وضو کا تیمم کیا ہے اقوی فی الطہارۃ ہوگا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے اجتہاد کا یہ سن کر غیر مقلد صاحب کو حیرت ہوگئی کہا واقعی حکم تو یہی ہونا چاہئے۔ میری رائے غلط تھی میرا ذہن تو اس حقیقت تک پہنچا ہی نہیں اھ میں کہتا ہوں یہ تو لوگوں کی رسائی ذہن کی حالت ہے اور اس پر دعویٰ ہے اجتہاد کا۔ کہتے ہیں کہ جب قرآن وحدیث موجود ہیں پھر کسی کی تقلید کی ضرورت کیا ہے۔ قرآن وحدیث سے خود ہی احکام معلوم کر سکتے ہی مگر یہ نہیں دیکھتے کہ فہم کی بھی ضرورت ہے پھر فرمایا کہ ہم لوگوں میں یہ صفات تو موجود ہی نہیں۔ تقویٰ' طہارت' خشیت' صدق' اخلاص ان سے فہم میں نورانیت پیدا ہوتی تھی اور فہم کی ضرورت ظاہر ہے جس سے یہ حقائق منکشف ہوتے تھے اور ان دقائق تک ذہن پہنچ جاتا تھا ایک واقعہ یاد آیا آپ حیرت کریں گے کہ

علماء متقدمین میں کس درجہ تدین اور انصاف تھا۔ دو عالموں کا غیر مدبوغ چمڑے کی پاکی ناپاکی کے متعلق اختلاف تھا۔ باہم مناظرہ ہوا تو ان میں سے ایک نے دوسرے کو ساکت کر دیا۔ مگر اسی جلسہ میں ان غالب صاحب نے دوسرے صاحب کا جن کو ساکت کر دیا تھا قول اختیار کر لیا گو دلائل سے ان کو ساکت کر دیا تھا لیکن دوران مناظرہ میں ان کا قول ان کے دل کو لگ گیا لہذا اپنے قول سے رجوع کر لیا۔ اس زمانہ میں یہ حالت تھی تقویٰ طہارت کی۔ اب تو تہجد و تسبیح کو سمجھتے ہیں بزرگی حالانکہ بزرگی یہ ہے۔ ؎

اگرچہ شیخ نے داڑھی بڑھائی سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

کیا ٹھکانا ہے حق پسندی کا کہ باوجود غالب آجانے کے اپنی ہار مان لی اور اپنی شرمندگی کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔

(الافاضات الیومیہ ج ۹ ص ۲۲۱، ۲۲۲)

کیا تدین اور امانت کا نہ ہونا غیر مقلدین کی نشانی ہے ؟

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک اخبار ایک مقام سے نکلتا ہے یہ بعض مدعیان عمل بالحدیث کا پرچہ ہے اس میں میری ایک عبارت جو ایک آیت کی تفسیر کے متعلق ہے ناتمام نقل کر کے شبہ کیا گیا ہے کس قدر غضب اور ظلم کی بات ہے بعض لوگوں میں تدین اور امانت کا نام نہیں ہوتا دعویٰ ہی دعویٰ ہوتا ہے اہل حدیث ہونے کا نیز اعتراض کر کے مجھ کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی کتابیں دیکھا کرو میں کہتا ہوں کہ تم دیکھ کر بہت محقق ہو گئے میری جس عبارت پر شبہ کیا تھا میں اس سے پیشتر اس کا جواب بھی دے چکا ہوں تدین و امانت کی بات تو یہ تھی کہ میرے اس جواب کو نقل کرے اس سے تعرض کرتے کچھ خدا کا خوف بھی تو چاہئے کہ میری ناتمام

عبارت نقل کر کے اعتراض کر دیا یہ نہ سوچا کہ اگر کسی نے وہ مقام پورا دیکھا تو وہ کیا کہے گا میں ان کو تو کوئی جواب نہ دونگا مگر انشاء اللہ تعالیٰ اپنے یہاں اس مقام کو نقل کرا کر شائع کر دوں گا ایسے بے احتیاط لوگوں سے خطاب کرنا ہی لا حاصل ہے وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا پر عمل کا یہی موقع ہے آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تقویٰ طہارت نہیں ہوتا الاماشاء اللہ پھر ان بزرگ صاحب اخبار کو میری غلطی ہی نکالنا تھی تو مجھ کو خاص طور پر اطلاع کر دینا کافی تھا اخبار ہی میں چھاپنے کی کون ضرورت تھی اور وہ بھی نام کے ساتھ اور اگر میرے مضمون کے متعلق یہ خیال تھا کہ اس کی اشاعت ہو چکی اس سے لوگ گمراہ ہوں گے اس لئے اشاعت ضروری ہے تو صرف یہ لکھ دینا کافی تھا کہ ایک ایسی تفسیر ہماری نظر سے گذری جو سلف کے خلاف ہے ہم بغرض اطلاع اس کی اشاعت کرتے ہیں مگر یہ تو جب کرتے جبکہ اس اشاعت سے دین مقصود ہوتا مقصود تو فخر ہے کہ ہم نے فلاں شخص کی غلطی پکڑی پھر وہ بھی غلط تحریف کر کے مضمون کی پوری عبارت بھی تو نقل نہیں کی ایسی حرکت تو شرعاً بھی جائز نہیں میں نے ان کو یہ بھی لکھا تھا کہ سوال کے طریقہ سے سوال کرو بلا ضرورت اعتراض کا لہجہ نہیں ہونا چاہئیے تو آپ نے اس کا بھی سنت ہونا ثابت کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے حضرت عائشہؓ نے حضور سے حساب یسیر کے متعلق ایسے ہی لہجہ میں سوال کیا تھا یہ ہیں عامل بالحدیث اور ان کو دعویٰ ہے حدیث دانی کا اتنا بھی معلوم نہیں کہ اگر اس لہجہ کا تحقق علی سبیل التنزیل تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی یہ فرق ہے وہاں بے تکلفی تھی وہاں لہجہ پر نظر نہ تھی دوسرا شخص تو اس قیاس کا یہ جواب دیتا کہ تم بھی میری بیوی بن جاؤ پھر لہجہ کا میں بھی خیال نہ کرونگا اگر میری پوری عبارت نقل کر کے اعتراض کیا جاتا تو مجھ کو اسقدر رنج نہ ہوتا اور الحمد للہ مجھ کو اپنی ذات

لغزشوں پر کبھی اصرار نہیں ہوتا سمجھ میں آتے ہی رجوع کر لیتا ہوں پر اس فضول بلکہ موذی طرز کی کیا ضرورت تھی میرا تو قدیم سے معمول ہے کہ جب کوئی میری غلطی پر متنبہ کرتا ہے تو سب سے اول مجھ کو یہی احتمال ہوتا ہے کہ ضرور مجھ سے غلطی ہوئی ہوگی اس کے بعد پھر اس میں غور کرتا ہوں یہ خدا کا ایک بہت بڑا فضل ہے کہ میں اول ہی سے اپنی غلطی قبول کرنے کو تیار ہوتا ہوں اور دوسرے اکثر لوگ اول اس کے جواب کی تلاش میں لگ جاتے ہیں سب بزرگوں سے زیادہ یہ بات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ میں تھی کہ اپنی غلطی کو فوراً تسلیم فرما کر رجوع فرما لیتے تھے۔ اور الحمد للہ میرے یہاں تو اس کا ایک مستقل شعبہ ہے جس کا نام ترجیح الراجح ہے اس میں برابر اپنی غلطیوں کو شائع کرتا رہتا ہوں پھر تہذیب کے ساتھ سوال کرنے پر ایک واقعہ بیان کیا کہ مجھ کو ایک مرتبہ حیدر آباد دکن میں میرے ایک دوست نے مدعو کیا تھا میں نے وہاں ایک وعظ میں ایک مضمون بیان کیا وہ تھا ایک لطیفہ مگر بیان کیا گیا صورت استدلال میں وہاں ایک بڑے معزز و ممتاز شخص ہیں فخر یار جنگ انہوں نے مجھ سے مقام وعظ پر نہیں بلکہ جائے قیام پر آکر نہایت نرم لہجہ میں اس مقام کے متعلق اس پاکیزہ عنوان سے دریافت کیا کہ یہ استدلال کس درجہ کا ہے میں نے ان کا شبہ سمجھ کر صاف کہہ دیا کہ یہ کسی درجہ کا بھی استدلال نہیں محض ایک لطیفہ ہے جس کی صورت استدلال کی ہو گئی سو ان کے اس سلیقہ سے سوال کرنے سے کوئی ناگواری نہیں ہوئی اور مزاحاً فرمایا کہ اگر بد سلیقگی سے سوال کرتے تو میں اس کے اثر سے ناگ وار یعنی مشابہ سانپ کے ہو جاتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۱۰۶ تا ص ۱۰۸)

محمدی کہنا کس تاویل سے جائز ہے؟

ایک صاحب کے سوال کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد قاضی صاحب یہاں پر آئے تھے یہاں کی تعلیم پر ذکر بالجہر کیا کرتے تھے کسی نے ان سے کہا کہ یہ تو بدعت ہے کہنے لگے کہ میاں اس میں مزا آتا ہے اس میں بدعت کی کیا بات ہے گویا ان کے یہاں مزہ پر مدار تھا جس میں مزہ ہو وہ بدعت نہیں ہماری جماعت کے بے حد معتقد تھے مگر تھے غیر مقلد۔

ہر شخص اپنے خیال میں مست ہے کوئی کیفیات کے پیچھے پڑا ہوا ہے اصل مقصود جو کہ طریق کی روح ہے وہ محض تعلق مع اللہ ہے اس کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگی الا ماشاء اللہ جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ صحیح معنی میں بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جائے مگر اس کی کسی کو فکر نہیں وہی غیر مقلد قاضی صاحب یہ بھی کہتے تھے کہ یہاں جتنی باتیں ہیں سب سنت کے موافق ہیں صرف ایک بات کے متعلق کہا کہ بدعت ہے وہ یہ نسبتیں ہیں یہ چشتی قادری، نقشبندی، سہروردی بس یہ بدعت ہے اور یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے سن کر کہا کہ یہ کہنا کوئی ضروری تھوڑا ہی ہے تم صرف یہ کہا کرو کہ ہم شریعت والے ہیں یہ نسبتیں تو اصطلاحات اور خاص حالات کی تعبیر کی سہولت کے لئے ہیں آخر یہ غیر مقلد بھی تو اپنے کو محمدی کہتے ہیں یہ بھی تو نسبت ہی ہے تو کیا محمدی کہنا بھی بدعت ہے اس لئے کہ شریعت تو خدا کی ہے تو بجائے محمدی کے اپنے کو الٰہی کہا کرو اور اگر محمدی کہنا کسی تاویل سے جائز ہے تو حنفی شافعی مالکی، حنبلی چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی کہنا بھی جائز ہو گا

گو ان تعبیرات کا معبر عنہ جدا جدا حقائق ہیں مگر وہ حقائق دین کے خلاف نہیں پھر اس میں بدعت کی کیا بات ہے یہ تحقیق نسبت کی اور یہ جواب محمدی کی نظیر پیش کر کے ف[illegible] ے استاد علیہ الرحمۃ کا افادہ ہے

ہزاروں مناظرے ایک طرف اور یہ سادے اور بے تکلف نکتے ایک طرف واقعی ہمارے یہ حضرات حقیقت کو منکشف فرما دیتے ہیں۔ ہمارے حضرات کے علوم ماشاء اللہ تعالیٰ متقدمین کے علوم کے مشابہ تھے اور یہ واقعہ ہے کہ علوم اصل میں متقدمین ہی کے پاس تھے باقی متاخرین کے الفاظ بے شک نہایت چکنی چپڑی عبارتیں نہایت مرتب تقریریں نہایت مہذب مگر متقدمین کے کلام کی برابر ان میں مغز نہیں قرآن و حدیث کے الفاظ نہایت سادہ اور وہی طرز بزرگوں کے کلام کا ہے مگر ان کی وقعت جو اس وقت قلوب میں کم ہے یہ خرابی نئی اصطلاحات دماغ میں رچ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے پھر اس میں ترقی ہوتے ہوتے دنیاداروں اور بے علموں تک کا رنگ لے لیا گیا چنانچہ اب وہ طرز ہی کلام کا بدل گیا علماء تک کی تقریریں دوسرے نئے جاہلانہ رنگ میں ہونے لگیں بالکل ہی کایا پلٹ ہو گئی علماء کی تقریر اور تصانیف کا رنگ نیچریوں کے طرز پر ہونے لگا ان کا وعظ ایسا ہونے لگا جیسے کوئی لیکچر دے رہا ہو نہ وہ ملاحت ہے نہ اثر ہے بلکہ اور وحشت معلوم ہوتی ہے علماء کو چاہیے وہ کام میں اپنے بزرگان سلف کا طرز اختیار کریں اس ہی میں برکت ہے اور وہی طرز موثر ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۶۹ تا ص ۳۷۱)

تقلید شخصی کی کیوں ضرورت پیش آئی

ارشاد فرمایا کہ قنوج میں ایک سب رجسٹرار ملے۔ ان کو تقلید شخصی اور طریق تصوف کے متعلق اس قسم کا تردد تھا کہ ان کو کسی تقریر تحریر سے شفا نہیں ہوتی تھی انہوں نے وہ شبہات میرے سامنے پیش کئے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ اس سے بفضلہ تعالیٰ ان کی بالکل تسلی ہو گئی طریق تصوف کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اشغال اور قیود کو تصوف سمجھے ہوئے تھے اور

چونکہ وہ کتاب و سنت میں وارد نہیں اس لئے تصوف کو بے اصل سمجھتے تھے ان کو تصوف کی حقیقت سمجھا کر یہ سمجھایا کہ یہ قیود امور زائد ہیں کہ مصلحتاً ان کو علاج کے طور پر برتا جاتا ہے اس سمجھانے سے ان کی تسلی ہو گئی اور تقلید کے بارے میں اس وقت ان سے وجوب اور عدم وجوب تقلید پر بحث نہیں کی گئی صرف ان کو ایک مصلحت تقلید کی بتلائی جس سے اس امر میں بھی ان کا پورا اطمینان ہو گیا وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں جبکہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہویٰ (خواہش نفسانی) کا غلبہ نہ تھا اس لئے ان لوگوں کو عدم تقلید مضر نہ تھی بلکہ نافع تھا کہ عمل احتیاط کی بات پر کرتے تھے بعد اس کے ہم لوگوں میں غلبہ اتباع ہویٰ کا ہو گیا ہے ہر حکم میں اپنی نفسانی غرض کو تلاش کرنے لگے اس لئے عدم تقلید میں بالکل اتباع نفس وہویٰ کارہ جائے گا جو کہ شریعت میں سخت مذموم ہے سو تقلید مذہب معین اس مرض اتباع ہویٰ کا علاج ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۳۱۲ تا ۳۱۳)

مسئلہ فیض قبور کا ظنی ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں غیر مقلد عالم نے فیض قبور کا بڑے زور شور سے رد لکھا ہے حالانکہ مسئلہ ظنی ہے اس میں ایسے جزم سے حکم نہ کرنا چاہئے بے چارے سمجھے ہی نہیں۔ جماعت حقہ کے خلاف یا ان کا غلو کے ساتھ رد وہی کرے گا جو حقیقت کو نہیں سمجھا۔ ہمارے بزرگوں کی جماعت حقہ پر حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان پر حقیقت کو واضح کر دیا گیا۔ پھر ایک غیر مقلد عالم کا ذکر فرمایا کہ ایسے رہتے تھے بے چارے گمنام یہاں رہتے ہوئے کسی بات میں دخل نہیں دیا۔ اگر ایسے غیر مقلد ہوں تو کوئی شکایت نہیں ہمیں کسی سے عداوت نہیں بغض نہیں۔ ایک غیر مقلد عالم یہاں پر آئے تھے۔ تھے بے چارے سلیم الطبع میں نے ایک سلسلہ

گفتگو میں ان سے کہا کہ صاحب سب مدار اعتماد پر ہے آپ حضرات کو ابن تیمیہ کے ساتھ حسن ظن ہے ان پر اعتماد ہے یہ سمجھتے ہو کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن وحدیث سے کہتے ہیں گو فتوے کے ساتھ اس کے دلائل کا ذکر نہ کریں چنانچہ میرے پاس ان کی بعض تصانیف ہیں دھڑا دھڑ لکھتے چلے جاتے ہیں نہ کہیں آیت کا پتہ نہ حدیث کا مگر پھر بھی آپ کو اعتماد ہے بس اسی طرح ہم ائمہ مجتہدین پر حسن ظن اور اعتماد رکھتے ہیں کہ وہ بھی کتاب وسنت کے خلاف نہ کہیں گے اگرچہ ان کے کلام میں مذکور نہ ہو غرض ہم بھی اعتماد پر ہیں تم بھی اعتماد پر ہو یہاں تک تو ایک ہی بات ہے اب آ گئے فرق صرف یہ رہ گیا کہ ایک طرف ابو حنیفہؒ ہیں اور ایک طرف ابن تیمیہ ترجیح کا فیصلہ خود کر لو۔

(الافاضات الیومیہ ج ٦ ص ١٣٦)

نابینا غیر مقلد کو عمل بالظاہر کا نقصان

فرمایا کہ ایک نابینا غیر مقلد نے کہیں وعظ کہا اس میں یہ بیان کیا کہ لوگوں نے تاویلیں کر کے دین کو خراب کر دیا تاویلوں کی کچھ ضرورت نہیں بس ظواہر پر عمل کرنا چاہئے ایک صاحب نے انہیں خوب جواب دیا کہ اچھا میں کہتا ہوں کہ تم دوزخی ہو اور یہ قرآن شریف کی اس آیت سے ثابت ہے۔ ومن کان فی هذه اعمٰى فهو فی الاخرة اعمٰى چونکہ تم نابینا ہو اس لئے اس آیت کے موافق دوزخی ہو ان غیر مقلد نے جواب دیا کہ یہاں اس کا یہ مطلب نہیں ہے ان صاحب نے کہا کہ آپ یہ تاویل کیوں کرتے ہیں ظاہر پر عمل کیجئے آپ تو فرما چکے ہیں کہ ظاہر پر عمل کرنا چاہئے پس موقعہ محل کا دیکھنا تو معنی کے اندر بقول آپ کے ضروری ہے ہی نہیں اس پر وہ غیر مقلد خاموش ہو کر شرمندہ ہوئے۔

(حسن العزیز ج ۲ ص ۱۲۴)

رسالہ حقیقت الطریقت دیکھ کر ایک غیر مقلد صاحب کا بیعت ہونا

فرمایا کہ تصوف کا لوگوں نے ناس کر دیا رسوم کا نام تصوف رہ گیا عوام تو بدعت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا یہی تصوف ہے اور خواص میں جو غیر محقق ہیں وہ اوراد پڑھ لینے اور رات کو جاگنے اور حرارت ورارت ذوق شوق ہونے کو بس تصوف سمجھنے لگتے ہیں اور یہ گمان عام ہو گیا تھا کہ حدیثوں میں تصوف نہیں ہے بس صوفیوں ہی کے کلام میں ہے ماموں صاحب تو فرمایا کرتے تھے کہ وہ تصوف نہیں جو حدیث میں نہ ہو اور وہ حدیث نہیں جس میں تصوف نہ ہو غرض تصوف اتنا پھیلا ہوا ہے کہ کوئی حدیث اس سے خالی نہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ حدیث میں ہے ہی نہیں۔

دہلی میں حقیقۃ الطریقت : میرا رسالہ ایک غیر مقلد نے زمانہ تالیف میں دیکھا تھا دیکھ کر کہا یہ کس شخص کی ہے ایک دوست نے میرا نام بتایا پھر ان غیر مقلد نے کہا ان کو لکھ دینا کہ اس میں اختصار نہ کریں خوب لکھیں اسی رسالہ میں ایک مقام پر بیعت طریقت کا حدیث سے اثبات ہے ایک صاحب جن کو عدم تقلید کی طرف میلان تھا کہنے لگے کہ ہم تو بیعت کو بدعت سمجھتے تھے میں نے کہا دیکھ لو جس حدیث سے اثبات ہے وہ میری گھڑی ہوئی تو ہے نہیں دلالت کو دیکھ لو پھر وہ مجھ سے بیعت ہوئے اور غیر مقلدی چھوڑ دی غیر مقلد بھی بعض مجھ سے پوچھ کر ذکر شغل کرتے ہیں میں تشدد نہیں کرتا البتہ یہ اقرار لے لیتا ہوں کہ بزرگوں کی شان میں گستاخی نہ کرنا اور بدگمانی نہ کرنا کہ حنفیہ خلاف حدیث کے ہیں۔ غیر مقلدوں سے یہ شرط بھی کر لیتا ہوں کہ جہاں فتنہ ہو وہاں آمین بالجہر اور رفع یدین نہ کرنا کیونکہ یہ محض مستحبات ہیں

حنفیہ میں بڑے عالم دیکھے البتہ ان کو یہاں اس پر شبہ ہوا کہ چشتیہ نقشبندیہ یہ کیابات ہے میں نے کہا نہ سہی کام کئے جاؤ بزرگوں کا اتباع کرو۔

ایک بیان میں میں نے کہا کہ غیر مقلد بھی تو حنفیہ ہیں کیونکہ کوئی گیہوں کا ڈھیر ایسا نہیں ہوتا جس میں جو نہ ہو مگر باعتبار غالب کے وہ ڈھیر گیہوں کا کہلاتا ہے اسی طرح تارکین تقلید کے اعمال میں بھی غالب حنفیت ہی ہے کیونکہ دو قسم کے اعمال ہیں دیانات اور معاملات۔ معاملات میں تو حنفیہ ہی کے فتوے سے اکثر کام لیتے ہو اور دیانات میں بھی غیر منصوص زیادہ ہیں جن میں حنفیت کا لباس لیا جاتا ہے تو خلاف کی مقدار بہت کم ہوئی بس اس کے پیچھے کیوں علیحدہ ہوتے ہو چنانچہ ایک منصف غیر مقلد نے کہا کہ غیر مقلد تو عالم ہو سکتا ہے ہم جاہل کیا تقلید کو چھوڑیں گے۔ ہمیں جب تمہاری تقلید سے عار نہیں آتی تو امام ابو حنیفہ کی تقلید سے کیا عار آوے گی مثلاً ہم پہلے مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے اب آپ سے پوچھ کر عمل کرتے ہیں۔

(حسن العزیز ج ۲ ص ۱۷۰،۲۰۷)

خطبہ جمعہ کے بعد اردو میں اس کا ترجمہ سنانا (یا تقریر) کرنا بدعت ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت نے تو خطبے نہایت مختصر تحریر فرمائے ہیں جس سے لوگوں پر ذرہ برابر گرانی نہیں ہوتی فرمایا جی ہاں کوئی خطبہ سورہ مرسلات سے زیادہ نہیں فرمایا کہ ایک خطبہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ علیہ کا بھی مختصر اور جامع ہے میں پہلے اسی کو پڑھا کرتا تھا اب اپنے لکھے ہوئے خطبے پڑھتا ہوں ان میں نحمد اللہ ہر باب کے

احکام موجود ہیں نہایت جامع اور مختصر ہیں اس خطبہ کے متعلق مجھ کو خیال تھا کہ غیر مقلدین زیادہ پسند کریں گے اس لئے کہ ان میں تمامتر آیات واحادیث ہیں مگر معلوم ہوا کہ محض اس لئے خفا ہیں کہ اردو میں خطبہ پڑھنے کی اس میں ممانعت ہے اس لئے نہیں خریدتے اور نہ پڑھتے ہیں غیر مقلد بھی عجیب چیز ہیں بجز دو چار چیزوں کے کسی حدیث کے بھی عامل نہیں مثلاً رفع یدین۔ آمین بالجہر بھلا اردو میں خطبہ پڑھنا کبھی سلف میں اس کا معمول رہا ہے کبھی حضور نے پڑھا ہے صحابہؓ نے پڑھا ہے کسی کا تو معمول دکھائیں تو کیا ایسی حالت میں یہ اردو میں خطبہ بدعت نہ ہوگا کچھ نہیں غیر مقلدی نام اسی کا ہے کہ جو اپنے جی میں آئے وہ کریں۔

(افاضات الیومیہ ج ۲ ص ۶۱، ۶۲)

ایک غیر مقلد عالم کا ساس کو حلال کرنا

حکایت ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت سے شادی کی تھی پھر ساس پر دل آگیا تو ایک غیر مقلد عالم کے پاس گیا اور کہا مولوی صاحب کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ ساس سے نکاح ہو جائے کہا ہاں بتلا کیا دے گا اس نے کچھ سو دو سو روپے دینا چاہے کہا اتنے میں یہ فتویٰ نہیں لکھ سکتا۔ کچھ تو ہو واقعی ایمان فروشی بھی کرے تو دنیا کچھ تو ہو غرض ہزار پر معاملہ طے ہوا اور فتویٰ لکھا گیا وہ فتویٰ میں نے بھی دیکھا ہے اس میں لکھا تھا کہ ساس بیشک حرام ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ساس کسے کہتے ہیں ساس کہتے ہیں منکوحہ کی ماں کو اور منکوحہ وہ ہے جس سے نکاح صحیح منعقد ہوا ہو اور اس شخص کی عورت چونکہ جاہل ہے اور جاہل عورتوں کی زبان سے اکثر کلمات کفر یہ نکل جاتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ اس کے منہ سے بھی کلمہ کفر یہ نکلا ہوگا اور نکاح کے وقت اس کو کلمے پڑھائے نہیں گئے اس لئے یہ مرتدہ ہے اور مرتد کے ساتھ نکاح

صحیح نہیں ہو تالہذا یہ عورت منکوحہ نہیں ہے تو اس کی ماں ساس بھی نہیں پس اس کی ماں کے ساتھ نکاح درست ہے رہا یہ کہ وہ منکوحہ کی ماں نہیں تو منکوحہ کی ماں تو ہے جس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حرمت مصاہرت کا مسئلہ ابو حنیفہؒ کا اجتہادی مسئلہ ہے جو ہم پر حجت نہیں۔

ف : حرمت مصاہرت کو اس نے غیر مقلدوں کی مد میں اڑادیا اور ساس کو منکوحہ کی تکفیر سے اڑادیا اور یہ سب ترکیبیں ہزار روپے نے سکھائیں۔

جب علماء میں بھی ایسے ایسے موجود ہیں تو بے چارے دنیادار وکلاء کا تو کام ہی چنے بنے لڑانا ان سے تو کوئی بات بھی بعید نہیں۔

(اصلاح ذات البین ص ٦)

غیر مقلدین بھی اصل مذہب میں مقلد ہیں

فرمایا ایک شخص غیر مقلد پر تاپ گڑھ میں ملے اور فاتحہ خلف الامام کے متعلق سوال کیا میں نے کہا آپ کو دوسرے سب مسائل محقق ہو گئے۔ انہوں نے کچھ جواب نہ دیا میں نے کہا کہ اچھا آپ مسلمان ہیں پھر میں آپ سے دلیل پوچھوں گا اور دنیا بھر کے مذاہب کو پیش کر کے سب کی تردید کراؤں گا اگر آپ ایک جگہ بھی تھجکے تو آپ مقلد ہیں اور جب کہ آپ اصل مذہب میں مقلد ہیں تو فرعی مسائل میں تقلید کرتے کیوں عار آتی ہے بات وہی ہے کہ لوگوں کو اس وقت کام کرنا مقصود نہیں ہے ورنہ کام کرنے والوں کی صورت ہی اور ہوتی ہے۔

(ضرورۃ العلم بالدین ص ١٠)

مقلد سلف کے ذریعہ حدیث پر عمل کرتے ہیں

فرمایا غیر مقلد اپنی فہم کے ذریعہ حدیث پر عمل کرتے ہیں اور مقلد سلف کے ذریعہ حدیث پر عمل کرتے ہیں اور سلف صالحین کی فہم و عقل، ورع و تقویٰ و دیانت و امانت و خشیت و احتیاط ہمارے اور آپ سے زیادہ تھی تو بتلاؤ عمل بالحدیث کس کا کامل ہوا اہل انصاف خود فیصلہ کر لیں۔

(ارشاد الحق حصہ اول ص ۱۴۰)

مذہب حنفی اختیار کرنے کا مفہوم

فرمایا "مذہب حنفی" اختیار کرو کہنے کے یہ معنی نہیں کہ شریعت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتباعِ شریعت میں جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے وہ اختیار کرو۔ یہاں سے ان معترضین کا اعتراض بھی جاتا رہے گا جو مقلدین امام ابو حنیفہؒ کی نسبت کہا کرتے ہیں کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت امام ابو حنیفہ کا اتباع کرتے ہیں۔

(ترغیب الاضحیہ ص ۲)

حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہؒ کی شان میں گستاخی کرنے والا مرتد ہو کر مرتا ہے

غیر مقلدین کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ اگر یہ سلف کی شان میں بدگمان اور بدزبان نہ ہوں تو پھر بے شک یہ رفع یدین کریں یا آمین بالجہر کہیں اس سلسلہ میں مولانا داؤد غزنویؒ کے والد مولانا عبدالجبار صاحبؒ کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کی کہ کسی مسئلہ میں اپنی رائے اور فیصلہ کو اس وقت تک صحیح نہ جاننا جب تک کہ اس میں

ائمہ مجتہدین میں سے کوئی امام تمہارے ساتھ نہ ہو اور مولوی عبدالجبار صاحبؒ کے والد مولوی عبداللہ صاحبؒ کے بارے میں فرمایا کہ وہ کہا کرتے تھے جو امام ابو حنیفہؒ کی شان میں گستاخی کرتا ہے وہ آخر کار ضرور مرتد ہو جاتا ہے ارتداد سے خالی نہیں رہتا چنانچہ ایک شخص نے ان کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی شان میں گستاخی کی اس پر مولوی عبداللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ ضرور مرتد ہو جائے گا چنانچہ تھوڑے ہی دن کے بعد وہ مرزائی ہو گیا مولوی عبداللہ صاحبؒ غیر مقلد ابن حزم کی کتابوں کے مطالعہ سے منع فرماتے تھے کیونکہ ابن حزم امام ابو حنیفہؒ کی شان میں گستاخ ہے۔

(القول العزیز ج ا ص ۲۸)

ترک تقلید میں بے برکتی یقینی ہے

فرمایا ترک تقلید میں قیامت میں مواخذہ تو نہ ہو گا کیونکہ کسی قطعی کی مخالفت نہیں مگر بے برکتی یقینی ہے۔

(الکلام الحسن ج ا ص ۴۳)

غیر مقلدین کی مثال

فرمایا غلاۃ مبتدعین کے مقابلہ میں غیر مقلد ایسے ہیں جیسے رافضیوں کے مقابلہ میں خارجی ہیں۔

(الکلام الحسن ج ا ص ۴۶)

مولانا محمد حسین بٹالوی اہلحدیث کی انصاف پسندی غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ

مولانا موصوف غیر مقلد تھے مگر منصف مزاج حضرت نے فرمایا کہ میں نے خود ان کے رسالہ اشاعت السنۃ میں ان کا یہ مضمون دیکھا ہے جس کا

خلاصہ یہ ہے کہ "پچیس سال کے تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ ہے"

حضرت گنگوہی نے اس قول کو سبیل السداد میں نقل کیا ہے۔

(مجالس حکیم الامت ج ۲ ص ۲۴۲)

نجات کی دو ہی صورتیں ہیں

فرمایا کہ علوم قرآن و سنت میں یا خود ماہر محقق ہو یا پھر کسی ماہر کا مقلد ہو۔

ارشاد فرمایا کہ آیت قرآن لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَاكُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ یہ اہل جہنم کا قول ہے جو دخول جہنم کے وقت کہیں گے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم دو صفتوں میں سے کسی ایک صفت کے بھی حامل ہوتے تو جہنم میں نہ جاتے وہ یہ کہ یا تو ہم دین کے عالموں کی بات سنتے یا خود اپنی عقل سے دین کے احکام سمجھتے اس سے معلوم ہوا کہ نجات ان دونوں طریقوں میں منحصر ہے۔

(مجالس حکیم الامت ج ۱ ص ۳۲)

عدم تقلید میں اتباع نفس وھویٰ ہے

ارشاد فرمایا کہ قنوج میں ایک سب رجسٹرار ملے۔ ان کو تقلید شخصی اور طریق تصوف کے متعلق اس قسم کا تردد تھا کہ ان کو کسی تقریر تحریر سے شفا نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے دو شبہات میرے سامنے پیش کئے میں نے ان کو جواب دیا جس سے بفضلہ تعالیٰ ان کی بالکل تسلی ہو گئی۔ طریق تصوف کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اشغال اور قیود کو تصوف سمجھے ہوئے تھے اور چونکہ وہ کتاب و سنت میں وارد نہیں اس لئے تصوف کو بے اصل سمجھتے تھے ان

کو تصوف کی حقیقت سمجھا کر یہ سمجھایا کہ یہ قیود امور زائد ہیں کہ مصلحتاً ان کو علاج کے طور پر برتا جاتا ہے اس سمجھانے سے ان کی تسلی ہو گئی اور تقلید کے بارے میں اس وقت ان سے وجوب اور عدم وجوب تقلید پر بحث نہیں کی گئی صرف ان کو ایک مصلحت تقلید کی بتلائی جس سے اس امر میں بھی ان کا پورا اطمینان ہو گیا کہ وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں جبکہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہوئی کا غلبہ نہ تھا اس لئے ان لوگوں کو عدم تقلید مضر نہ تھی بلکہ نافع تھی کہ عمل بالاحوط کرتے تھے بعد اس کے ہم لوگوں میں غلبہ اتباع ہوئی کا ہو گیا طبیعت ہر حکم میں موافقت غرض کو تلاش کرنے لگی اس لئے عدم تقلید میں بالکل اتباع نفس و ہوئی کارہ جائے گا۔ جو کہ شریعت میں سخت مذموم ہے۔ تقلید مذہب معین اس مرض اتباع ہوئی کا علاج ہے۔

(مقالات حکمت ص ۳۵)

انقطاع اجتہاد کا سبب

غیر مقلد کہا کرتے ہیں کہ کیا حنفیوں کے پاس انقطاع اجتہاد کی وحی آگئی ہے حالانکہ قدرتی قاعدہ ہے کہ ہر شے عموماً اپنی ضرورت کے وقت ہی ہوا کرتی ہے جس فصل میں عموماً بارش کی جانب حاجت ہوتی ہے اسی فصل میں بارش ہونے کا قاعدہ ہے اسی طرح ہوائیں حاجت کے وقت چلا کرتی ہیں۔ جہاں سردی زیادہ ہوتی ہے وہاں کے جانوروں کے اون بڑے ہوتے ہیں اسی طرح جب تک تدوین حدیث کی ضرورت تھی بڑے بڑے قوی حافظ کے لوگ پیدا ہوتے تھے اب ویسے نہیں ہوتے (کاتب اور تو اور اہلحدیث میں سے بھی کسی کو بخاری اور مسلم تک خود امام بخاری اور مسلم کی طرح مع سند حفظ نہیں) اسی طرح جب تک تدوین دین کی ضرورت تھی قوت اجتہاد یہ لوگوں میں بخوبی موجود تھی اب چونکہ دین مدون ہو چکا ہے اور اصول و قواعد ممہد ہو

چکے ہیں اب اجتہاد کی اتنی ضرورت نہیں رہی ہاں جس قدر اجتہاد کی اب بھی ضرورت پڑتی ہے اتنی قوت اجتہادیہ باقی ہے۔ (کاتب یعنی اصول مجتہدین کے تحت میں جزئیات جدیدہ کا حکم استخراج کر لینا۔

(مقالات حکمت ص ۳۸۷)

روضہ اقدسؐ کی زیارت کیلئے جانا طریق عشق میں فرض ہے

فرمایا کہ ایک بار حضرت حاجی صاحبؒ اور ایک متشدد غیر مقلد سے مناظرہ ہوا وہ غیر مقلد مدینہ منورہ جانے سے منع کرتا تھا و لاتشد الرحال الا الی ثلثۃ مساجد۔ استدلال تھا حضرت نے فرمایا کہ زیارت او ین طلب علم وغیرہ کے لئے سفر جائز نہیں اس کا اس نے جواب نہیں دیا پھر وہ کہنے لگا اگر جانا جائز بھی ہو تو کوئی فرض واجب تو ہو گا نہیں کہ خواہ مخواہ جائے۔ حضرت نے فرمایا ہاں شرعاً تو فرض نہیں لیکن طریق عشق میں تو ہے خیال کیجئے سلیمان بیت المقدس بنائیں اور وہ قبلہ بن جائے حضرت ابراہیم مسجد بنائیں اور قبلہ قرار پائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنائیں تو وہ کیا اتنی بھی نہ ہو کہ وہاں لوگ زیارت کو جایا کریں چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عبدیت تھی اور شہرت ناپسند تھی اس لئے آپ کی مسجد قبلہ نہیں ہوئی۔ اس شخص نے کہا مسجد نبویؐ کے لئے تو جانا جائز ہے مگر روضہ شریف کے قصد سے نہ جانا چاہئے حضرتؒ نے فرمایا کہ مسجد نبویؐ میں فضیلت آئی کہاں سے وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے تو مسجد کے لئے تو جانا جائز ہوا اور صاحب مسجد جن کی وجہ سے اس میں فضیلت آئی ان کی زیارت کے لئے جانا ناجائز ہو عجیب تماشا ہے وہ لاجواب ہوئے اور اگر کوئی کہے کہ آپ کی زیارت کہاں ہوتی ہے صرف قبر کی ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ ایک حدیث میں آپ نے دونوں کو مساوی فرمایا ہے۔ من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی

حیاتی اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا اھد نا الصراط المستقیم پڑھتے وقت معنی کا خیال کر کے پڑھا کرو اور ہدایت کی دعا مانگا کرو وہ کہنے لگا مجھے اس بارہ میں دعائے ہدایت کی ضرورت نہیں حضرت نے فرمایا دعا کرنے میں حرج کیا ہے ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اگر حق پر نہ ہوں تو خدا ہدایت کرے اس کے بعد قریب ہی مغرب کی نماز میں وہ غیر مقلدی کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا پھر اس نے کہا کہ میں تو مدینہ منورہ جاؤں گا اس وقت چھوڑا گیا اور مدینہ روانہ ہو گیا۔

(مقالات حکمت ص ۳۸۸)

غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیا ہے؟

امامت غیر مقلد کے متعلق سوال کیا گیا فرمایا کہ پہلے تو میں کوئی حرج نہ سمجھتا تھا لیکن ایک واقعہ پیش آیا ایک بار میں ایک جگہ گیا وہاں ایک غیر مقلد بھی آئے تھے اور وہ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے میں نے اس میں اقتداء کر لیا ان کے پیر میں ایک پٹی بندھی تھی مجھے خیال بھی نہ ہوا مغرب کے وقت وہ میرے پاس وضو کرنے بیٹھے میں نے دیکھا کہ انہوں نے پیر پر مسح کر لیا حالانکہ زخم بہت تھوڑا سا تھا میں نے کہا مسح کافی نہیں جہاں زخم نہیں ہے اور وضو کرنے سے ضرر نہیں ہو تا اس کو دھونا چاہئے انہوں نے کچھ التفات نہیں کیا مجھ کو معلوم ہوا کہ عصر کی نماز بھی انہوں نے ایسے ہی وضو سے پڑھائی ہے اور ظاہر ہے کہ جب وضو نہیں ہوا تو ان کی نماز کب ہوئی اور جب خود ان کی نماز نہیں ہوئی تو اقتداء کیسے ہوا غرض میں نے نماز کا اعادہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے اعادہ کے لئے کہا اس کے علاوہ مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ یہ لوگ کلوخ سے استنجا نہیں کرتے اور ہندوستان کے لوگوں کے قویٰ ایسے ہیں کہ شاذ و نادر ہی کسی کو قطرہ نہ آتا ہو ورنہ اکثر کو آتا ہے اگر متصل وضو کیا تو وضو نہیں ہو تا یا کم از کم پاجامہ تو ضرور نجس ہو تا ہے اگر بقدر درہم ہو جائے تو نماز

نہیں ہوتی اس لئے اقتداء مناسب نہیں۔

(مقالات حکمت ص ۳۸۸)

بہت اونچی آواز سے آمین کہنا غیر مقلدوں کی نیت فاسد کی دلیل ہے

ایک مرتبہ محمد مظہر سلمہ (برادر خورد مولانا صاحب) میرے ساتھ قنوج گئے وہاں جامع مسجد میں غیر مقلد بھی آئے تھے لوگوں نے ان سے تعرض کرنا چاہا میں نے منع کر دیا لوگ مان گئے اس کے بعد پہلی رکعت میں ان میں سے زیادہ لوگوں نے آمین پکار کر کہی اور جب دیکھا کہ کسی نے کچھ نہیں کہا تو دوسری رکعت میں پہلے سے کم لوگوں نے آمین کہی مجھے شبہ ہوا کرتا تھا کہ ان کے پکار کر آمین کہنے سے جو انقباض ہوا کرتا ہے یہ خباثت نفس کی دلیل ہے کیونکہ جو فعل سنت ہو اس سے انقباض کے کیا معنی نماز کے بعد محمد مظہر نے ایک لطیفہ بیان کیا جس سے وہ شبہ جاتا رہا وہ کہنے لگے یہ لوگ جس طرز سے آمین کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نیت فاسد ہے۔ مقلدین کو چڑانے کی نیت زیادہ تر ہوتی ہے کیونکہ آمین دعا ہے اور اس میں خشوع و خضوع اور پستی کے آثار نمایاں ہونے چاہئیں خواہ زور ہی سے دعا کی جائے اور ان کے آمین کہنے میں یہ بات نہیں معلوم ہوتی ایک لٹھ سا مارتے ہیں خشوع و خضوع کے آثار نہیں معلوم ہوتے۔

(مقالات حکمت ص ۳۶۹)

فاتحہ خلف الامام کی دلیل پوچھنے والے کو جواب پہلے اصول کی تحقیق کرو

فرمایا کہ مجھ سے ایک عامی نے فاتحہ خلف الامام کی دلیل دریافت کی

میں نے اس سے کہا کہ میاں یہ تو ایک فرعی مسئلہ ہے پہلے اصول کی تحقیق کرو پھر اس میں گفتگو کرنا کہ اسلام حق بھی ہے اسلام پر مخالفین کے کیسے کیسے اعتراض ہیں پہلے تو ان کو دفع کرو، اگر وہ دفع ہو جائیں تو پھر میں اس کا بھی تمہیں جواب دے دوں گا میاں یہ سب فضول جھگڑا ہے اگر کوئی امام اعظمؒ کا مقلد ہے تو وہ نہ پڑھے اور اگر کوئی امام شافعیؒ کا مقلد ہے تو وہ پڑھ لیا کرے اس میں کوئی جھگڑے کی ضرورت نہیں۔

(مقالات حکمت ص ۳۱۱)

اختلاف قرات غیر مقلدوں کے وصل یا فصل نہ ہونے کے دعوے کو رد کرتا ہے

فرمایا کہ غیر مقلدین اس امر کے مدعی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مواقع آیات میں وصل فرمانا یا غیر مواقع آیات میں وقف فرمانا منقول نہیں لیکن فواصل کا اختلاف قرات اس دعوے کے اس جزو کو قطعاً رد کرتا ہے۔ کیونکہ یہ امر مجمع علیہ ہے کہ اختلاف قرات آرائے امت سے نہیں بلکہ مسموع و منقول ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اگر اجتہاد ورائے سے ہوتا تو اب بھی بہت سے مواقع ایسے ہیں جہاں متعدد اعراب ممکن ہیں لیکن وہاں صرف ایک ہی قرات ہے پس معلوم ہوا کہ اب جن مقامات پر اختلاف ہے وہ مسموع ہے نیز علاوہ اجماع کے اختلاف قرات متواتر منقول ہیں جن کے انکار کی گنجائش ہی نہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْد۔ مجید کی دال پر آیت یقیناً ہے لیکن پھر بھی اس میں صحابہؓ سے دو قرات منقول ہیں متواتراً بکسر الدال علی انه صفة للعرش وبضم الدال علی انه تابع لذو۔ پس یہ اختلاف اس امر کو صاف بتلاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

موقعہ پر گاہ گاہ دصل بھی فرمایا ہے ورنہ اعراب کیسے ظاہر ہوتا پھر وہ اعراب منقول کیسے ہوتا۔

(مقالات حکمت ص ۳۴۳،۳۴۴)

بدعتی زیادہ برے ہیں یا غیر مقلد

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی زیادہ برے ہیں اور غیر مقلد غنیمت ہیں سو یہ من کل الوجوہ غلط ہے بلکہ بعض اعتبار سے غیر مقلد ہی زیادہ برے ہیں۔ بدعتیوں سے اس لئے کہ بدعتی اجتہاد نہیں کرتے غیر مقلد اجتہاد کرتے ہیں بدعتی تو بھگڑوں کے معتقد مکاروں کے معتقد وہ بھلا امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کیسے چھوڑ سکتے ہیں اور یہ بزرگان سلف کی شان میں گستاخی کریں سو یہ علی الاطلاق کیسے اچھے ہو سکتے ہیں بد زبانی بدگمانی ان کا شعار ہے بڑا ہی بے باک اور گستاخ فرقہ ہے جس کو چاہتے ہیں جو جی میں آیا کہہ ڈالتے ہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۳۹)

نمازی کے سامنے سے گزرنا

ایک کم علم غیر مقلد عالم جنہوں نے حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے سوال کرنے والے کو فوزا روزے رکھنے کا مشورہ دیا حضرت حکیم الامت نے ہنوز جواب بھی نہیں دیا تھا مگر ان صاحب نے روزے بھی رکھے تھے اس کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

ان ہی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان ہی مولانا صاحب کے عقاید دیکھیے ایک خط میں لکھا کہ ملائکہ مجردات سے ہیں اتنے ناواقف آدمی ہیں پھر اوپر سے ناز بھی ہے کہ میں معقولی ہوں مگر باوجود اس کے کہ میں انہیں کم علم سمجھتا ہوں انہوں نے تفسیر میں ایک مشورہ دیا تو چونکہ وہ صحیح تھا اس لئے میں

نے اس کو بے تامل قبول کر لیا اور اپنی تفسیر کے سات مقامات ان کے مشورہ کے مطابق کر دئے کیونکہ انظرالی ماقال و لا تنظر الی من قال انہیں اس کا بھی فخر ہے کہ میں نے تفسیر میں اصلاح دی حالانکہ فخر تو میں کر سکتا ہوں کہ ایسے کم علم کے مشورہ کو قبول کر لیا کیونکہ وہ اتفاق سے صحیح تھا یہ صاحب فلاں شہر میں طبیب ہیں لیکن معلوم ہوا کہ کسی کے قلب میں ان کی وقعت نہیں گئو رکھشا کی حمایت میں بھی انہوں نے مضمون لکھا تھا کیونکہ معالج زیادہ ہندو ہیں ایک سفر میں مجھ سے ملنے آئے تو سیاہ خضاب لگایا ہوا تھا لوگ انہیں دیکھ کر کہتے تھے وہ آئے سیاہ رو بیوی کی خاطر سیاہ خضاب لگاتے ہیں مگر کیا بیوی کو یہ خبر نہ ہو گی کہ میاں کی سفید داڑھی ہے یہ صاحب غیر مقلد ہیں مگر قدرے معتدل۔ اسی سلسلہ میں اکثر غیر مقلدین کی قلت درایت پر فرمایا کہ بعض لوگ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر سے کہ اگر نماز میں پڑھنے میں کوئی سامنے سے گزرے تو اس سے لڑے نہیں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حدیث شریف میں تو صاف حکم ہے اور پھر بھی امام صاحب اس کی ممانعت کرتے ہیں مگر اس اعتراض میں تدبر سے کام لیا گیا ورنہ معلوم ہو جاتا کہ امام صاحب کے اس قول کا ماخذ ایک بہت موٹی بات ہے یہ دیکھنا چاہئے کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو ہٹانے سے مقصود کیا ہے ظاہر ہے کہ نماز کی حفاظت مقصود ہے اور نماز میں دو چیزیں ہیں ایک نماز کی ذات اور ایک اس کی صفت ذات تو یہی ہے جو نماز کی ہیئت ہے یعنی اس کے مختلف ارکان اور اس کی صفت اس کا کمال ہے اور کمال صلوٰۃ کا یہ ہے کہ اس میں خشوع بھی ہو سترہ جو کھڑا کرتے ہیں وہ بھی تحصیل خشوع ہی کے لئے ہے تاکہ طبیعت نہ بٹے اور سامنے سے گذرنے والے کو ہٹانا بھی اسی واسطے ہے کہ نماز کے کمال خشوع میں اس کے گذرنے سے خلل پیدا ہوتا ہے اور سترہ کی

ایک غرض یہ بھی ہے کہ سامنے سے گذرنے والے کو خود ہٹانا نہ پڑے بلکہ وہ خود ہی بچ جائے سترہ کے اندر سے نہ گذرے اس تمہید کے بعد اب غور کیجئے کہ صفت تابع ذات کے ہوتی ہے یا کہ ذات صفت کی تابع ہوتی ہے ظاہر ہے کہ صفت ہی تابع ہوتی ہے پس اگر صفت کی ایسی حفاظت کی جائے جس سے ذات ہی غائب ہو جائے ظاہر ہے کہ ممنوع ہو گی اب سمجھو کہ جب تم سامنے سے گذرنے والے سے لڑو گے تو کیا وہ تم سے نہیں لڑے گا اور جب ہاتھاپائی ہوئی تو نماز ہی کہاں رہی جو اس کی صفت کی حفاظت کی ضرورت ہو اس واسطے امام صاحب نے اس کی ممانعت کی ہے اور فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں جو فلیقاتل آیا ہے وہ زجر ہے تاکہ گذرنے والے کو اس حرکت کا پورا قبح معلوم ہو جائے مقصود دراصل لڑائی نہیں ہے بس اس پر خواہ مخواہ امام صاحب پر اعتراض ہے حالانکہ خود ہی حدیث کا مطلب نہیں سمجھے۔ چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند

ایک غیر مقلد امام صاحب کا ہل ہل کر نماز پڑھانا حدیث کا مفہوم غلط سمجھنے کے سبب

فرمایا ایسے ہی ترجمہ دیکھنے والوں کی ایک یہ بھی حکایت ہے کہ ایک غیر مقلد صاحب جب امام بنتے تو ہل ہل کر نماز پڑھاتے اور تنہا نماز میں ذرا حرکت نہ کرتے کسی نے اس کا سبب پوچھا تو کہا حدیث میں آیا ہے من ام منکم فلیخفف۔ جس کا ترجمہ یہ لکھا ہوا تھا کہ جو امام بنے وہ ہلکی نماز پڑھائے ان حضرات نے ہلکی کو یوں پڑھا کہ ہاء کو کسرہ کر دیا اور یاء کو مجہول کر دیا یعنی ہل کے نماز پڑھائے اس لئے وہ امامت کے وقت خوب ہلتے تھے خدا بچائے اس جہالت سے ایسے ہی ایک دنیا پرست مولوی نے ایک شخص کو فتویٰ دے دیا تھا

جو میں نے لکھا ہوا بھی دیکھا تھا کہ ساس سے نکاح کرنا جائز ہے اور دلیل یہ بیان کی ساس وہ ہے جو منکوحہ کی ماں ہو اور منکوحہ وہ ہے جس سے نکاح صحیح ہو اور اس شخص کی بیوی جاہل ہے جس کی زبان سے کفریات کا صدور غالب ہے اور نکاح کے وقت تجدید ایمان ہوئی نہیں اس لئے وہ منکوحہ بنکاح صحیح نہیں تو اس کی ماں ساس تھی نہیں کمبخت نے محض گمان و تخمین پر نکاح کو بھی فاسد کر دیا اور منکوحہ کی ماں کو بھی حلال کر دیا اور حرمت مصاہرت کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ابو حنیفہؒ کی رائے ہے ہم اس کو نہیں مانتے۔

(حسن الاخرۃ ص ۱۴، ۱۵)

غیر مقلدین کی حدیث کے معاملہ میں عمل کی دوڑ صرف مسائل نماز تک محدود ہے

فرمایا قنوج میں ایک صاحب عامل بالحدیث سے ملاقات ہوئی مجھ سے کہنے لگے اجی حضرت ہم صرف نماز ہی کے چند مسئلوں میں حدیث پر عمل کرتے ہیں باقی معاملات میں حدیث کا نام بھی نہیں لیتے مثلاً میں عطر بیچتا ہوں اور اس میں تیل بھی ملاتا ہوں غرض عملاً ہم بہت کمزور ہیں۔

(تذکیر الاخرۃ ص ۱۳)

تقلید واجتہاد پر ایک حکیمانہ منصفانہ تقریر

فرمایا کہ ایک عالم غیر مقلد مگر غیر متعصب یہاں آئے تھے میں نے ان سے کہا کہ تقلید کا مدار حسن ظن پر ہے جس شخص کے متعلق یہ گمان غالب ہوتا ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں کوئی بات بے دلیل شرعی کے نہیں کہتے اس کا اتباع کر لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کوئی دلیل بھی مسئلہ کی بیان نہ کرے۔ اسی کا نام تقلید ہے اور جس شخص کے متعلق یہ اعتقاد نہیں ہوتا وہ دلیل بھی

بیان کرے تو شبہ رہتا ہے دیکھئے حافظ ابن تیمیہ اپنے فتاوی میں اور بعض رسائل مثلاً رسالہ مظالم میں محض احکام لکھتے ہیں کوئی دلیل نہیں لکھتے مگر غیر مقلد حضرات چونکہ ان کے معتقد ہیں کہ وہ بے دلیل بات نہیں کرتے اس لئے ان کی بات کو مانتے ہیں تو حنفیہ کو بھی یہ حق ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے بیان کئے ہوئے مسائل پر بایں اعتقاد عمل کر لیں کہ وہ کوئی بات بے دلیل نہیں فرمایا کرتے۔

پھر فرمایا کہ یہاں تک بات مساوات کی تھی کہ جس طرح غیر مقلد حضرات ابن تیمیہؒ کی بات بے دلیل بھی مان لیتے ہیں حنفیہ کو بھی یہی حق کیوں حاصل نہ ہو کہ وہ ابو حنیفہ کی بات بغیر دلیل کے محض حسن ظن کی بناء پر مان لیں مگر اب میں آگے بڑھتا ہوں اور ایک مثال سے یہ واضح کرتا ہوں کہ ابن تیمیہؒ کے اجتہاد اور امام اعظم ابو حنیفہ بلکہ ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگردوں میں جو مجتہد ہوئے ہیں ان کے اجتہاد میں کیا فرق ہے۔

ابن تیمیہؒ نے کتاب مظالم میں لکھا ہے کہ اگر سلطان وقت کی طرف سے کوئی ظالمانہ ٹیکس اہل شہر کے ذمہ عائد کر دیا جائے تو اس سے اپنے آپ کو بچانا مطلقاً جائز نہیں بلکہ یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی خاص رقم مجموعی طور پر معین نہ ہو تو جائز ہے اور اگر کوئی خاص معین رقم پورے شہر سے وصول کرنا ہے تو اس صورت میں اپنے آپ کو اس سے بچانا جائز نہیں کیونکہ جو بچ گیا تو اس کا حصہ بھی دوسرے مسلمانوں پر پڑ جائے گا وہ مزید ظلم میں مبتلا ہوں گے اور یہ شخص اس کا سبب بنے گا۔

اس کے مقابلہ میں فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ اس ظلم سے جو بچ سکتا ہے اس کو بچ جانا مطلقاً جائز ہے اور اس کے بچ جانے سے جو زائد رقم دوسرے مسلمانوں پر پڑے گی اس کا سبب تو بیشک یہ ہوا مگر مباشر اس عملی ظلم کا وہ

سلطان یا اس کا نائب ہے نہ کہ یہ شخص اور مباشر مختار کے ہوتے ہوئے سبب کی طرف فعل کی نسبت نہیں ہوتی اس لئے صورت مذکورہ میں اس مزید ظلم کا گناہگار بھی وہی سلطان یا اس کا نائب ہے جس کے حکم سے یہ وصول کیا گیا ہے اب انصاف سے بتلائے کہ اجتہاد کس کا زیادہ بہتر ہے ان عالم صاحب نے صاف لفظوں میں اعتراف کیا کہ بیشک ابن تیمیہ اس درجہ کو نہیں پہنچے۔

اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ حنفیہ کے اجتہاد کی دلیل میں ایک حدیث سے پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت فی سبیل اللہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وددت ان اقتل فی سبيل الله ثم احيٰى ثم اقتل ثم احیی

میری یہ تمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ اور پھر قتل کیا جاؤں۔

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقتول ہونے کی دعاء کر رہے ہیں اور یہ جبھی ہوگا کہ کوئی آپ کا قاتل بنے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نبی کا قاتل اعلیٰ درجہ کا کافر اور جہنمی ہوگا تو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس دعا کی وجہ سے سبب ہوئے ایک شخص کے جہنمی ہونے کا اگر اس کو گناہ کہا جاوے تو یہ عصمت کے خلاف ہے سوائے اس کے اور کیا جواب ہو سکتا ہے کہ سبب کی طرف نسبت فعل اس وقت ہوتی ہے جب کوئی فاعل مختار مباشرت عمل کرنے والا نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے نفرت ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ہم خود ایک غیر مقلد کے معتقد اور مقلد ہیں کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے پھر فرمایا کہ مگر ان کی تقلید بوجہ خود

مجتہد عالم ماہر ہونے کے جائز تھی اب جاہل لوگ یا معمولی عربی جاننے والے اپنے آپ کو ابو حنیفہ پر قیاس کر کے تقلید نہ کریں۔

(مجالس حکیم الامت)

ایک غیر مقلد کی دعوت اور حضرت کی حکیمانہ تعلیم

فرمایا کہ قنوج میں ایک غیر مقلد صاحب نے میری دعوت کی میں نے منظور کر لیا اہل سنت بھائیوں نے مجھے اشارہ سے منع کیا ان کو خطرہ تھا کہ یہ سب غیر مقلد ہیں اور کسی مقلد کو دعوت میں شریک نہیں کیا کہیں خدانخواستہ کوئی ایذاء پہنچے مگر مجھے شبہ نہ تھا اس لئے میں نے دعوت قبول کر لی جب وہاں پہنچا تو ایک شخص نے نواب صدیق حسن خاں صاحب کی ایک کتاب میں ایک مضمون تقلید کے خلاف دکھلایا اور پوچھا کہ آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ میں نے پوچھا کہ آپ کو نواب صاحب کے لکھے ہوئے میں کچھ تردد ہے یا نہیں؟ وہ آدمی ہوشیار تھا میری غرض سمجھ گیا اور کہنے لگا بس تسلی ہو گئی حضرتؒ نے فرمایا کہ اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ میں چونکہ اب آپ کا نمک کھاؤں گا آپ کا حق میرے ذمہ ہو گیا اس لئے میں محض خیر خواہی سے ایک بات کہتا ہوں وہ یہ کہ ترک تقلید تو ایک مسئلہ ہے اس میں گنجائش ہے اگر آپ نیک نیتی سے کرتے ہیں تو ہمیں اس میں زیادہ کلام نہیں لیکن دو چیزیں آپ کے یہاں زیادہ شدید اور یقینی معصیت ہیں ان سے بچنے کا اہتمام کیجئے۔

(یعنی بدگمانی اور بدزبانی) (مجالس حکیم الامت ص ۲۷۳)

رفع یدین اور عدم رفع یدین آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں سنت میں ہیں

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید دہلویؒ نے بعض حنفیوں کے

غلو کو دیکھ کر خود جہر آمین اور رفع یدین شروع کر دیا حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ نے ان سے فرمایا کہ جہر آمین اور رفع یدین بلاشبہ سنت سے ثابت ہیں اور بہت سے آئمہ مجتدین کا اس پر عمل ہے اگر اس پر کوئی عمل کرے تو فی نفسہ کوئی مضائقہ نہیں لیکن جہاں سب لوگ حنفی ہیں وہاں اس عمل سے لوگوں کو خواہ مخواہ تشویش ہوتی ہے جس سے بچنا بہتر ہے مولانا اسماعیل شہیدؒ نے عرض کیا کہ حضرت حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے اس جگہ یہ سنت مردہ ہو رہی ہے اس لئے میں اس کو زندہ کرتا ہوں۔

حضرت شاہ عبدالقادر نے فرمایا کہ میاں اسماعیل ہم تو سمجھتے تھے کہ تم بڑے فاضل عالم ہو گئے ہو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ سنت کا مردہ ہونا وہاں صادق آتا ہے جہاں سنت کے خلاف کسی بدعت نے جگہ لے لی ہو اور جہاں ایک سنت کے مقابلہ میں دوسری سنت ہو اور آئمہ مجتدین میں اختلاف ہو کوئی اس سنت کو ترجیح دے کر اس پر عمل کرتا ہے کوئی اس کے مقابل دوسری سنت کو ترجیح دے کر اس پر عمل کرتا ہے وہاں دونوں طرف سنت ہی سنت ہے کوئی بدعت نہیں اس لئے سنت مردہ نہیں تو پھر احیاء سنت کا اس موقع پر اطلاق کیسے صحیح ہو گا۔

کیونکہ جس طرح سنت سے جہر آمین اور رفع یدین ثابت ہے اسی طرح اخفاء آمین اور ترک رفع یدین بھی سنت ہی سے ثابت ہیں دونوں میں راجح و مرجوح کا فرق آئمہ مجتدین کا کام ہے ان میں سے کچھ آئمہ نے جہر اور رفع کو ترجیح دے دی کچھ آئمہ نے ترک جہر اور رفع راجح قرار دیا۔ یہاں دونوں طرف میں کوئی بھی بدعت نہیں جس سے سنت مردہ ہو۔

احقر جامع کہتا ہے کہ آئمہ اربعہ کے متفق علیہ اصول سے یہ ثابت

ہے کہ جس مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہو اور آئمہ مجتہدین اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اس کی کوئی خاص صورت تجویز کر کے عمل کریں تو ان میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی دونوں جانبین معروف ہی فرد ہوتی ہیں اس لئے وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خطاب بھی متوجہ نہیں ہوتا اور اپنے مسلک مختار کے مخالف عمل کرنے والوں پر تارک سنت ہونے کا الزام لگانا یا ان کو فاسق کہنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

امام حدیث حافظ ابن عبدالبر مالکی نے اپنی کتاب جامع العلم میں اس کے متعلق جو مضمون نقل فرمایا ہے وہ اہل علم کو ہمیشہ مستحضر اور صفحہ قلب پر نقش رکھنا ضروری ہے تاکہ ان مفاسد سے بچ سکیں جن میں آج کل کے بہت سے علماء مبتلا ہیں کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تفسیق و تکفیر تک پہنچ جاتے ہیں اور اکابر علماء کی شان میں بے ادبی کے مرتکب ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں دیندار مسلمان آپس میں ٹکراتے ہیں اور پھر خدا جانے کتنے صغیرہ کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(مجالس حکیم الامت ص ۶۸، ۶۹)

کامل مجتہد کی تقلید چھوڑ کر ناقص کی تقلید میں اتباع فہم ہے

فرمایا ایک طالب علم نے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھی تو میں نے ان سے سوال کیا کہ تم نے امام کے پیچھے قرات کیوں کی؟ کہا مولوی عبدالحی صاحبؒ مرحوم نے لکھا ہے میں نے کہا سبحان اللہ کیا مولوی عبدالحی صاحبؒ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھے ہوئے ہیں کہ حضرت امام کی تقلید چھوڑ کر ان کی تقلید کرنے لگیں یہی حال ان مدعیان عامل بالحدیث کا ہے کہ ائمہ اربعہ کو چھوڑ کر علامہ شوکانی وغیرہ کی تقلید کرتے ہیں۔

(انفع ص ۲۸)

ایک جاہل مدعی اجتہاد کا ایک میل کی مسافت پر قصر کرنا

فرمایا مسافرت حسب الرکان ہی کو اصطلاح فقہاء میں سفر کہا جاتا ہے جس کو تم بھی روز و شب کی اصطلاح میں سفر سے تعبیر کرتے ہو چنانچہ جس وقت یہ انتقال مکانی ہو تا ہے اس وقت قصر کا حکم دیا جاتا ہے اور انسان مسافر سے تعبیر کیا جاتا ہے ورنہ مقیم کہا جاتا ہے اور جس سفر کا فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر ہے جس کے اعتبار سے تم ہر وقت مسافر ہو یہ منشاء اور دارو مدار تغیر احکام کا نہیں اس سفر پر قصر ثابت نہیں اس کو خوب غور سے سن لو کبھی نفس و شیطان کے مغالطہ میں پھنس جاؤ کہ جب ہم بروئے حدیث مسافر ٹھیرے تو مسافر کے واسطے تو قصر کا حکم ثابت ہے رباعی نماز اس کے حق میں ثنائی ہوتی ہے لہذا ہم پھر کیوں بجائے دو کے چار پڑھیں اللہ دے اور بندہ لے چلو دو رکعتوں سے تو فرصت ملی جس طرح ایک جاہل کی حکایت ہے کہ وہ ہمیشہ قصر کیا کرتے تھے خواہ وطن اصلی ہی میں ہوں ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ ہر حالت میں قصر کرتے ہیں خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں یہ تو صریح مخالفت ہے احکام فقہیہ شرعیہ کی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا یہ فعل اگر فقہ کے مخالف ہے تو ہو حدیث کے تو موافق ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عابر سبیل اور مسافر کے الفاظ فرمائے ہیں اور ہماری حالت قیام فی الدنیا کو سفر سے تعبیر کیا ہے لہذا ہم اگر قصر کرتے ہیں تو کونسا برا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور صاحب تھے اگر ان کو ایک میل جانے کی بھی ضرورت پیش آتی تو وہ قصر کر لیا کرتے تھے ان سے کسی شخص نے کہا کہ آپ کا یہ طرز عمل عجیب نرالا ہے جو تمام روایات فقہیہ کے خلاف ہے کسی امام کے مذہب پر بھی ایک میل کی مسافت میں قصر نہیں آج تک کسی نے اس کو مدت سفر نہیں قرار دیا جواب دیا کہ ہمیں کسی امام کے مذہب سے کیا لینا جب نص صریح کلام

اللہ میں موجود ہے اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ (جب تم زمین پر سفر کرو) اس سے بڑھ کر اور کوئی نص ہو سکتی ہے کیونکہ ضرب فی الارض ایک میل کی مسافت پر بھی صادق آتا ہے لہذا ہم موجب اس آیت کے قصر کرتے ہیں تو اس شخص نے جواب دیا کہ اگر قصر کا ثبوت محض ضرب فے الارض۔ (زمین پر سفر کرنا) سے ہے تو اس کے معنی لغوی تو زمین پر قدم مارتے اور چلنے کے ہیں لہذا اگر آپ مکان سے مسجد میں آکر نماز پڑھا کریں تب بھی قصر کیا کریں اس وجہ سے کہ اطلاق لغوی موجود ہے۔ اتنی دور چلنے سے بھی آپ کے قول پر پیر مارنے کا اطلاق آسکتا ہے اس میں کسی مقرر کی تعین تو ہے نہیں تا کہ اس کا لحاظ کیا جائے۔

(الدنیا والآخرۃ ص ۲۲۲)

حضرات غیر مقلد بھی اکثر احادیث کو ضعیف کہہ کر ان پر عمل نہیں کرتے

ایک صاحب نے مجھ سے ریل میں پوچھا کہ اجتہاد کیا چیز ہے؟ میں نے کہا کہ اس کی حقیقت میں آپ کو کس طرح بتلاؤں ہاں ایک مثال بیان کرتا ہوں اس سے آپ کو اجتہاد کا نمونہ معلوم ہو جائے گا وہ یہ کہ اگر دو شخص مسافر ایسے ہوں جو علم میں بھی مساوی قرأت میں بھی مساوی اور تقویٰ وورع میں بھی برابر ہیں عمر و نسب میں بھی یکساں ہیں پھر وہ دونوں رات کو سوئیں اور جب انھیں تو ایک کو احتلام ہو گیا ہو جس کے ذمہ غسل واجب ہے اور دوسرے کو احتلام نہیں ہوا اور دونوں ایسے مقام میں ہیں جہاں پانی دور تک نہیں ملتا اس لئے دونوں نے تیمم کیا ایک نے غسل جنابت کا تیمم کیا ایک نے وضو کا تو بتلایئے ان دونوں میں امامت کے لئے کون افضل ہے کہا وہ شخص

جس نے وضو کا تیمم کیا ہے کیونکہ طہارت دونوں کی برابر ہے نجاست ایک کی اشد تھی میں نے کہا لیکن فقہاء فرماتے ہیں کہ جس نے غسل کا تیمم کیا ہے وہ افضل ہے اس پر وہ صاحب حیران ہو کر میرا منہ تکنے لگے کہ یہ کیونکر؟ میں نے کہا کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ تیمم فقدان ماء کے وقت طہارت کاملہ ہے تو جس نے غسل کا تیمم کیا ہے اس نے غسل کیا ہے اور جس نے وضو کا تیمم کیا ہے اس نے وضو کیا ہے اور غسل نہیں کیا اور غسل وضو سے افضل ہے دوسرے جس نے وضو کا تیمم کیا ہے ممکن ہے اس کے ذمہ کبھی غسل واجب ہو گیا ہو جس کی اسے خبر نہ ہوئی ہو اور جنابت والے نے چونکہ غسل کا تیمم کیا ہے تو اسکے لئے یہ احتمال اب منقطع ہو گیا کیونکہ اس نے اس وقت غسل کر لیا ہے تو اس کی طہارت ہر طرح کامل ہے اس کو سن کر وہ کہنے لگا کہ واقعی فقہا نے صحیح کہا میں نے کہا بس یہی اجتہاد کا نمونہ ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم لوگ استقلالاً فقہاء کے متبع ہیں بلکہ استقلالاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع کرتے ہیں مگر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد فقہاء کے بیان فرمانے سے معلوم ہوئی کہ حضورؐ کی مراد یہ ہے جیسے کوئی شخص قانون کو وکیل سمجھ کر اس پر وکیل کے بتلانے کے موافق عمل کرے تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ یہ شخص وکیل کا متبع ہے نہیں بلکہ قانون گورنمنٹ کا متبع ہے گورنمنٹ ہی کی اطاعت کر رہا ہے اسی طرح یہاں سمجھو (اور جو لوگ مقلدین کو فقہاء کا متبع کہتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ لوگ خود اہل لغت اور اہل نحو و صرف اور محدثین کا اتباع کرتے ہیں کیوں کہ بدوں اہل لغت کے حدیث و قرآن کا سمجھنا محال ہے اسی طرح بدوں محدثین کے حدیث کا علم دشوار ہے تو یہ بھی حضورؐ کے متبع نہ ہوئے بلکہ ان وسائط کے متبع ہوئے اور اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ محض فہم حدیث و فہم لغت قرآن میں واسطہ ہیں ان

کے ذریعہ سے ہم صرف مراد رسول کو معلوم کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں تو بعینہ یہی جواب مقلدین کی طرف سے ہے کہ ہم بھی فقہاء کو محض فہم مراد رسول اللہ کا واسطہ بناتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں رہا یہ اشکال کہ مقلدین فقہاء کے قول سے رسول کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اگر ایک حدیث کو چھوڑتے ہیں تو کسی دوسری حدیث یا آیت پر عمل کرتے ہیں اور غیر مقلد بھی ساری احادیث پر عمل نہیں کرتے وہ بھی بہت سی احادیث کو کبھی منسوخ کہہ کر کبھی ضعیف بتا کر چھوڑ دیتے ہیں تو فقہاء نے ایسا کیا تو ناگوار کیوں ہے جیسا تم کو کسی حدیث کے ضعیف کہہ دینے کا حق ہے فقہاء کو بھی حق ہے جیسا تمہارے پاس حدیث کے صحیح و ضعیف ہونے کا معیار و قاعدہ ہے فقہا کے پاس بھی اس کا معیار و قاعدہ ہے اور اس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ تمہارے ہی قواعد صحیح ہیں ان کے صحیح نہیں اگر قرآن و حدیث سے تم ان قواعد کو ثابت کر سکو تو ہمت کر کے بیان کرو۔ ولن تفعلوا ذلك ابداً

(الارتیاب والاغتیاب ص ۲۹، ۳۰، ۳۱)

معالجات شیخ کا حدیث سے ثابت کرنا ضروری نہیں

فرمایا معالجات میں صرف اس کی ضرورت ہے کہ شریعت میں اس کی ممانعت نہ ہو صراحۃً مذکور ہونا شرط نہیں ورنہ زکام میں بنفشہ اور گاؤزبان کا پینا بھی جائز نہ ہوگا کیونکہ حدیث میں اس کا کہاں ذکر ہے تو جو شخص ہر معالجہ کے لئے شیخ سے حدیث کا مطالبہ کرے گا۔ وہ کبھی تندرست نہیں ہو سکتا چنانچہ ایک مدعی عامل بالحدیث نے مجھے خط لکھا کہ میں طریق باطن حاصل کرنا چاہتا ہوں کیا آپ مجھ کو طریق کی تعلیم کر سکتے ہیں مگر میں تقلید کا منکر ہوں میں نے جواب میں لکھا کہ یہ بتلاؤ کہ طریق کے متعلق میں جو کچھ بتلاؤں گا اس

میں میری بھی تقلید کرو گے یا نہیں اس کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا اگر یہ لکھتا کہ ہاں تقلید کروں گا تو اس پر یہ اشکال واقع ہوتا تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے تو انکار اور ایک مقلد حنفی کی تقلید کا اقرار اور اگر یہ لکھتا کہ تقلید نہ کروں گا تو میں جواب دیتا کہ اس حالت میں طریق کی تعلیم نہیں ہو سکتی کئی مہینوں کے بعد ان صاحب کا خط آیا کہ تم یہ سوال مجھ سے نہ کرو ہم طریق کی تعلیم کرو میں ہنسنے لگا اور احباب سے کہا کہ اگر یہ شخص مجھ سے پوچھتا تو میں خود اس کو بتلا دیتا کہ تم یہ لکھو کہ ہاں تقلید کروں گا اور اس پر جو یہ اشکال ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے تو انکار ہے اور ایک مقلد کی تقریر کا اقرار ہے اس کا جواب یہ تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید تو احکام میں کی جاتی ہے اور شیخ طریق کی تقلید معالجات اور امور انتظامیہ میں کی جاتی ہے اور اس تقلید کے جواز میں اختلاف نہیں بزرگوں کی جوتیوں کی برکت سے ہم خود اپنے لاجواب ہونے کی ترکیب بتلا دیتے ہیں بشرطیکہ مخاطب طالب ہو۔

(الارتیاب ص ۱۳، ۱۴)

حضرت شاہ اسماعیل دہلویؒ پکے حنفی تھے

فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ صحبت کے لئے اس شخص کو اختیار کرو جو محدث بھی ہو اور فقیہ بھی ہو اور صوفی بھی اعتدال اسی سے ہوتا ہے یہ قول ان کا قول جمیل میں ہے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا خاندان ماشاء اللہ ان اوصاف کا جامع ہے جن میں مولانا اسماعیل صاحبؒ بھی ہیں بعض لوگ مولانا کو غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے میرے ایک استاد بیان فرماتے تھے کہ دو سید صاحب کے قافلہ کے ایک شخص سے ملے ان سے پوچھا تھا کہ مولانا غیر مقلد تھے انہوں نے کہا یہ تو ہم کو معلوم نہیں لیکن سید

صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں اس سے سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہو سکتا ہے ایک حکایت اور فرمائی سند یاد نہیں کسی نے مولانا سے مسئلہ پوچھا فرمایا امام صاحب کے نزدیک یوں ہے اس نے کہا آپ اپنی تحقیق فرمایئے فرمایا میں کیا کر سکتا ہوں امام صاحب کے سامنے مولانا کے غیر مقلد مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا نے بعض جاہل غالی مقلدین کے مقابلہ میں بعض مسائل خاص عنوان سے تعبیر کرائے اور ایک بار ان کے مقابلہ میں آمین زور سے کہہ دی کیونکہ غلو اس وقت ایسا تھا۔ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نے زور سے آمین کہہ دی تھی تو اس کو مسجد کے اونچے فرش پر سے گرا دیا تھا مولانا کو اس پر بہت جوش ہوا اس کتاب میں ہے کہ آپ نے بیس مرتبہ آمین کہی شاہ عبدالعزیز صاحب سے لوگوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ ان کو سمجھایئے فرمایا وہ خود عالم ہیں اور تیز ہیں کہنے سے ضد بڑھ جائے گی خاموش رہو۔ مولانا نے ایک رسالہ بھی رفع یدین کے اثبات میں لکھا ہے لیکن غیر مقلد ہرگز نہ تھے ایک حکایت مولوی فخر الحسن صاحب بیان کرتے تھے اس سے بھی مولانا کے حنفی ہونے کی تائید ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مولانا کے ایک بیٹے محمد عمر نامی مجذوب تھے اور بہت بھولے لیکن بہت ذہین چنانچہ ایک شخص ان کے سامنے کنز لے گیا کہ اس کا سبق پڑھا دیجئے کہا میں نے یہ کتاب کبھی دیکھی نہیں مگر جب وہ طالب علم پڑھنے بیٹھا تو بہت اچھی طرح سے پڑھا دی حتی کہ تھوڑا پڑھ کر اس نے کتاب بند کی تو کہا بھائی دس ورق تو پڑھوا اور بھولے ایسے تھے کہ ایک بار مولوی محبوب علی صاحب کے وعظ میں پہنچے مجمع بہت تھا مگر واعظ صاحب کی آواز پست تھی ان کو آواز نہ آئی تو گھر لوٹ کر گئے اور کہا کہ دعا کریں گے کہ اس واعظ کی آواز بڑھ جاوے اور دعا مانگی پھر فوراً آدمی بھیجا دیکھنے کے لئے کہ بتلاؤ آواز

کچھ بڑھی یا نہیں۔ یہ صاحبزادے ایک دفعہ جامع مسجد کے حوض کے پاس کو گذرے وہاں غیر مقلدین میں مذاکرہ حدیث ہو رہا تھا یہ بھی بیٹھ گئے ہمراہیوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ غیر مقلد ہیں فرمایا بلا سے حدیث رسولؐ کا تو بیان ہو رہا ہے بیان کرنے والے نے ایک مقام میں امام صاحب پر کچھ طعن کیا انہوں نے ایک دھول رسید کی اور کہا چلو یہاں بے ایمان ہیں ان کی وجاہت بہت تھی کوئی بول نہ سکا۔ سو اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا غیر مقلد نہ تھے اگر غیر مقلد ہوتے تو ان کا بیٹا ایسا کیوں ہوتا واللہ اعلم

(حسن العزیز جلد چہارم ص ۶۵۸)

بیس رکعت تراویح کی ایک عامی دلیل

فرمایا کہ ایک شخص دہلی کے نئے مجتہدین سے آٹھ تراویح سن کر مولانا شیخ محمد صاحب کے پاس آئے تھے انہیں تردد تھا کہ آٹھ یا بیس یہ نئے مجتہد اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں کیوں صاحب حدیث میں بیس بھی تو آئی ہیں ان پر کیوں نہ عمل کیا کہ ان کے ضمن میں آٹھ پر بھی عمل ہو جاتا بات کیا ہے کہ نفس کو سہولت تو آٹھ ہی میں ہے بیس کیونکر پڑھیں اصل یہ ہے کہ جو کچھ ان کے جی میں آتا ہے کرتے ہیں اور شاذ اور ضعیف حدیث کو بھی سہارا بنا لیتے ہیں۔

قاری عبدالرحمٰن صاحب ان کے غلاۃ (غلو کرنے والے) کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ یہ بیشک عامل بالحدیث ہیں لیکن الف لام الحدیث میں عوض مضاف الیہ کے ہے اور وہ مضاف الیہ نفس ہے یعنی عامل حدیث النفس تو واقعی یہ لوگ حدیث نفس کے عامل ہیں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل نہیں یہ لوگ اپنے نفس کے موافق احادیث تلاش کیا کرتے ہیں جیسے کسی کی حکایت مشہور ہے کہ اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں قرآن کا کونسا حکم سب

سے زیادہ پسند ہے کہا ربنا انزل علینا مآئدۃ من السمآء (ترجمہ۔ اے رب ہم پر آسمان سے مائدہ یعنی خوان نازل فرما) تو اسی طرح انہوں نے بھی تراویح کی تمام احادیث میں سے صرف آٹھ رکعت والی حدیث پسند کی حالانکہ بیس بھی آئیں ہیں اور وتر کی تمام احادیث میں سے ایک رکعت والی حدیث پسند کی حالانکہ تین رکعتیں بھی آئیں ہیں پانچ بھی آئی ہیں سات بھی آئی ہیں خیر وہ بے چارے ان کے بھکانے سے تردد میں پڑ گئے مولانا سے پوچھا مولانا نے فرمایا کہ بھئی سنو اگر محکمہ مال سے اطلاع آئے کہ مالگذاری داخل کرو اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے تم نے ایک نمبردار سے پوچھا کہ میرے ذمہ کتنی مال گذاری ہے اس نے کہا آٹھ روپے پھر تم نے دوسرے نمبردار سے پوچھا اس نے کہا بارہ روپے اس سے تردد بڑھا تم نے تیسرے سے پوچھا اس نے کہا بیس روپیہ تو اب بتاؤ تمہیں کچہری کتنی رقم لے کر جانا چاہیے انہوں نے کہا صاحب بیس روپے لے کر جانا چاہئے اگر اتنی ہوئی تو کسی سے مانگنا نہ پڑے گی اور اگر کم ہوئی تو رقم بچ رہے گی اور اگر میں رقم کم لے کر گیا اور وہاں ہوئی زیادہ تو کس سے مانگتا پھروں گا۔ مولانا نے فرمایا بس خوب سمجھ لو۔ اگر وہاں بیس رکعتیں طلب کی گئیں اور ہیں تمہارے پاس آٹھ تو کہاں سے لا کر دو گے اور اگر بیس ہیں اور طلب کم کی ہے تو بچ رہیں گی اور تمہارے کام آئیں گی کہنے لگے ٹھیک ہے سمجھ میں آگیا اب میں ہمیشہ بیس رکعتیں پڑھا کروں گا بس تسلی ہو گئی سبحان اللہ کیا طرز ہے سمجھانے کا حقیقت میں یہ لوگ حکماء امت ہوتے ہیں ایک اور عامی شخص نے مولانا سے پوچھا تھا کہ ولا الضالین ہے کہ ولا الظالین پوچھا قرآن میں لکھا کیا ہے اس نے کہا قرآن میں تو ولاالضالین لکھا ہے آپ نے فرمایا بس جو قرآن میں لکھا ہے وہی ٹھیک ہے واقعی ایسے عامی کو اس سے زیادہ سمجھانے کا اس سے بہتر کیا طریقہ ہو گا۔ (روح القیام ص ۶۰، ۶۱)

اصل نماز میں ترک رفع یدین ہے

فرمایا مسلم کی حدیث مالی اراکم رافعی ایدیکم میں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ اس سے رفع یدین سلام میں مراد ہے اور یہ حنفیہ کو زیادہ مفید ہے کیونکہ حالت سلام میں من وجہ داخل اور من وجہ خارج ہے اور علت آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسکنوا فی الصلوۃ اور جس علت کو شارع خود فرمائیں وہ قطعی ہوتی ہے تو گویا جو حالت من وجہ داخل من وجہ خارج ہے اس سے رفع یدین بوجہ منافی سکون ہونے کے ناجائز ہے اور جو رفع یدین وسط صلوٰۃ میں ہو وہ بالطریق اولیٰ حالت صلوٰۃ کے خلاف ہوگی اور اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصل نماز میں ترک رفع یدین ہے اور رفع جو ہوا تو عارض کی وجہ سے مثلاً تعلیم اصم وغیرہ۔

(الکلام الحسن جلد دوم ملفوظ ۲۲۳)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حنفی تھے اور حضورؐ نے انہیں تقلید پر مجبور کیا

فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ مجھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں پر مجبور فرمایا اور میرا جی نہ چاہتا تھا اول تو مذاہب اربعہ سے خارج ہونے سے منع فرمایا دوسرے یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صحابہ رضی اللہ عنھم سے افضل جاننے کو جی چاہتا تھا اس سے روکا اور افضلیت شیخین رضی اللہ عنھما پر مجبور کر لیا اور ترک اسباب مری اصلی خواہش تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبت الاسباب پر مجبور فرمایا اس اسباب

ظاہرہ کو اختیار کرنا سنت ہے۔

(امثال عبرت حصہ دوم ص ۵۲ قصص الاکابر ص ۱۳)

یہ بھی فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ محض مقلد نہ تھے محقق مقلد تھے۔

قربانی اور اہل حدیث

اسلام کا امتیازی نشان:

قربانی کا وجود اگر چہ ہر امت میں ثابت ہے مگر تمام روئے زمین پر قربانی کرنا اسلام کا امتیازی نشان ہے یہود صرف بیکل یروشلم میں قربانی کے قائل ہیں عیسائی کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر مر جانا ہی ہم سب کی طرف سے قربانی کا بدل ہے جب کہ قرآن پاک نے اس غلط افواہ کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر مرنا تو کجا صلیب پر چڑھنا ہی ثابت نہیں، رسول اقدس ﷺ نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی کسی بھی سال ترک نہیں فرمائی۔

گذشتہ صدی سے بعض لوگوں میں دین میں خودرائی کا مرض پیدا ہو گیا تو کئی اسلامی مسائل ان کا تختۂ مشق بنے چنانچہ قربانی کا مسئلہ بھی اس کی زد میں آ گیا، بعض منکرین حدیث نے قربانی کی مخالفت میں لکھا تو اہل سنت والجماعت نے ان کے ہر مغالطہ کا جواب دیا۔ ہمارے اہل حدیث حضرات کو بھی اس معرکہ میں فقہاء کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ فتاویٰ علمائے حدیث میں ائمہ اربعہ اور دیگر فقہاء کی عبارات سے قربانی کا ثبوت پیش کر کے مخالفین سے مطالبہ کرتے ہیں اگر اب بھی ان (منکرین قربانی) کو اپنے اس ادعاء پر ناز ہے تو پھر ہمیں بھی اپنے ان فقہاء کا پتہ دیں جو قربانی کے مشروع اور مسنون ہونے کے قائل نہیں کہ کون ہیں کتنے ہیں؟ سنی ہیں یا شیعہ......

هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين

لاؤ تو صحیح ذرا میں بھی دیکھ لوں کس کس کی مہر ہے سرمحضر لگی ہوئی

اللہ تعالیٰ سمجھ دے۔ نہ مانیں تو ائمہ اربعہ کو بھی جواب دے دیں ماننے پر آئیں تو شیعہ فقیہ بھی برہان بن جائے۔

فقہائے اسلام کا اجماع:

یہ بھی یاد رکھے کہ مذکورہ بالا فقہائے اسلام کا یہ اجماع واتفاق قربانی کے مشروع و مسنون ہونے پر خود ایک مستقل اور ناقابل انکار شہادت ہے کیونکہ ان فقہائے کرام کا زمانہ عہد نبوت ﷺ اور عہد صحابہؓ سے اتنا قریب تھا کہ وہ بڑی آسانی سے شرعی احکام ومسائل پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا طرز عمل معلوم کر سکتے تھے کہ تحقیق وتفحص کے تمام ذرائع موجود تھے۔ دیکھئے

ائمہ اربعہ کے زمانہ ولادت ووفات کا نقشہ یہ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ، ولادت ۸۰ھ، وفات ۱۵۰ھ، امام مالکؒ ولادت ۹۳ھ، وفات ۱۷۹ھ،

امام شافعیؒ ولادت ۱۵۰ھ، وفات ۲۰۴ھ، امام احمدؒ ولادت ۱۶۴ھ اور وفات ۲۴۱ھ۔ مثلاً امام مالکؒ نے اسی مسئلہ قربانی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث صرف دو راویوں کے واسطے سے نقل فرمائی ہے۔ یعنی مالکؒ نے ابن زبیرؒ مکی سے اور انہوں نے جابر بن عبد اللہؓ سے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے وہ حدیث سنی (مؤطا ص ۳۹۶)........ امام ابوحنیفہؒ امام مالک سے تیرہ برس بڑے تھے آپ کا مولد ومسکن شہر کوفہ رہا جو حضرت علیؓ کا دار الخلافہ تھا، امام ابوحنیفہؒ کی وفات اور حضرت علیؓ کی شہادت کے درمیان صرف چالیس برس کا فاصلہ ہے۔ امام موصوف کے زمانہ میں ایسے لوگ ہزار در ہزار موجود تھے جنہوں نے خلفائے راشدینؓ کا عہد اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور صحابہ کرامؓ کی صحبت پائی تھی۔

ایسے میں ان فقہاء کے بارے میں کوئی یہ تصور کرسکتا ہے کہ ان کو یہ معلوم کرنے میں کوئی مشکل آڑے آسکتی تھی کہ قربانی کا یہ طرز عمل کب سے اور کیسے رائج ہوا اور کس نے اسے رواج دیا۔

یہی حالت پہلی اور دوسری صدی ہجری کے تمام فقہاء کی ہے ان سب کا زمانہ عہد نبوت ﷺ اور عہد صحابہؓ سے اتنا قریب تھا کہ ان کے لئے سنت اور بدعت کے درمیان تفریق کرنا کوئی بڑا مشکل امر نہ تھا اور وہ آسانی کے ساتھ اس غلط فہمی کا شکار نہ ہو سکتے تھے کہ جو عمل سنت نہ ہوا سے سنت باور کر بیٹھیں۔

اُمت کا متواتر عمل:

قربانی کے مشروع ومسنون عمل ہونے پر اس شہادت کے علاوہ ایک اور اہم ترین شہادت امت مسلمہ کے متواتر عمل کی ہے رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ اور اس کی قربانی جس روز سے شروع فرمائی اس روز سے وہ امت مسلمہ میں عملاً رواج پا گئی اور اس تاریخ سے آج تک دنیا کے تمام اطراف واکناف میں مسلمان ہر سال مسلسل اس پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں اس کے چودہ سو سالہ تسلسل میں کبھی ایک سال کا انقطاع بھی واقع نہیں ہوا ہے۔ ہر نسل نے پہلی نسل سے اس کو سنت المسلمین کے طور پر لیا اور اپنے سے بعد والی نسل کی طرف اسے منتقل کیا ہے یہ ایک ایسا

متواتر عمل ہے۔ جس کی زنجیر ہمارے عہد سے رسول اللہ ﷺ کے عہد تک اس طرح مسلسل قائم ہے کہ اس کی ایک کڑی بھی کہیں سے غائب نہیں ہوئی، دراصل یہ ویسا ہی تواتر ہے۔ جس تواتر کے برتے ہم نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مانا ہے اور عرب کے دُرِ یتیم محمد بن عبداللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسول تسلیم کیا ہے کوئی فتنہ اگر اس تواتر کو بھی مشکوک قرار دینے کی ٹھان لے تو پھر اسلام میں کون سی چیز شک سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

مختصر یہ کہ قربانی کی اصل نوعیت یہ ہرگز نہیں کہ ہماری تاریخ کا کوئی دور ایسا گزرا ہو جس میں کسی معتقد فقیہ نے قربانی جیسی سنت مؤکدہ کو مشکوک ٹھہرایا (و **الحمد لله على ذلك**)

(فتاویٰ علماء حدیث، ص ۳۱، ج ۱۳)

مزید تحریر فرماتے ہیں: تحقیق گزیدہ حضرات نے انکار سنت کی راہ ہموار کرنے کیلئے اسلام کے ان مسائل واحکام میں بھی تشکیک پیدا کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ جن میں مسلمانوں کے درمیان ابتداء سے لے کر آج تک اتفاق موجود ہے گویا ان حضرات کے نزدیک دین کی اصل خدمت اور ملت اسلامیہ کی صحیح خیر خواہی بس یہ رہ گئی ہے کہ متفق علیہ مسائل کو بھی کسی نہ کسی طریقے سے اختلافی بنادیا جائے اور دین کا کوئی مسئلہ ایسا نہ چھوڑا جائے جس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہو کہ سب مسلمانوں کے نزدیک یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ **(فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۴، ج ۱۳)**

حضرات منکرین قربانی کو جو فہمائش کی گئی ہے بے شک برحق ہے لیکن اگر یہ حضرات خود اس قانون پر کار بند ہو جائیں تو امت کے کتنے اختلافات مٹ سکتے ہیں خود ان حضرات نے ہی تو یہ راستہ دکھایا، چنانچہ ذیل میں ہم ان چند مسائل کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں جن میں ان حضرات نے عملی متواترات سے انحراف کیا ہے۔

(۱) امت میں قرآن کے اوقاف عملاً قربانی کے عمل سے بہت زیادہ متواتر تھے لیکن ان حضرات نے قرآن پاک چھپوایا جس کا نام رکھا ''مسنون قرأت والا قرآن'' اور اس سے تمام اوقاف حذف کر دیئے۔

(۲) اسلام میں تقلید کا عمل پہلے دن سے آج تک متواتر ہے، مصنف ابن ابی شیبہ مصنف عبد الرزاق میں صحابہ وتابعین کے ہزار ہا فتاویٰ بلا ذکر دلیل درج ہیں لوگوں نے بلا مطالبہ دلیل ان پر

عمل کیا نہ فتویٰ دینے والوں کو ابلیس کہا گیا نہ عمل کرنے والوں کو مشرک کہا گیا، ان حضرات نے اس تواتر سے اعراض کیا۔

(۳) جمعۃ المبارک سے قبل دو اذانیں امت میں یقیناً قربانی کے عمل سے زیادہ متواتر ہیں مگر فتاویٰ ستاریہ میں پہلی اذان کو بدعت قرار دیا گیا۔

(۴) رمضان المبارک میں بیس تراویح پڑھنا امت میں یقیناً قربانی کے تواتر سے زیادہ متواتر مگر آج اسلام کیا ہم خدمت بیس رکعت تراویح کے خلاف چیلنج بازی کو ہی سمجھا جا رہا ہے۔

(۵) باریک جرابوں پر مسح ائمہ اربعہ میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں، یہ امت کے عملی تواتر کے خلاف ہے مگر یہ حضرات باریک جرابوں پر مسح کر کے اپنا وضو اور نمازیں خراب کر لیتے ہیں۔

(۶) جس طرح متعہ کے حرام ہونے پر امت کا اجماع ہے اسی طرح تین طلاقیں خواہ کسی طرح دی جائیں اس کے بعد بیوی کے حرام ہونے پر بھی ائمہ اربعہ کا اجماع ہے مگر ان حضرات نے تین کے ایک ہونے میں اجماع سے اختلاف کیا۔

(۷) امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں یہ استفاضہ (تواتر) سے ثابت ہے کہ آیت وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ لیکن یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت کافروں کیلئے ہے۔

(۸) ساری امت کا اتفاق ہے کہ سورۃ فاتحہ قرآن میں شامل ہے مگر ان کے عوام اس کا انکار کرتے ہیں۔

(۹) ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ مقتدی رکوع میں شامل ہو جائے تو اس کی وہ رکعت پوری شمار ہوتی ہے، مگر یہ حضرات اس رکعت کو شمار نہیں کرتے۔

(۱۰) پوری امت کا اتفاق ہے کہ قربانی کے حصہ داروں میں اگر ایک مرزائی ہو تو کسی کی قربانی جائز نہیں ہوگی مگر ان حضرات نے فتویٰ دے دیا اگر حصہ داروں میں مرزائی شریک ہو تو قربانی جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو فتاویٰ علماء حدیث ص ۸۹، ج ۱۳)

الغرض جو شکوہ غیر مقلدین کو منکرین حدیث سے ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے دلوں میں شکوک پیدا کرنے کو ہی عمل بالقرآن سمجھتے ہیں یہی شکوہ اہل سنت والجماعت کو غیر مقلدین سے ہے کہ جو مسائل اور احکام فقہاء اور عوام میں متواتر چلے آ رہے ہیں ان میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا نام عمل بالحدیث رکھا ہوا ہے قربانی کے جانور کے بارہ میں حدیث میں ''مسنۃ'' کا لفظ آیا

ہے اس کا کیا مطلب ہے، فتاویٰ نذیریہ میں ہے۔

''مسنۃ'' ہر جانور میں سے ثنی کو کہتے ہیں اور ثنی کہتے ہیں بکری میں سے جو ایک سال کی ہو دوسرا شروع، اور گائے بھینس میں سے جو دو سال کی ہو تیسرا شروع، اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو چھٹا شروع ہو۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۲۵۱ ج ۲۔ فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۴۴، ج ۱۳)

اس فتویٰ پر مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری اور میاں نذیر حسین کے علاوہ سات اور غیر مقلدین کے دستخط ہیں اور علامہ شوکانیؒ نے بھی یہی بیان کیا ہے۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ اب غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ''مسنۃ'' کا یہ معنی فقہاء نے بیان کیا ہے لغت میں اس کا معنی ہے دوندا یعنی جس کے دو دانت گر گئے ہوں۔

عرض یہ ہے کہ اگر آپ نے مسنۃ میں فقہاء کا بیان کردہ معنی چھوڑ کر لغت کا سہارا لیا ہے تو اگر کوئی شخص ''صلوٰۃ'' کا لغوی معنی دعا ہی لے یا حج کا لغوی معنی ارادہ کرنا ہی لے اور ارادے کو ہی ''حج'' سمجھے اور ''زکوٰۃ'' کا لغوی معنی پاکی ہی لے اور ان الفاظ کے شرعی معنی کا لحاظ کرے تو پھر آپ ان کو فقہاء کی طرف آنے کی دعوت کیونکر دیں گے ہم سمجھتے ہیں کہ ان کو غلط راستہ آپ ہی دکھا رہے ہیں کیونکہ اس مسئلہ میں تو آپ بھی فقہاء سے بگڑ گئے ہیں۔

قربانی کے دن:

اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ دس تاریخ کو ہی قربانی کرتے تھے اور اسی دن قربانی کرنے کا ثواب زیادہ ہے اور اس پر بھی امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید کے دن فرمایا کہ تین دن بعد قربانی کا گوشت گھر نہ رکھنا، یہ حدیث تقریباً سولہ (۱۶) صحابہؓ سے مروی ہے اور متواتر ہے اس حدیث سے جمہور امت نے یہی سمجھا کہ جب چوتھے دن گوشت کی ایک بوٹی رکھنے کی بھی اجازت نہیں تو پورا بکرا قربان کرنا کیسے جائز ہوگا معلوم ہوا قربانی کے تین ہی دن ہیں۔

(۱) مالک عن نافع عن عبد اللّٰہ بن عمر قال الاضحی یومان بعد یوم الاضحی (موطا ص ۴۹۷)

مالک اور نافع کی سنہری سند سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے قربانی کے تین دن ہیں۔ ۱۰، ۱۱، ۱۲۔

(۲) مالک انه بلیه عن علی بن طالب مثل ذلک موطا
(موطا ص ۴۹۷ وصلی فی المحلی ص ۳۲۰، ج ۷)

امام مالک فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی قربانی کے تین دن فرماتے تھے ابن حزم نے المحلی میں اس کی سند بیان کی ہے۔

منکرین حدیث نے اعتراض کیا تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ قربانی نہیں کرتے تھے اس کا جواب دیتے ہوئے حضرات غیر مقلدین لکھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول اور حضرت عمرؓ قربانی نہیں کرتے تھے اس کا جواب دیتے ہوئے حضرات غیر مقلدین لکھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول اور حضرت عمرؓ خلیفہ ثانی نے اپنی زندگی بھر عیدالاضحٰی کے موقع پر قربانی نہیں کی تھی تو وہ تین دن تک قربانی کے قائل کس لیے تھے۔
(فتاویٰ علمائے حدیث ص ۳۴، ج ۱۳)

اس فتویٰ میں صاف تسلیم کیا کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ تین دن قربانی کے قائل تھے۔

(۴، ۵، ۶، ۷) امام ابن حزم نے حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عمرؓ سے بھی قربانی کے تین ہی دن روایت کئے ہیں۔ (المحلی ص ۳۷۷، ج ۷)

ہمارے غیر مقلدین دوستوں کا شیوہ یہ ہے کہ معروف روایات پر جو تعامل جاری ہے اس کو مٹانے کیلئے منکر روایات کا سہارا لیا کرتے ہیں یہاں بھی یہی ہوا تین دن کی قربانی کی بنیاد مذکورہ متواتر روایت پر بھی، دور صحابہؓ میں تمام مراکز اسلام مکہ مکرمہ میں ابن عباسؓ، مدینہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، کوفہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ، بصرہ میں حضرت انسؓ اس پر فتویٰ دیتے تھے۔ کہیں بھی کسی نے منکر روایت کا سہارا لے کر اس فتویٰ کی مخالفت نہیں کی، مگر ہمارے غیر مقلدین حضرت اس لئے یہ ایک منکر حدیث لے اُڑے کہ:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں یعنی ان میں روزہ نہ رکھیں، یہ مضمون تقریباً چودہ صحابہؓ نے روایت فرمایا ہے اس کے خلاف حضرت جبیرؓ بن معطم کی روایت میں ایک راوی سلیمان بن موسیٰ الاشدق نے کھانے کی بجائے لفظ ذبح بیان کر دیا غیر مقلدین میں سے جو علم حدیث سے معمولی مناسبت بھی رکھتے ہیں وہ اس کو صحیح مانتے چنانچہ ان کے سابقہ مناظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۷۸، ج ۱۳) اور

سابق امیر جماعت اہل حدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی فرماتے ہیں اس کے ہر طریق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۶۹، ج ۱۳) اور دوسری جگہ تو غصے میں آپے سے باہر ہو کر فرماتے ہیں بعض کم فہم اور متعصب حضرات سارا زور جبیرؓ بن مطعم کی حدیث اور اس پر جوح میں صرف کر دیتے ہیں۔ حالانکہ جبیرؓ بن مطعم کی حدیث استدلال کی بنیا نہیں۔ (ص ۱۷۱، ج ۱۳)

الغرض چوتھے دن قربانی کرنا رسول اقدس ﷺ سے تو کجا کسی ایک صحابی سے بھی بسند صحیح ثابت نہیں، پھر تکبیرات تشریق تو ۹ تاریخ کو بھی کہی جاتی ہے تو ۹ تاریخ کو بھی قربانی کرنی چاہئے ہاں ان کے مناظر اعظم مولانا بشیر احمد سہوانی نے تو یہ رسالہ لکھا ہے ایام النحر من عاشر ذالحجہ الی ۱خر الشھر جس کا خلاصہ فتاویٰ علماء حدیث میں ص ۱۷۵، ج ۱۳ تا ص ۱۸۰، ج ۱۳ پر درج ہے کہ قربانی کے دن بیس یا اکیس میں جب تک محرم کا چاند نظر نہ آئے قربانی کر سکتا ہے ضد کی بات الگ ہے ورنہ ان کے مفتی صاحبان بھی چوتھے دن کی قربانی کو پسند نہیں فرماتے حتی کہ ان کے مفتی ابوالبرکات احمد صاحب فرماتے ہیں جس کو پہلے دن قربانی میسر ہ اور وہ نہ کرے اور وہ قربانی کو باندھ رکھے اس کا عمل حدیث کے خلاف ہے (فتاویٰ برکاتیہ ص ۲۵۵) اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جس طرح اول وقت نماز پڑھنا افضل ہے آخر وقت نماز پڑھنے کی عادت بنالیں تو نماز تو ہو جائے گی لیکن منافقانہ نماز ہوگی۔ (فتاویٰ علماء حدیث ص ۱۷۶، ج ۱۳)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ فرمائیں۔ آمین!

از افادات حضرت مولانا محمد امین اکاڑویؒ

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ

فقہ حنفی کے مجدّد

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے

فقہی مقام ومسلک پر ایک پُر مغز اور حقیقت آشکار تحریر

از

مولانا اختر امام عادل

سمستی پور، بہار، انڈیا

''حضرت الامام شاہ ولی اللہ الدہلویؒ'' تیرہویں صدی کی ان نابغۂ روزگار ہستیوں میں جنھوں نے ہندوستان کی اسلامی علمی تاریخ کو سب سے زیادہ متاثر کیا، آپ نے ایک نئے عہد اور نئے دور کی بنیاد ڈالی، اور ہندوستان کی اسلامی تاریخ کو نئی علمی اور عقلی بنیادوں پر تعمیر کیا، اسلامی ہند کے زوال سے لے کر سقوط تک بلکہ آج کی تاریخ تک جو کچھ علمی و دینی سرگرمیاں نظر آرہی ہیں سب اسی خانوادۂ ولی اللہی کا فیض ہے، جزاھم اللہ عنا احسن الجزاء۔

شاہ صاحب کی تجدیدی مسائل کا دائرہ بہت وسیع ہے، اور اس ایک شخص نے تنہا اتنے کام کیے ہیں کہ ان کو سمیٹنے اور مرتب کرنے کے لیے بھی مستقل ایک اکیڈمی کی ضرورت ہے۔

یوں تو شاہ صاحب کا ہر کارنامہ اپنی جگہ بہت اہم ہے، لیکن ان کے کارناموں میں بہت ہی اہم اور مشکل ترین کارنامہ فقہ و اجتہاد کے میدان میں ان کی تجدیدی مسائل کا ہے۔ شاہ صاحب جس دور میں پیدا ہوئے وہ تقلیدی اور فقہی تاریخ کے انتہائی انتشار اور زوال کا دور تھا، حالانکہ کچھ ہی دنوں قبل حضرت عالمگیر اورنگ زیب نے ایک مجلس فقہی قائم کر کے ''فتاوی ہندیہ'' (اور بالفاظ دیگر ''اسلامی ہند کے تحریری اسلامی دستور'') کی تدوین کرائی تھی، جس میں حضرت شاہ صاحب کے والد ماجد اور شیخ و مربی حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ بھی شریک رہ چکے تھے۔

(حیات ولی ص ۷۷، مرتبہ ابو محمد رحیم بخش)

شاہ صاحب کے عہد کے بعض حالات:

لیکن صدیوں کا علمی و فکری جمود ایک عالمگیر کی چند روزہ کوششوں سے نہیں ٹوٹ سکتا تھا، اس کو توڑنے کے لیے کسی عظیم مجدد کے تیشۂ تجدید کی ضرورت تھی، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی

نے اپنی کتاب ''تذکرۂ حضرت شاہ ولی اللہؒ'' میں اس دور کے بعض حالات کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کو پڑھ کر آج بھی احساسات میں جھرجھری پیدا ہو جاتی ہے۔ لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ پچھلی صدیوں میں بعض خاص حالات خصوصاً اسلام کے اصلی سرچشموں یعنی قرآن وحدیث کی تعلیم سے اسلامی مدارس جس حد تک بیگانے ہوتے چلے گئے، بتدریج یہ اختلاف بہت غلط صورت اختیار کرتا چلا جاتا تھا، خصوصاً ماوراء النہر (ترکستان وخراسان) کے حنفی فقہاء کا غلو اس باب میں آہستہ آہستہ بہت آگے بڑھ گیا تھا۔ اور ہندوستان میں وطن بنانے کے لیے اسلام جس راستہ سے آیا چونکہ وہ انہیں ممالک کا راستہ تھا، اس لیے قدرتاً ہندوستانی مسلمانوں کی ذہنیت ان ہی ممالک کے علماء کی ذہنیت سے متاثر تھی، پھر نادری اور ابدالی حملوں نے جب اس ملک میں روہیلوں کے جدید عنصر کا اضافہ کر دیا تو تشدد وتصلب کی یہ شرارت دو آتشہ ہو چکی تھی۔'' (ص ۲۳۱)

علامہ محسن بہاری اترہتی صاحب ''الیانع الجنی'' نے ان کا یہ نقشہ کھینچا ہے:

''وكانوا اشدَّ قوم عَصَبِيَّةً لِمَا يتخلونهُ من آراء فقهائهم رحمهم الله واشدّ الناسِ حموذا عليها''

یعنی جن فقہاء کی پیروی کو ان لوگوں نے اپنا مشرب اور مسلک قرار دیا تھا، ان کے معاملے میں اپنے اندر سخت تعصب رکھتے تھے اور اس پر شدت سے جمے رہتے تھے۔

کیدانی جیسی معمولی کتاب کی ایک فقہی روایت (یعنی چاہیے کہ تشہد میں اہل حدیث کے مانند شہادت کی انگلی نمازی نہ اٹھائے) کو صدیوں یہ اہمیت حاصل رہی کہ اگر اتفاقاً نماز میں کسی کی انگلی اٹھ گئی تو اسی وقت اس کی انگلی تراش دی جاتی تھی، علامہ رشید رضا مصری نے ''مغنی'' کے مقدمے میں اپنا یہ بیان درج کیا ہے کہ

''میں نے اپنے کان سے بعض افغانی طلبہ سے لاہور کی جامع مسجد میں جو ہندوستان میں واقع ہے، یہ سنا ہے میں نے دراصل ان سے یہ دریافت کیا تھا کہ (انگلی تراشنے کا قصہ) کیا صحیح ہے؟ اس کے جواب میں انھوں نے کہا، ہاں! اور اس کی توجیہ یہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور ترک سنت کی یہی سزا دی جاتی ہے۔''

تمباکو جیسی غیر منصوص چیز کی حرمت وحلت پر جو جھگڑا سنا جاتا ہے پچھلے چند سالوں تک یہ قصہ ختم نہیں ہوا تھا۔ بیچارے کونہ ملانے تمباکو کی حلت کا فتویٰ دے دیا تھا، پھر کیا تھا مختلف جرگوں کے

مجاہد دینی حمیت وغیرت کے نشہ میں چور اپنے ملانوں کے زیر کمان باضابطہ مسلح ہو کر کوٹہ ملا پر چڑھ دوڑے، راستہ میں اس دینی جہاد کی مہم پر جو رجز پڑھا جاتا تھا، میرے ایک دوست نے ہم سے یہ بیان کیا تھا کہ وہ یہ تھا:

''کوٹہ ملا کا پردی جو ساک شدہ ہم کا پرڑے''

''یعنی کوٹہ ملا کافر ہے اور جو اس کے ساتھ ہے وہ بھی کافر ہے''

میرے ایک اور سرحدی ہم سبق کہتے ہیں کہ تمباکو کی حرمت کے جو لوگ قائل تھے ان کا تشدد اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ جس کھیت میں تمباکو بویا جائے اس کھیت کے اطراف سے بیلوں پر غلہ لاد کر جو کوئی گذرے گا اس کا غلہ بھی حرام ہو جائے گا۔ (تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ، ص:۱۸۹)

الیانع الجنی کے مولف نے حضرت شاہ صاحب کے زمانہ کے حنفی روہیلوں کی 'متحفیت صلبہ' یا ''سنگین ملایانہ حنفیت'' کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے کہ:

''ان کا حال یہ تھا کہ جب ان کے کان میں کوئی ایسی بات پہونچتی جو ان کے اس تقلیدی امر کے خلاف ہوتی جسے کل وہ اچھا سمجھتے تھے تو خواہ کوئی ہوتا اس پر یہ چڑھ بیٹھتے، جس کے منہ سے ایسی مخالف بات نکلی ہوتی، غصہ سے اس کے مقابلے میں بھر جاتا، اس کی گردن کی رگیں پھول جاتیں، اس کے رخسارے سرخ ہو جاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ جھاؤ کی لکڑی کے انگارے ہیں۔'' (ص ۸۳)

ہندوستان میں رہ پڑنے کے بعد اگرچہ اب ان کی پچھلی نسلوں میں وہ کرختگی اور تصلب تو باقی نہیں رہا، لیکن جو ابتک ان ہی پتھریلے کوہستانوں میں رہتے ہیں ان کی دینی نحتی کا حال جیسا کہ سید رشید رضا مصری نے لکھا ہے وہی ہے، لکھتے ہیں:

''ان کی نحتیوں کی داستانوں میں ایک قصہ یہ ہے جو بعض افغانی حنفیوں کے متعلق سنا جاتا ہے کہ اس نے جماعت میں اپنے برابر والے کو دیکھا کہ وہ سورۂ فاتحہ (امام کے پیچھے) پڑھ رہا ہے، تو اس افغانی نے اس بیچارے فاتحہ پڑھنے والے کے سینے پر اس زور سے دو ہتڑ مارا کہ وہ بیچارہ پیٹھ کے بل زمین پر گر پڑا، اور قریب تھا کہ مر جاتا، اور مجھے یہ خبر ملی ہے کہ ایسے ہی ایک شخص نے تشہد کی انگلی نماز میں اٹھائی تو بعض افغانوں نے اس کی انگلی توڑ دی۔ (مقدمہ مغنی، ص ۱۶)

خود حضرت شاہ ولی اللہ (جنھوں نے رد شیعیت پر ازالۃ الخفا اور قرۃ العینین جیسی کتابیں

تحریر فرمائیں) بھی ان کے ناوک تعصب سے محفوظ نہ رہ سکے، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

"شخصے از والد ماجد مسئلہ تکفیر شیعی پرسید، آنحضرت اختلاف حنفیہ کہ دریں باب است، بیان کردند چوں مکرر پرسید ہماں شنید، شنیدم می گفت ایں شیعی است"

ترجمہ: یعنی ایک شخص نے والد ماجد سے شیعوں کی تکفیر کے متعلق سوال کیا، فقہاء حنفیہ کا اس باب میں جو اختلاف ہے والد ماجد نے اس کو بیان فرمایا۔ غریب "روہیلہ" پہلی دفعہ تو یہ سن کر چپ رہا اور پھر دہرا کر ذرا اصرار سے اپنے منشاء کو ظاہر کرتے ہوئے جب اس نے دوبارہ وہی بات پوچھی تو جواب میں پھر وہی سنا، دوسری دفعہ اس کا یہ سننا تھا کہ آگ بگولا ہوگیا، جن کو وہ قطعی کافر سمجھتا تھا ان کے کفر کے متعلق اختلاف سننا اور دوبارہ پوچھنے کے بعد بھی یہی سننا ناقابل برداشت ہوگیا، حضرت سے فتویٰ پوچھتے پوچھتے الٹ کر وہ خود مفتی بن بیٹھا، شاہ صاحب فرماتے ہیں، میں نے سنا وہ کہتا تھا کہ یہ (یعنی شاہ ولی اللہ) شیعی ہے۔ (تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ ص ۱۹۲)

حضرت شاہ صاحب نے "الانصاف" اور "حجۃ اللہ" میں اپنے دور کے فقہاء کی جو تصویر کشی کی ہے اس سے بھی اس دور کے فقہی جمود اور غالیانہ تعصب کا اندازہ ہوتا ہے، عربی عبارتوں سے مضمون کو گرانبار اور طویل کرنے کے بجائے ترجمہ و مفہوم پر اکتفا کرتا ہوں۔

"الانصاف" میں رقمطراز ہیں:

"اس زمانہ میں فقیہ اس شخص کا نام ہے، جو باتونی ہو، زور زور سے ایک جزے کو دوسرے جزے پر پٹکتا ہو، جو فقہاء کے اقوال قوی ہوں یا ضعیف سب کو یاد کرکے بغیر اس امتیاز کے کہ ان میں سے کس میں قوت ہے اور کس میں نہیں ہے وہ انہیں اپنے جبڑوں کے زور سے بیان کرتا ہے۔" (ص ۹۳)

اسی گروہ کے متعلق ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ:

"ان کی بے تمیزیوں اور جہالت کا حال یہ ہے کہ طویل وضخیم کتب فتاویٰ میں جتنے اقوال و مسائل ہیں سب کو امام ابوحنیفہ اور صاحبین کا قول سمجھتے ہیں، وہ ان اقوال میں یہ تمیز نہیں کرتے کہ فلاں قول ان ائمہ کا واقعی قول ہے اور فلاں قول ان کی رایوں اور فتووں کو سامنے رکھ کر بعد میں مستنبط کیا گیا ہے اور یہ جو ان کتابوں میں علی تخریج الکرخی کذا اور علی تخریج الطحاوی کذا کے الفاظ آیا کرتے ہیں، ان کو وہ گویا بے معنی سمجھتے ہیں، اسی طرح وہ

ابو حنیفة کذا (اور امام ابوحنیفہ نے یوں فرمایا ہے،اور جواب المسئلة علی مذهب ابی حنیفة کذا (امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق مسئلہ کا جواب یوں ہے) کے درمیان وہ کوئی فرق و امتیاز نہیں کرتے ،اور ابن الہمام وغیرہ محققین حنفیہ کا مسئلہ دوردہ اور مسئلہ شرط تیمم اور ایسے دوسرے مسائل کے بارے میں یہ فرمانا کہ دراصل یہ امام ابوحنیفہ کا قول نہیں ہے بلکہ بعد والوں کی تخریجات ہیں ان کے نزدیک بالکل نا قابل اعتناء ہے۔(ص ۸٦)

بلکہ بہت سے لوگوں نے تو عزت و دولت، یا عہدہ و منصب کے حصول کے لیے فقہ اور فتاوی کا شغل اختیار کر رکھا تھا۔

فاصبح الفقهاء بعد ما کانوا مطلوبین طالبین وبعد ان کانوا اعزة بالاعراض عن السلاطین اذلة بالاقبال علیهم (ص:۸۱)

"یعنی پھر یہ ہوا کہ یہ فقہاء پہلے مطلوب تھے اور اب طالب بن گئے ،اور سلاطین سے دور رہنے کے باعث جو عزت ان کو حاصل تھی ان سے تعلق کی بنا پر وہ جاتی رہی۔"

یہ حالات تھے جن میں شاہ صاحب نے اپنی فقہی اور اجتہادی خدمات کا آغاز کیا، اجتہاد کا مفہوم واضح کیا، اس کے لیے ضروری شرائط اور دائرہ کار کی تحدید فرمائی، قرآن و حدیث سے مسائل کے اخذ و استنباط پر روشنی ڈالی، تقلید کی حقیقت سے بحث کی اور اس کے بارے میں نقطۂ عدل پیش فرمایا، فقہاء کے اختلافات کے اسباب اور ان کی شرعی حیثیت کو منقح کیا، اور مختلف ابواب فقہیہ میں پیدا شدہ شدتوں کو کم کرنے کی سعی بلیغ فرمائی وغیرہ۔

ایسا نہیں تھا کہ شاہ صاحب نے اسلاف سے ہٹ کر کوئی نئی بات پیش فرمادی تھی ، باتیں وہی تھیں مگر تجزیہ و ترتیب نئی تھی، حقائق وہی تھے جو سابقہ فقہاء اور علماء نے بیان کیے تھے بس انھوں نے ان پر پڑے ہوئے پردے کو ہٹا دیا تھا، اسی لیے شاہ صاحب نے اس تعلق سے کوئی بات محض اپنے طور پر پیش نہیں کی ہے، بلکہ اس کو قرآن و حدیث اور تحقیقات سلف سے مبرہن کیا ہے، اور ایسے معقول، جدید ترین اور سائنٹفک انداز میں پیش کیا ہے کہ بڑے سے بڑے مدعیان علم و تحقیق کے لیے ان کا انکار کرنا مشکل ہے۔

شاہ صاحب کا فقہی مسلک اور مقام

شاہ صاحب کی فقہی خدمات پر نظر ڈالنے سے پہلے ضروری ہے کہ شاہ صاحب کے مسلک اور

مقام کو سمجھ لیا جائے، تا کہ ان کی خدمات اور کارناموں کی حقیقی نوعیت اور صحیح حیثیت کا تعین آسان ہو۔

حضرت شاہ صاحب کی شخصیت اس قدر ہمہ جہت اور آپ کی تحریرات اتنی متنوع ہیں کہ ان کے مسلک کا تعین حد درجہ پیچیدہ ہو گیا ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہندوستان کے مختلف اصحاب مسالک ان کو اپنا ہم نوا اور ہم مسلک ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور ہر ایک کی تائید میں کچھ نہ کچھ عبارات اور اقتباسات مل ہی جاتی ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں نے ''اتحاف النبلاء'' میں لکھا ہے:

''اگر وجود او در صدر اول در زمانہ ماضی می بود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ می شد۔

(ظفر المحصلین، ص ۵۸)

ترجمہ: اگر شاہ صاحب کا وجود گزشتہ زمانے میں صدر اول میں ہوتا تو مجتہدوں کے پیشوا اور سرتاج مانے جاتے اور امام الائمہ کا گرانقدر خطاب پاتے''

مشہور مورخ علامہ عبدالحئی لکھنوی نے بھی اپنی کتاب ''نزہۃ الخواطر'' میں شاہ صاحب کو ''امام الائمہ'' اور '' آخر المجتہدین'' قرار دیا ہے۔ (الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام، ج ۶، ص ۴۱۰)

اور بڑے بڑے معاصر اور اکابر کے خیالات شاہ صاحب کے مناقب میں پیش کیے ہیں۔

شاہ صاحب کے بارے میں مجتہد منتسب کی رائے

ان کے علاوہ اور بھی کئی حضرات نے شاہ صاحب کو مجتہد اور امام وغیرہ کے القاب سے یاد کیا ہے، اگر چہ اس تعبیر کا ہمارے عرف میں خاص اصطلاحی مجتہد کے ہم معنی ہونا ضروری نہیں، بلکہ ہر ایسے شخص کے لیے اس کا اطلاق کیا جاتا ہے، جو عہد ساز اور انقلابی کارنامہ انجام دے، اور جو علمی و فکری طور پر امت کے ایک بڑے طبقے پر اثر انداز ہو، مگر یہاں شاہ صاحب کو بعض حضرات نے فقہی اصطلاح میں بھی مجتہد تسلیم کیا ہے، اور ان کی خدمات علمیہ کو اسی نگاہ سے دیکھا ہے، شاہ صاحب کی شاہکار تصنیف ''المسوّی شرح الموطا'' دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، سے چھپی ہے، اس پر علماء کی ایک جماعت نے کام کیا ہے۔ ابتداء کتاب میں شاہ صاحب کی شخصیت اور کتاب کے تعارف پر مختصر تمہیدی تحریر ہے، اس میں شاہ صاحب کو مجتہد مطلق منتسب قرار دیا گیا ہے، البتہ اس انتساب کو کسی ایک مذہب سے جوڑنے کے بجائے مذہب حنفی اور شافعی دونوں سے جوڑا گیا ہے، اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے دائرۂ تدریس میں دونوں مذاہب شا

ازیں متعدد امور میں شاہ صاحب نے ائمہ مجتہدین کی فقہی آراء کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔

کان آیة من آیات الله تعالیٰ اماماً فی علوم الدین بلغ رتبة المجتهد المطلق المنتسب فی المذهب الحنفی والشافعی فکان یدرس المذهبین وکان یضاهی الائمة المستقلین بالاجتهاد فی بعض شؤونهم . (ص:۸)

اس تصور کی اصل بنیاد شاہ صاحب کی وہ عبارات ہیں ——— جن میں انھوں نے اپنے طرزِ فکر کو ان فقہاء و محدثین کے طرزِ فکر اور طریقۂ اجتہاد سے وابستہ کیا ہے اور اس کو اپنے لیے پسندیدہ راہِ عمل قرار دیا ہے، جنھوں نے ذخیرۂ احادیث اور اقوالِ فقہاء دونوں کو اپنے پیشِ نظر رکھا اور قرآن و حدیث کو اساس قرار دے کر اقوالِ فقہیہ کو ان پر پیش کیا۔ مثلاً ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اہل الحدیث اور اہل الرائے دونوں طبقات کے نقطہائے نظر اور طریقۂ کار پر مبسوط علمی تبصرہ کرنے کے بعد فیصلہ کن طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک معتدل اور محقق فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ دونوں نقطۂ نظر کے درمیان تطبیق کا راستہ اختیار کرے اور دونوں طرزِ فکر اور منہجِ استنباط سے استفادہ کرے۔

وانما کان الامر کذلک وجب علی الخائض فی الفقه ان یکون متضلعًا من کلا المشربین و متبحرا فی کلا المذهبین وکان احسن شعائر الملة ما اجمع علیه جمهور الرواة و حملة العلم وتطابق فیه الطریقتان جمیعا والله اعلم (حجۃ اللہ البالغہ ص:۱۳۷، مطبوعہ دیوبند)

''الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

بعد ملاحظۂ کتب مذاہب اربعہ و اصول فقہ ایشاں و احادیثے کہ متمسک ایشاں است قرار داد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہاء محدثین افتاد بعد ازاں شوق زیارت حرمین محترمین در سر افتاد۔ (الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف مشمولہ انفاس العارفین مطبع مجتبائی، ص ۲۰۳،۲۰۲)

ترجمہ: مذاہب اربعہ اور ان کے اصول فقہ کی کتابوں کے مطالعہ اور جن احادیث سے وہ استدلال کرتے ہیں ان پر غور و فکر کرنے کے بعد طبیعت کو فقہاء و محدثین کی روش پسندیدہ معلوم ہوئی، اس میں نور غیبی کی مدد بھی شامل تھی۔ اس کے بعد حرمین محترمین کی زیارت کا شوق دامن گیر ہوا۔

اپنے فارسی وصیت نامے میں تحریر فرماتے ہیں:

''در فروع پیروی علماء محدثین کہ جامع باشند میان فقہ و حدیث کردن و دائما تفریعات فقہیہ را بر کتاب و سنت عرض نمودن'' (ص ۲ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت، ج ۵، ص ۲۰۲)

ترجمہ: فروعی مسائل میں ایسے علماء محدثین کی پیروی کرنی چاہیے، جو فقہ وحدیث دونوں کے عالم ہوں اور مسائل فقہیہ کو ہمیشہ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کرنا چاہیے۔

آگے تحریر فرماتے ہیں:

"امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغناء حاصل نیست"(ص:۳)

ترجمہ: امت کے لیے قیاسی مسائل کا کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تقابل کرتے رہنا ضروری ہے، اس سے کبھی بے نیازی نہیں ہو سکتی۔

دوسری طرف شاہ صاحب نے "عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید" میں مجتہد مطلق منتسب کی تعریف، شرائط اور اس کے کاموں پر جو گفتگو کی ہے، اس کا حاصل گفتگو خود انہی کی زبان میں یہ ہے۔

وحاصل كل ذلك انه جامع بين علم الحديث والفقه المروى عن اصحابه واصول الفقه كحال كبار العلماء من الشافعية ... وحاصل صنيعهم علىٰ ما استقرينا من كلامهم ان تعرض المسائل المنقولة عن مالك و الشافعى وابى حنيفة والثورى وغيرهم رضى الله عنهم من المجتهدين المقبولة مذاهبهم وفتاواهم علىٰ موطا مالك والصحيحين ثم علىٰ احاديث الترمذى وابى داؤد فاىّ مسئلة وافقتها السنة نصًّا او اشارة اخذوا بها و عوّلوا عليها واى مسئلة خالفتها السنة مخالفة صريحة ردّها وتركوا العمل بها واى مسئلة اختلفت فيها الاحاديث والآثار اجتهدوا فى تطبيق بعضها ببعض . (ص ۳۰ مطبوعہ ترکی)

ترجمہ: ان سب کا حاصل یہ ہے کہ مجتہد مطلق منتسب علم حدیث، علم فقہ (جو کہ اصحاب فقہ سے منقول ہو) اور علم اصول فقہ کا جامع ہو، جیسا کہ اکابر علماء شافعیہ کا حال ہے...ان کے طرز عمل کا حاصل (ہمارے استقراء کے مطابق) یہ ہے کہ فقہاء (امام مالک، شافعی، ابوحنیفہ، ثوری وغیرہ مجتہدین جن کے مذاہب نے امت میں قبول عام حاصل کیا) سے منقول مسائل اور فتاویٰ کو موطا امام مالک، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ کی احادیث پر پیش کرے، جو مسئلہ حدیث کے موافق ہو صراحتاً یا اشارۃً، اس کو قبول کرے اور جو صراحتاً مخالف ہو اس کو رد کر دے اور اس پر عمل نہ کرے، اور جس مسئلے میں احادیث وآثار کا اختلاف ہو ان میں اجتہاد سے تطبیق دینے کی کوشش کرے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ سنن بیہقی، معالم السنن، اور شرح السنۃ للبغوی اس طرز تحقیق و اجتہاد کی بہترین مثالیں ہیں، پھر فرماتے ہیں:

فهذه طريقة المحققين من فقهاء المحدثين وقليل ماهم وهم غير الظاهرية من اهل الحديث الذين لا يقولون بالقياس ولا الاجماع وغير المتقدمين من اصحاب الحديث ممن لم يلتفتوا الى اقوال المجتهدين اصلاً ولكنهم اشبه الناس باصحاب الحديث لانهم صنعوا في اقوال المجتهدين ما صنع اولئك في مسائل الصحابه والتابعين. (ص ۳۰)

ترجمہ: یہ محققین فقہاء محدثین کا طریقہ ہے، مگر ان کی تعداد بہت کم ہے، یہ اہل حدیث کے اصحاب ظواہر نہیں ہیں، جو قیاس اور اجماع کے قائل نہیں اور نہ متقدمین محدثین کا طرز ان سے میل کھاتا ہے، جو مجتہدین کے اقوال کو قابل اعتناء ہی نہیں سمجھتے، البتہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ان کا رویہ محدثین سے قریب تر ہے، اس لیے کہ ان حضرات نے اقوال مجتہدین کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو ان حضرات محدثین نے صحابہ اور تابعین کے مسائل کے ساتھ کیا۔

غالباً انہی تحریرات کے آئینے میں شاہ صاحب کے بارے میں مذکورہ تصور قائم کیا گیا، چنانچہ مذکورہ تصور کے بعض حاملین نے شاہ صاحب کے مذکورہ طرز تحقیق کا حوالہ بھی دیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان حضرات کے نظریے کے پیچھے شاہ صاحب کی یہی تحریرات کارفرما ہیں، علامہ عبدالحئی لکھنوی رقمطراز ہیں:

وخاض في بحار المذاهب الاربعة واصول فقههم خوضاً بليغاً ونظر في الاحاديث التي هي متمسكاتهم في الاحكام وارتضىٰ من بينها بامداد النور الغيبىٰ طريق الفقهاء المحدثين. (الاعلام بمن فی تاریخ الہند من الاعلام، ج ۶، ص ۳۱۱، مطبوعہ دائرہ بریلی)

یعنی شاہ صاحب نے مذاہب اربعہ اور ان کے اصول فقہ کا گہرا مطالعہ کیا اور احکام سے متعلق ان کی مستدل احادیث کا جائزہ لیا اور نور غیبی کی مدد سے فقہاء محدثین کا طریق اختیار کیا۔

چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں:

والهمه الجمع بين الفقه والحديث (ج ۶، ص ۴۱۵)

ترجمہ: اللہ نے فقہ وحدیث کو جمع کرنے کی بات ان کے دل میں ڈالی۔

المسوی شرح الموطا پر کام کرنے والی جماعت نے شاہ صاحب کے مسلک پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے: مسلکہٗ ھو التوسط والاعتدال والجمع بین صحیح المنقول والمعقول و بین طریقۃ الفقھاء والمحدثین (کتب المسوی شرح الموطا ص ۸)

یعنی شاہ صاحب کا مسلک توسط اور اعتدال، منقول اور معقول، اور طریق فقہاء اور طریق محدثین کی جامعیت تھی۔

حیات ولی کے مصنف نے حضرت شاہ صاحب کے مسلک سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے، لیکن ایک مقام پر ایک خاص مناسبت سے شاہ صاحب کے مسلک کا ذکر آ گیا ہے تو وہی ''جزء اللطیف'' کی عبارت کے حوالے سے شاہ صاحب کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ

انجام کار غیبی کی تائید سے مجھے فقہا محدثین کی روش بھلی معلوم ہوئی اور انہیں کے مسلک کو میں نے اختیار کر لیا (حیات ولی ص ۳۳۲)

لیکن اس رائے کو تسلیم کرنے میں کئی مشکلات ہیں۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ اس طبقہ کے افراد تاریخ اسلامی میں بہت نادر الوجود ہیں۔ اس منصب کے اطلاق کے لیے فقہ واصول فقہ اور فتاوی کے میدان میں بے مثال اور وسیع خدمات کی ضرورت ہے، شاہ صاحب کی خدمات علمیہ کا دائرہ متنوع اور بے مثال سہی، اسی طرح ان کے یہاں جو شان تجدید اور عبقریت پائی جاتی ہے، اس کی انفرادیت اور امتیاز بھی مسلم ہے، لیکن اس کے باوجود خاص فقہ واصول فقہ اور فتاوی کے میدان میں شاہ صاحب کا کام انتہائی مختصر اور اصولی حیثیت کا ہے۔ وہ اتنا مفصل، وسیع اور عمیق نہیں ہے، کہ اس عظیم الشان منصب کا اطلاق اس پر ہو سکے شاہ صاحب کو اس عہدہ کی عظمت اور نزاکت کا پورا احساس ہے اور شاہ صاحب اس حقیقت سے بھی پوری طرح آشنا ہیں کہ اس مقام کا اطلاق بہت کم لوگوں پر ہو سکا ہے، شاہ صاحب نے مثال میں کبار علماء شافعیہ کا ذکر کیا ہے، اور پھر تحریر فرماتے ہیں:

وھم و ان کانوا کثیرین فی انفسھم لکنھم اقلون بالنظر الی المنازل الأخری

(عقد الجید ص: ۴۰)

ترجمہ: اس طبقہ کے افراد اگرچہ بطور خود بہت ہوں، لیکن دیگر امور پر نظر کی جائے تو ان کی تعداد بہت کم ہے۔

ایک اور مقام پر اس بحث کے آخر میں بیہقی اور بغوی جیسے فقہاء محدثین کا تذکرہ کرتے

ہوئے لکھتے ہیں۔ وقلیل ماھم (ص ۲۰) یعنی اس طرز فکر کے حامل اس سطح کے محققین فقہاء محدثین بہت کم یاب ہیں۔

شاہ صاحب کا بار بار یہ احساس دلانا اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ اس عہدہ کو بہت محتاط اور نازک محسوس کرتے ہیں اور اپنے بارے میں اس تعلق سے کسی استحقاق کا احساس نہیں رکھتے، ان کے یہاں خواہ مخواہ کا تکلف یا تواضع نہیں ہے۔ شاہ صاحب نے بڑی صفائی کے ساتھ اپنے بارے میں بھی اظہار خیال کیا ہے، اور اپنے کاموں کی حیثیت بھی واضح کی ہے، (جس کو بلا شبہ تحدیث نعمت ہی کہا جا سکتا ہے) چند نمونے ملاحظہ ہوں:

تفہیمات میں تحریر فرماتے ہیں:

☆ جب میرا دورۂ حکمت یعنی علم اسرار دین پورا ہو گیا، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت مجددیت پہنائی، پس میں نے اختلافی مسائل میں جمع وتطبیق کو معلوم کر لیا۔

☆ مجھے خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اس زمانہ کا مجدد، وصی، اور قطب ہوں، اگر خدا نے چاہا تو میری کوششوں سے مسلمانوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی۔ (بحوالہ ظفر المحصلین ص ۵۷)

"مجدد" کے منصب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شریعت کے قوانین کی توجیہ وتفسیر کتاب وسنت کے مطابق کرے، اور اس میں قیاس کو ہرگز داخل نہ ہونے دے، تعلیمات ونظریات کو پیش کرتے وقت صحابہ وتابعین کے اعمال وافعال کو سامنے رکھے۔

وصی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے ان قوانین کو جو بتاتے ہیں کہ حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور ان کے ارشادات کی روشنی میں ترتیب دے۔

قطب وہ ہے جو خدا کی مرضی کو موجودہ حالات وضروریات میں بنی نوع انسان پر ظاہر کر دے، چند اور اقتباسات ملاحظہ ہوں:

☆ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خاص احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مجھے اس آخری دور کا ناطق، حکیم، قائد اور زعیم بنایا (تفہیمات)

☆ میرے ذہن میں ڈالا گیا کہ میں لوگوں تک یہ حقیقت پہونچا دوں کہ یہ زمانہ تیرا زمانہ ہے اور یہ وقت تیرا وقت ہے، افسوس اس پر جو تیرے جھنڈے کے نیچے نہ ہو۔ (ایضا)

☆ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں، یعنی اللہ تعالیٰ جب خیر کے کسی نظام کا ارادہ فرماتے ہیں، تو اپنے اس ارادہ کی تکمیل کے لیے مجھے آلۂ کار بناتے ہیں۔ (فیوض الحرمین)

☆ حق تعالیٰ کا عظیم ترین انعام اس بندۂ ضعیف پر یہ ہے کہ اس کو خلعت فاتحیہ بخشا گیا ہے، اور اس آخری دور کا افتتاح اس سے کرایا گیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

☆ خداوند تعالیٰ نے ایک وقت میں میرے قلب میں میزان پیدا کردی، جس کی وجہ سے میں ہر اس اختلاف کا سبب جان لیتا ہوں جو امت محمدیہ میں واقع ہوا، اور اس کو بھی پہچان لیتا ہوں جو خدا اور اس کے رسول کے نزدیک حق ہے، اور خدا نے مجھے یہ بھی قدرت دی ہے کہ امر حق کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے اس طرح ثابت کردوں کہ اس میں کسی قسم کا شبہ اور اشکال باقی نہ رہے۔ (ایضاً، بحوالہ فکر المصلحین ص ۹۲)

ظاہر ہے کہ اتنی صاف گوئی اور حقیقت پسندی کے باوجود شاہ صاحب کا اپنے بارے میں اس فقیہانہ منصب کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرنا بلا وجہ نہیں ہے، اور واقعہ بھی ایسا ہی لگتا ہے کہ شاہ صاحب بہت کچھ تھے، وہ سب کچھ جس کا انھوں نے تحریرات میں ذکر کیا ہے، مگر خدمات اور ان کے نتائج کی روشنی میں مجتہد منتسب نہیں تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ شاہ صاحب سے ایک نئے علمی دور کا آغاز ہوا، نئی اساسیات وجود میں آئیں، نئی زبان اور نئی فکر تشکیل پائی، انھوں نے نئے عقلی دور کے مطابق کلام کیا، اور پوری ایک تاریخ اور ایک عہد کو جنم دیا، سب ہی کو اس کا اعتراف ہے، مگر وہیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شاہ صاحب نے کسی خاص مکتب فقہی کی بنیاد نہیں رکھی، نہ کسی امام کے اصول فقہیہ کو نیا رنگ و آہنگ دیا، اور نہ فقہی جزئیات و مسائل سے زیادہ تفصیلی طور پر بحث کی، انھوں نے تمام علوم رواصل زندگی کی طرح اس باب کے بھی صرف ان حصوں پر انگلی رکھی جہاں کمزوری کا احساس ہوا، اور اپنی قوت تجدید سے اس کی اصلاح کی کوشش کی، یہی وجہ ہے کہ ان کی فقہی آراء کو وہ قبول عام حاصل نہیں ہوا، جو ان کی انقلابی اور تجدیدی فکر کو ہوا، بلکہ فقہی طور پر ان کی شخصیت یک گونہ غیر واضح سی ہو کر رہ گئی، اگر وہ کسی مذہب کے مجتہد منتسب ہوتے تو ان کا فقہی رجحان بھی بہت واضح ہوتا، اور ان کی تحریرات و تصنیفات کا کوئی ایک رخ متعین ہوتا۔

حنفیت و شافعیت کی تخصیص کا جائزہ

علاوہ ازیں اگر ان کی مذکورہ شان اجتہاد کو تسلیم کرلیا جائے تو اس کا انتساب کس مذہب کی طرف کیا جائے یہ طے کرنا بھی آسان نہیں ہے، الفرقان پر کام کرنے والی جماعت علما، کا خیال ہے کہ یہ انتساب ایک مذہب کی طرف کرنے کے بجائے مذہب حنفی اور مذہب شافعی دونوں کی

طرف کیا جائے۔ (المسوی ص ۸)

ان دونوں مذاہب کی تخصیص کی بنیاد غالباً بخاری شریف کا وہ قلمی نسخہ ہے، جو خدا بخش لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہے۔ یہ نسخہ شاہ صاحب کے درس میں رہا ہے۔ اس میں آپ کے تلمیذ محمد بن پیر محمد بن شیخ ابوالفتح نے پڑھا ہے۔ تلمیذ موصوف نے درس بخاری کے ختم کی تاریخ ٦ رشوال ۱۱۵۹ھ لکھی ہے، اور جمنا کے قریب جامع فیروزی میں ختم ہونا لکھا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے اپنی سند امام بخاری تک تحریر فرما کر تلمیذ مذکور کے لیے سند اجازت لکھی ہے، اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات تحریر فرمائے:

"العمری نسباً، الدهلوی وطناً، الاشعری عقیدةً، الصوفی طریقةً، الحنفی عملاً والشافعی تدریساً، خادم التفسیر والحدیث والفقه والعربیة والکلام، ۲۳رشوال ۱۱۵۹ھ"

(بحوالہ ظفر المحصلین، ص ٦٣)

اس تحریر کے نیچے شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے یہ عبارت لکھی ہے کہ بیشک یہ تحریر بالا میرے والد محترم کے قلم کی لکھی ہوئی ہے، نیز شاہ عالم کی مہر بھی بطور تصدیق ثبت ہے۔

بلاشبہ یہ ایک مضبوط بنیاد ہے جس سے شاہ صاحب کا رجحان مذہب حنفی و شافعی کی طرف ثابت ہوتا ہے مگر اس کے علاوہ بعض کئی چیزیں ایسی بھی ہیں جن سے شاہ صاحب کا رجحان دوسرے مذاہب کی طرف محسوس ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبل کی طرف میلان

مثلاً شاہ صاحب جس خاص مشرب فقہی کے وکیل اور علمبردار نظر آتے ہیں وہ ہے "جمع بین الحدیث والفقه" جو شاہ صاحب کے نزدیک محققین فقہا محدثین کا طریقہ رہا ہے، متعدد تذکرہ نگاروں نے شاہ صاحب کے اس مشرب کا ذکر کیا ہے، اگر یہ درست ہے اور بلاشبہ درست ہے تو اس لحاظ سے شاہ صاحب امام احمد بن حنبل کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔

''حجۃ اللہ البالغہ'' کا ''باب الفرق بین اہل الحدیث واصحاب الرائے'' شروع سے آخر تک پڑھ جائیے، شاہ صاحب کا صریح رجحان ''اہل الحدیث'' کی طرف محسوس ہوگا، مگر ''اہل الحدیث'' سے مراد نہ غیر مقلدین ہیں اور نہ نرے محدثین، بلکہ ''اہل الحدیث'' سے مراد شاہ صاحب کے نزدیک محدثین فقہاء ہیں، جو فقہ کی بنیاد ترجیحی طور پر احادیث وآثار پر رکھتے ہیں، اور فقہی مجتہدات

اوراصول فقہ کوثانوی درجہ دیتے ہیں، یہ قیاس یا اجماع کے منکر نہیں ہیں، لیکن احادیث وآثار پر زیادہ زور صرف کرتے ہیں۔ شاہ صاحب کے نزدیک اس طبقہ کے سرخیل اور پوری جماعت میں سب سے عظیم المرتبت امام احمد بن حنبل ہیں، لکھتے ہیں:

وبالجملة فلما مهدوا الفقه على هذه القواعد فلم تكن مسئلة من المسائل التى تكلم فيها من قبلهم والتى وقعت فى زمانهم الا وجدوا فيها حديثاً مرفوعاً متصلاً او مرسلاً او موقوفاً صحيحًا او حسناً او صالحاً للاعتبار او وجدوا اثرًا من آثار الشيخين او سائر الخلفاء وقضاة الامصار وفقهاء البلدان او استنباط من عموم او ايماء او اقتضاء فيسّر الله لهم العمل بالسنة على هذا الوجه وكان اعظمهم شأناً و اوسعهم رواية واعرفهم للحديث مرتبة واعمقهم احمد بن محمد بن حنبل ثم اسحق بن راهويه (حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۵۰)

ترجمہ: خلاصہ یہ کہ جب ان حضرات نے فقہ کی بنیاد ان قواعد پر رکھی تو کوئی مسئلہ ایسا نہیں تھا جو ان کے دور میں پیش آیا ہو یا ان سے قبل زیر بحث رہا ہو مگر اس کے لیے کوئی مرفوع متصل یا مرسل، یا موقوف حدیث ضرور ان کے پیش نظر ہوتی، وہ صحیح ہو یا حسن، یا کم از کم لائق اعتبار ہو، حدیث نہ ملنے کی صورت میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم یا دیگر خلفاء یا قضاۃ، یا فقہاء کا کوئی اثر تلاش کرتے یا کم از کم کوئی فقہی استنباط (عموم نص، یا اشارۃ النص، یا اقتضاء النص کی روشنی میں) ہی ڈھونڈ ھتے، اس طرح اللہ نے ان کے لیے عمل بالسنۃ کو آسان کر دیا، اس طبقہ کے سب سے عظیم المرتبت، وسیع العلم، عالم حدیث، اور فقہی طور پر گہرے امام احمد بن حنبل ہیں، ان کے بعد امام اسحٰق بن راہویہ کا درجہ ہے۔

امام مالک کی طرف میلان

مصفّٰی شرح مؤطا کا مقدمہ پڑھیے تو شاہ صاحب امام مالک کی طرف مائل نظر آتے ہیں: اس مقدمہ کی روشنی میں شاہ صاحب کے نزدیک اجتہاد کا دروازہ بغیر مؤطا کی کلید کے نہیں کھل سکتا، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "میں اس میدان میں ایک طویل عرصہ تک حیران و پریشان رہا، اور راہِ اعتدال کا متلاشی رہا، اس کے لیے میں نے بہتوں سے مدد حاصل کرنے کی کوشش کی، پھر میں نے اللہ سے فریاد کی، کہ اے پروردگار اگر آپ مجھے ہدایت نہ دیں گے تو میں گمراہ ہو جاؤں،

گا، میں پوری یکسوئی کے ساتھ خالق کائنات کی طرف متوجہ ہوا، تو اللہ نے بذریعۂ الہام میری رہنمائی امام ہمام، حجۃ الاسلام امام مالک بن انس کی شاہکار کتاب ''موطا'' کی طرف فرمائی، اور اس طرح میرے دل کو قرار حاصل ہوا...... موطا کے مطالعہ کے بعد مجھے شرح صدر اور یقین ہو گیا کہ موطا روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب ہے۔ اسی طرح مجھے یہ ایقان بھی حاصل ہوا کہ آج کے دور میں فقہ واجتہاد کا راستہ صرف اسی شخص کے لیے کھل سکتا ہے جو موطا کو اپنے پیش نظر رکھے، اور اس کے مراسیل اور صحابہ و تابعین کے اقوال کے مآخذ پر غور کرے، پھر الفاظ کے مفاہیم کی تعیین اور دلائل کی تطبیق وغیرہ فقہا، مجتہدین کا طریق اختیار کرے۔ نیز امام شافعی کے تعقبات کو بھی سمجھنے کی کوشش کرے۔ (ص۲۹تا۲۷)

خود امام شافعی کے بارے میں بھی شاہ صاحب کا خیال یہ ہے کہ انھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد موطا پر رکھی ہے، ''الانصاف'' میں تحریر فرماتے ہیں:

فمن مادة مذهبه كتاب الموطأ وهو وإن كان متقدماً على الشافعي فإن الشافعي بنى عليه مذهبه. (ص ۲۵)

ترجمہ: ان کے مذہب کے مادہ میں موطا شامل ہے، موطا اگرچہ امام شافعی سے پہلے لکھی گئی، مگر انھوں نے اپنے مذہب کی بنیاد اس پر رکھی۔

زیادہ معتدل نقطۂ نظر

اس لیے شاہ صاحب کی کسی ایک تحریر کو بظاہر دیکھ کر ان کے مسلک کا فیصلہ کر دینا مناسب نہیں، شاہ صاحب کی پوری عملی زندگی، ان کے تجدیدی افکار و خیالات اور ان کی تصنیفات کی مختلف عبارتوں کو سامنے رکھتے ہوئے زیادہ معتدل رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ شاہ صاحب اصلا مسلک حنفی کے مقلد تھے، البتہ دیگر بہت سے ابواب کی طرح اس باب میں بھی آپ نے تجدیدی خدمات انجام دی ہیں، شاہ صاحب کے عہد کے حالات پر نظر ڈالنے سے مذہب حنفی کے مقلدین کے یہاں جو عملی یا فکری بے اعتدالیاں محسوس ہوتی ہیں، ان کا تقاضا تھا کہ کوئی مجدد پیدا ہو، اور ان بے اعتدالیوں کو دور کرے، شاہ صاحب اپنے دور کے بلاشبہ ایک عظیم مجدد تھے۔ انھوں نے زندگی کے تقریباً تمام ہی ضروری ابواب پر نظر ڈالی، اور اپنی قوت فکر اور عمل تجدید سے ان کو صحیح خطوط پر استوار کرنے کی کوشش کی۔ شاہ صاحب کے دور میں جو جمود، تعصب، تنگ نظری اور غالیانہ

تصورات پیدا ہو گئے تھے، ان کی بنا پر دیگر مذاہب کے مطالعہ وتحقیق بلکہ احترام کی روایت بھی ختم جاری تھی، لوگ مذہب حنفی کے مقلد تھے مگر اندھے مقلد، ان کو تقلیدی بصیرت، یا بصیرت مندانہ تقلید حاصل نہ تھی، شاہ صاحب نے اپنی کئی تحریرات اور پیغامات میں اس تعلق سے اپنے کرب کا اظہار کیا ہے، اور مذہب حنفی کے پیروکاروں کو مؤثر انداز میں متوجہ کیا ہے۔ شاہ صاحب نے محسوس کیا کہ اس جمود اور تنگ نظری کا سبب مطالعہ وتحقیق اور وسعت نظری کی کمی ہے۔ اگر اہل علم تمام مذاہب فقہیہ کا منصفانہ مطالعہ کریں اور ان کے بنیادی ماخذ تک پہونچنے کی کوشش کریں، تو مذاہب کے درمیان اس درجہ تفریق وامتیاز کا جو احساس پایا جاتا ہے اس میں کمی آئے، اور اسلاف باہم فکری ونظری اختلافات کے باوجود جس رواداری اور اکرام واحترام کا مظاہرہ فرماتے تھے، وہ روایت دوبارہ قائم ہو، شاہ صاحب نے اسی بنیاد پر فقہ وحدیث کا تطبیقی اور دیگر مذاہب کا تقابلی مطالعہ شروع کیا، تا کہ ایک طرف فقہ حنفی کے بنیادی ماخذ تک لوگوں کی نگاہ پہونچے، اور علماء فقہی روایات کو قرآن، حدیث اور آثار کی روشنی میں بصیرت مندانہ طور پر سمجھنے کی کوشش کریں، دوسری طرف دیگر مذاہب کے بارے میں جو ذہنی بُعد پایا جاتا ہے وہ دور ہو، کہ یہ تمام مذاہب جب حق ہیں، تو ان کے درمیان بیجا حساسیت مناسب نہیں۔

مذاہب کے مطالعہ کا ایک دوسرا فائدہ یہ ہے کہ فقہاء کے اختلافات کی اصلیت سمجھنے میں علماء کو مدد ملے، اور یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکے کہ یہ اختلاف ہمارے آپس کے اختلاف جیسا نہیں تھا، بلکہ ان کا اختلاف علم اور اخلاص پر مبنی تھا، اور یہ تمام اکابر فردی طور پر مختلف ہونے کے باوجود بنیادی طور پر باہم متفق تھے۔

نیز اس سے اس تاریخی حقیقت کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ بعد کے ادوار میں مذاہب اربعہ ہی کی تقلید کی خاص وجہ کیا ہوئی؟ اور ان کے ماسوا دیگر مذاہب کی تقلید کیوں جاری نہ رہ سکی؟ اس طرح شاہ صاحب نے ایک بصیرت مند محقق کی طرح مذاہب فقہیہ پر نظر ڈالی، یہ شاہ صاحب کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس کی مثال کم از کم اس دور میں نہیں ملتی۔ شاہ صاحب کا یہ کارنامہ بڑے دوررس اثرات کا حامل تھا، اگر شاہ صاحب اتنے تعمق اور توسع سے کام نہ لیتے تو فقہی روایات واقوال کی شرعی حیثیت میں جس درجہ غلو برتا جا رہا تھا قدرتی طور پر کسی ردعمل کے نتیجے میں پورا فقہی ذخیرہ بحیثیت مذہب اور قانون رد کر دیا جاتا، اس لیے کہ جن روایات واقوال کی اصلیت معلوم نہ ہو، اور قرآن وحدیث کے سرچشموں سے جو پوری طرح مربوط نہ ہوں تو محض ائمہ اور اسلاف کے نام پر

ان کی روایتی حیثیت بہت زیادہ دنوں تک باقی نہیں رکھی جا سکتی تھی۔

شاہ صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ ائمہ دراصل شارحین دین اسلام ہیں، اور ہم ان کی تقلید اسی حیثیت سے کرتے ہیں کہ یہ دین کی صحیح تشریح کرتے ہیں۔ ہم نہ ان کو صاحب شریعت یا صاحب وحی سمجھتے ہیں اور نہ ان کے بارے میں یہ تصور رکھتے ہیں کہ یہ معصوم ہیں اور ان سے غلطی کا امکان نہیں۔ یہ وہ بنیادی فکری اصلاحات ہیں جن پر شاہ صاحب نے پوری قوت کے ساتھ توجہ دی، اس کو بعض متعصب مقلدین نے عدم تقلید قرار دیا۔ کسی نے مذہب سے بغاوت یا خروج کا نام دیا۔ حالانکہ شاہ صاحب کی ان اصلاحات سے مذہب حنفی کو بالخصوص اور دیگر مذاہب کے مقلدین کو بالعموم جو فائدہ پہونچا وہ بڑے بڑے نام نہاد مقلدین سے بھی نہیں پہونچا، شاہ صاحب نے مذہب حنفی کی خدمت بصیرت کے ساتھ کی، جس کے بڑے دوررس نتائج سامنے آئے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی یہ تحریر بڑی بصیرت افروز اور مبنی برحقیقت ہے، لکھتے ہیں:

''حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے مجددانہ کارناموں میں ایک کارنامہ اور خدمت حدیث اور انتصار للسنۃ ہی کے سلسلۂ زریں کی ایک اہم کڑی ان کی فقہ و حدیث میں تطبیق کی اور پھر مذاہب اربعہ میں جمع و تالیف کی کوشش تھی، اسی سے اس بشارت نبوی کی تصدیق ہوتی ہے جس میں کہا گیا تھا کہ'' تم سے خدا اس امت کے شیرازہ بندی کے ایک خاص نوع کا کام لے گا'' ......

جہاں تک ہندوستان کے تحتی برِاعظم کا تعلق ہے اس میں اس طرز فکر اور جمع و تطبیق کی اس کوشش کا سراغ نہیں ملتا، اور اس کے تاریخی و علمی اسباب ہیں'' یہ تحتی براعظم شروع سے ان فاتحین اور بانیان سلطنت کے زیر نگیں رہا، جو یا ترکی النسل تھے یا افغانی النسل اور یہ دونوں قومیں تقریباً اپنے اسلام قبول کرنے کے زمانے سے مذہب حنفی کی حلقہ بگوش بلکہ اس کی حمایت اور نشر و اشاعت میں سرگرم اور پرجوش رہیں، یہاں اسلام کی تقریباً آٹھ سو سال کی تاریخ میں مذہب مالکی اور مذہب حنبلی کو تو قدم بھی رکھنے کا موقع نہیں ملا، شافعی مسلک سواحل تک محدود رہا، یا جنوبی ہند، مدراس اور شمالی کنارے (موجودہ کرناٹک) کے بعض حصوں بھٹکل وغیرہ اور کیرالا میں محدود رہا۔

ان میں بھی مالابار (قدیم بلاد المعبر) کو مستثنیٰ کر کے جہاں زیادہ تر شافعی مسلک کے داعیان اسلام، تجار، مشائخ اور فقیہ و عالم آئے، شیخ مخدوم فقیہ علی مہائمی (م ۸۳۵ھ) صاحب تفسیر تبصیر الرحمان اور تیسیر المنان، اور مالابار کے شیخ مخدوم اسماعیل فقیہ السکری الصدیقی (م ۹۳۹ھ) نیز

مخدوم شیخ زین الدین ملیباری (م ۹۲۸ھ) صاحب فتح المعین کے علاوہ ہمارے محدود علم میں اس پایہ کے شافعی فقیہ و محدث نہیں پیدا ہوئے...... جو ہندوستان (بالخصوص شمالی ہند کے) علمی حلقوں پر گہرا اثر ڈالتے اور علماء حنفیہ کو فقہ شافعی پر عمیق نظر ڈالتے اور اس سے استفادہ پر آمادہ کرتے، ہندوستان سے جو علماء اور طالبان علم حدیث و فقہ حجاز جاتے (جو ترکی سلطنت کے زیر انتظام تھا اور ترک ہر دور میں سو فیصدی سنی اور حنفی رہے ہیں) وہ بھی زیادہ تر اپنے ہی مذہب کے علماء اور خصوصیت کے ساتھ اپنے ہم وطن اساتذۂ فقہ و حدیث سے رابطہ رکھتے، جو وہاں ہندوستان یا افغانستان سے ہجرت کر کے چلے گئے تھے اور ان کے شاگردوں کا بڑا حلقہ تھا (مثلاً علامہ شیخ علی متقی برہان پوری صاحب کنز العمال، علامہ قطب الدین نہر والی، ملا علی قاری ہروی مکی، شیخ عبدالوہاب متقی اور شیخ محمد حیاۃ سندی وغیرہ)

ان تمام اسباب کی بنا پر شاہ صاحب کو فقہ شافعی کے اصول و قواعد، اس کی خصوصیات اور بعض مابہ الامتیاز چیزوں سے واقف ہونے کا پورا موقع ملا، اور اسی طرح فقہ مالکی اور فقہ حنبلی سے بھی باخبر ہونے کا وہ موقعہ ملا، جو علماء ہندوستان کو طویل عرصہ سے (تاریخی، جغرافیائی، سیاسی اور تمدنی اسباب کی بنا پر) میسر نہیں آیا تھا، اور اس طرح مذاہب اربعہ کا تقابلی مطالعہ (الفقہ المقارن) ان کے لیے ممکن اور آسان ہوا، جو ان علماء کے لیے دشوار تھا، جن کو یہ مواقع حاصل نہیں ہوئے تھے۔

(تاریخ دعوت و عزیمت، ج ۵، ص ۱۹۸ تا ۲۰۰)

اس موضوع پر حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے ''تذکرۂ حضرت شاہ ولی اللہ'' میں بڑا مبصرانہ کلام فرمایا ہے اور میرے خیال میں ان کے بعد کے اکثر انصاف پسند مصنفین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ مولانا گیلانیؒ نے عنوان قائم کیا ہے ''حضرت مجدد اعظم کی زندگی اور ان کے فکر و نظر کی تشریح و توضیح'' اس عنوان کے تحت ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

''اس میں شک نہیں کہ پچھلی صدیوں میں بعض خاص حالات خصوصاً اسلام کے اصلی سرچشموں یعنی قرآن و حدیث کی تعلیم سے اسلامی مدارس جس حد تک بیگانے ہوتے چلے گئے بتدریج یہ اختلاف بہت غلط صورت اختیار کرتا چلا جاتا تھا، خصوصاً ماوراء النہر (ترکستان و خراسان) کے حنفی فقہاء کا غلو اس باب میں آہستہ آہستہ بہت آگے بڑھ گیا تھا اور ہندوستان میں وطن بنانے کے لیے اسلام جس راستہ سے آیا چونکہ وہ انہی ممالک کا راستہ تھا اس لیے قدرتاً ہندوستانی مسلمانوں کی ذہنیت انہی ممالک کے علماء کی ذہنیت سے متاثر تھی۔

پھر جیسا کہ میں نے عرض کیا نادری اور ابدالی حملوں نے جب اس ملک میں روہیلوں کے جدید عنصر کا اضافہ کر دیا، تو تشدد و تعصب کی یہ شرارت دو آتشہ ہو چکی تھی......

شاہ صاحب نے بڑی دانشمندی اور گہرے مطالعے کے بعد فقہ اور اصول فقہ کی بنیادوں سے پردہ ہٹایا، ائمہ مجتہدین اور ان کے اجتہادات کا صحیح مقام تھا، اسے واضح فرمایا۔ بعضوں کو تو شاہ صاحب سے شکایت ہے کہ ہندوستان میں غیر مقلدیت کی ابتداء آپ ہی سے ہوئی، اور خود غیر مقلدوں کا طبقہ اس باب میں گونہ آپ کو اپنا پیشوا مانتا ہے، لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ اگر امت یا کم از کم ہندی مسلمانوں کے ہاتھ میں اس وقت وہ معلومات نہ ہوتیں، جنہیں شاہ ولی اللہ کی عرق ریزیوں نے وقف عام کیا ہے، تو سرزمین نجد اور نجد سے آگے بڑھ کر حجاز میں جو تحریک ''وہابیت'' کے نام سے چل پڑی تھی اور یورپ والوں نے اپنے خاص اغراض کے تحت اس تحریک اور اس تحریک کے چلانے والوں کو مختلف طریقوں سے اچھالنا شروع کیا تھا''

واقعہ یہ ہے کہ غلامی کے ان دنوں میں جن میں ایسے کم ہیں جو اپنی زبان سے اپنی بات ادا کرتے ہوں، اور اپنے دماغ سے اپنے خیالات سوچتے ہوں، بمشکل ہی سے غلام ہندوستان میں اس وقت کوئی حنفی نظر آتا، اس میں شک نہیں کہ اندرونی طور پر مغربی ردعمل و کید نے جو دام بچھایا تھا، اور ذم کی صورتوں میں اس تحریک کی مدح کا جو گیت مختلف لہجوں میں گایا جاتا تھا، جس کا افسانہ طویل ہے، اس میں کچھ بیچارے سادہ لوح ابتداء میں پھنس گئے، لیکن اہل علم کو معلوم ہے کہ شاہ ولی اللہ کے تحقیقی طرز عمل نے اس تحریک کو ہندوستان میں زیادہ پھیلنے پھولنے نہیں دیا۔

''ولی اللہی'' کتب فکر کے علماء کی کوششوں کا آج یہ نتیجہ ہے کہ "نسیء من صدر قلیل" کے سوا اب عمل بالحدیث۔ کے مدعیوں کی آبادیاں اپنے اندر اور کچھ نہیں رکھتیں۔

اس سلسلے میں حضرت کی کتابیں ''الانصاف'' ''عقد الجید'' ''حجۃ اللہ البالغۃ'' کے بعض ابواب ''تفہیمات الہیۃ'' کے بعض تفہیمات، ازالۃ الخفاء کی بعض مخفی چیزیں، اور سب سے زیادہ مؤطا کی شرحوں نے حدیث فہمی کا جو معیار پیش کیا ہے، اور فقہ وحدیث میں تطبیق کی جو راہیں اشاروں اشاروں میں شاہ صاحب نے اہل فہم کے سامنے کھولی ہیں، یہی بات یہ ہے کہ آج حقیت ''علی بصیرۃ من ربہ'' انہی بنیادوں پر قائم ہے۔

ایک بڑی دانشمندی شاہ صاحب نے یہ بھی فرمائی کہ حنفی فقہ کے ساتھ ساتھ آپ نے درسی طور پر شافعی فقہ کے مطالعہ کو بھی ضروری قرار دیا، اپنے مسلک کی تشریح میں ایک موقعہ پر اپنے کو

''الشافعی درسا'' جو فرمایا ہے اس کا یہی مطلب ہے، جو جانتے ہیں کہ فقہ حنفی اور فقہ مالکی کی حیثیت اسلامی قوانین کے سلسلے میں تعمیری فقہ کی ہے، اور شافعی و حنبلی فقہ کی زیادہ تر نوعیت ایک تنقیدی فقہ کی ہے، حنفیوں کی فقہ کو مشرق میں اور مالکیوں کی فقہ کو مغرب میں چونکہ عموماً حکومتوں کے دستور العمل کی حیثیت سے تقریباً ہزار سال سے زیادہ مدت تک استعمال کیا گیا، اس لیے قدرتاً ان دونوں مکاتب خیال کے علماء کی توجہ زیادہ تر جدید حوادث و جزئیات و تفریعات کے ادھیڑ بن میں مشغول رہی، بخلاف شوافع اور حنابلہ کے کہ بہ نسبت حکومت کے ان کا تعلق زیادہ تر تعلیم و تعلم، درس و تدریس اور تالیف و تصنیف سے رہا، اس لیے عموماً تحقیق و تنقید کا وقت ان کو زیادہ ملتا رہا، بہر حال یہ افسانہ تو دراز ہے، مجھے کہنا یہ ہے کہ فقہ اور اسلامی قوانین کا تعلق ان کے سرچشموں یعنی کتاب و سنت سے ہے۔ جو چاہتے ہیں کہ یہ تعلق مسلسل زیادہ تر و تازہ حالت میں رہے۔ ان کے لیے شاہ صاحب کا یہ طریقۂ عمل کہ شوافع اور حنابلہ کی فقہ اور ان کے ادبیات کا بھی مطالعہ جاری رکھیں، یہ بہت کچھ مفید ثابت ہوسکتا ہے، یا کم از کم حدیث کے درس میں خصوصیت کے ساتھ فقہاء امصار کے خلافیات اور ان کے وجوہ و دلائل کے بیان کرنے سے مسائل فقہ میں زندگی باقی رہتی ہے۔ ہر مذہب کا پیرو ان علل و اسباب سے واقف رہتا ہے جن کی روشنی میں اس کے امام نے اپنی رائے قائم فرمائی ہے۔ نیز چونکہ اس کے ساتھ دوسرے ائمہ مجتہدین کے دلائل و وجوہ بھی سامنے آتے رہتے ہیں۔ اسی لیے قدرتی طور پر جاہلی حمیت کا زہر ان میں پیدا نہیں ہونے پاتا۔ عقد الجید میں شاہ صاحب نے ائمہ مجتہدین کے قیاسی نتائج کے متعلق بجائے اس نظریہ کے کہ حق ان میں سے ایک ہی ہوسکتا ہے۔ اس خیال کو جو ترجیح دی کہ سب ہی حق پر ہیں، تو فروعی اختلافات کی اہمیت کے سارے قصہ ہی کو ختم فرمادیا ہے۔ اس باب میں شاہ صاحب کے مباحث قابل دید ہیں......

تصوف کے متعلق بھی بعض لوگوں کا خیال ہے کہ سب سے پہلے ہندوستان میں اس کے خلاف شاہ ولی اللہ ہی نے قلم بغاوت اٹھایا، حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے، آج جب کہ یورپ تحقیق و ریسرچ کے نام سے اسلامی چیزوں کو غیروں کی طرف شاطرانہ چابک دستیوں سے منسوب کرنے میں منہمک ہے، اگر شاہ ولی اللہ کی تحقیقی کتابیں اس وقت ہمارے پاس نہ ہوتیں تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس دجالی ہنگامہ میں تصوف کا اسلام سے دور کا بھی رشتہ باقی رہ سکتا تھا؟ (تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ، ص: ۲۳۱، ۲۳۵)

فقہی میدان میں تجدیدی خدمات

غرض شاہ صاحب اپنے عہد کے مجدد اعظم تھے، اور انھوں نے علم و عمل کے بہت سے ابواب کی طرح فقہ اور اصحاب فقہ کو بھی اپنا ہدف تجدید بنایا، رہا یہ کہ فقہ پر غیر معمولی کام دائرۂ تجدید میں داخل ہوگا یا دائرۂ اجتہاد میں؟ --- تو ظاہر ہے کہ جب تک انسان میں اجتہادی صلاحیت نہ ہو فقہ پر غیر معمولی عمل تجدید کر ہی نہیں سکتا، شاہ صاحب جزوی طور پر بہت سے مسائل میں اجتہاد سے کام لیتے تھے۔ اور اللہ نے ان کو اس صلاحیت سے نوازا تھا، اور جس عہد میں وہ پیدا ہوئے تھے اس عہد میں ان کے سوا کوئی نہیں تھا جو فقہ وحدیث پر اتنا عظیم الشان کام انجام دے سکے بعض مرتبہ شاہ صاحب کی طبیعت (ان کی بے پناہ صلاحیت کی بنا پر) تقلید سے ابا بھی کرتی تھی لیکن اشارۂ غیبی ان کو تقلید پر مجبور کرتا تھا، اور اس عہد کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ مجتہد بن کر نہیں بلکہ مقلد بن کر کام کریں، اور جس شخص کو اجتہادی قوت رکھنے کے باوجود بحیثیت مجتہد کام نہ کرنے دیا جائے، بلکہ کسی مذہب کے دائرے میں رہ کر کام کرنے کی تاکید کی جائے، اس کی خدمات کو بلاشبہ تجدیدی خدمات ہی کہا جائے گا نہ کہ اجتہادی خدمات۔

فقہی میدان میں تجدید کا تصور خود شاہ صاحب کے یہاں بھی ملتا ہے، "الانصاف" میں مسلک حنبلی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مسلک حنبلی کی ابتدائی صدیوں میں مجتہدین بکثرت پیدا ہوئے، بلکہ امام احمد کے اکثر اصحاب مجتہد مطلق کے مقام پر فائز تھے، اور ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جو تمام تر مجتہدات میں امام احمد کا مقلد ہو، بعد کی صدیوں میں ابن سریج پیدا ہوئے اور انھوں نے مسلک حنبلی کے مطابق تقلید وتخریج کے قواعد واصول مقرر کیے، پھر اکثر حنابلہ اسی راہ پر چل پڑے، ابن سریج کو ان کی غیر معمولی انقلابی خدمات کی بنا پر مجدد دین حنابلہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

حتیٰ نشأ ابن سریج فاسس قواعد التقليد والتخريج ثم جاء اصحابه يمشون في سبيله وينسجون على منواله ولذلك بعدّ من المجددين على رأس المأتين والله اعلم (الانصاف ص: ۲۴ مطبوعہ ترکی)

شاہ صاحب فقہ حنفی کے مجدد

اسی طرح شاہ صاحب خود اپنی اصطلاح کے مطابق اپنے عہد میں فقہاء حنفیہ کے مجدد تھے۔

ان کی انقلابی خدمات نے حنفیہ کو جو فائدہ پہنچایا اور اس مذہب کے فقہاء و علماء میں جو فقیہانہ بصیرت، وقتِ نظر اور وسعت مطالعہ پیدا ہوئی، اس کے پیش نظر شاہ صاحب بجا طور پر فقہ حنفی کے مجدد تھے، شاہ صاحب نے اپنی تحریرات میں کہیں تقلید سے خارج ہو کر کوئی بات نہیں کہی ہے، ان کے یہاں توسع ضرور ہے، مسلک حنفی کے بعض مسائل میں بصیرت مندانہ اختلاف بھی پایا جاتا ہے، مگر ایسا کہیں نہیں ہے کہ وہ اپنی کسی تحقیق میں دائرۂ تقلید ہی سے نکل گئے ہوں، اور ائمہ اربعہ میں سے کسی کے قول کو قابلِ اعتناء نہ سمجھا ہو۔

شاہ صاحب کو فقہ حنفی کی تقلید کا غیبی اشارہ:

شاہ صاحب جس عبقری شان اور اجتہادی صلاحیت کے مالک تھے، اس کے پیش نظر ممکن تھا کہ وہ تقلید سے آزاد ہو کر کام کرتے، لیکن اشارۂ غیبی اور الہام ربانی نے ان کو ہمیشہ اس سے باز رکھا۔

فیوض الحرمین میں شاہ صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ اپنی اس اندرونی کشمکش کا اظہار کیا ہے اور پھر اشارۂ غیبی کی روشنی میں وہ جس نتیجہ پر پہنچے اس کا تذکرہ کیا ہے، فرماتے ہیں:

استفدت منه صلى الله عليه وسلم ثلثة امور خلاف ما كان عندى و ما كانت طبعى تميل اليه اشد ميل فصارت هذه الاستفادة من براهين الحق تعالىٰ على احدها الوصاة بترك الالتفات الى التسبب و ثانيها الوصاة بالتقليد بهذه المذاهب الاربع لا اخرج منها والتوفيق ما استطعت وجبلتى تابى التقليد وتأنف منه رأساً و لكن شيء طلب منى التعبد به بخلاف نفسى وهٰهنا نكتة طويت ذكرها وقد تفطنت بسّر هذه الحيلة وهذه الوصاة (فیوض الحرمین)

ترجمہ: میں نے اپنے عندیہ اور اپنے شدید میلان طبع کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین امور میں استفادہ کیا تو یہ استفادہ میرے لیے برہان حق بن گیا، ان میں سے ایک تو اس بات کی وصیت تھی کہ میں اسباب کی طرف سے توجہ ہٹالوں، اور دوسری وصیت یہ تھی کہ میں ان مذاہب اربعہ کا اپنے آپ کو پابند کروں اور ان سے نہ نکلوں اور تابہ امکان تطبیق و توفیق کروں، لیکن یہ ایسی چیز تھی جو میری طبیعت کے خلاف مجھ سے بطور تعبد طلب کی گئی تھی اور یہاں ایک نکتہ ہے جس میں نے ذکر نہیں کیا ہے، اور الحمد للہ مجھے اس حیلہ اور اس وصیت کا راز معلوم ہو گیا ہے۔

پھر جب مذاہب اربعہ کی تحقیق و تفتیش کے بعد ترجیح کا وقت آیا اور اس کی جستجو کے لیے آپ

کی روح مضطرب ہوئی تو دربارِ رسالت سے اس طور پر رہنمائی کی گئی۔

عرفنی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان فی المذهب الحنفی طریقة انیقة هی اوفق الطرق بالسنة المعروفة التی جمعت و نقحت فی زمان البخاری واصحابه وذلك ان یؤخذ من اقوال الثلثة (ای الامام و صاحبیه) قول اقربهم بها فی المسئلة ثم بعد ذلك یتبع اختیارات الفقهاء الحنفیین الذین کانوا من علماء الحدیث فربّ شیء سکت عنه الثلثة فی الاصول وما یعرضوا نفیه ودلّت الاحادیث علیه فلیس بد من اثباته والکل مذهب حنفی (فیوض الحرمین بحوالہ تفرد الحصلین ص:۶۰،۶۱)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریق ہے جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانے میں ہوئی اور وہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد میں سے جس کا قول سنت معروفہ سے قریب تر ہو لے لیا جائے پھر اس کے بعد ان فقہاء حنفیہ کی پیروی کی جائے، جو فقیہ ہونے کے ساتھ حدیث کے بھی عالم تھے، کیونکہ بہت سے ایسے مسائل ہیں، کہ ائمہ ثلثہ نے اصول میں ان کے متعلق کچھ نہیں کہا اور نفی بھی نہیں کی، لیکن احادیث انہیں بتلا رہی ہیں، تو لازمی طور پر اس کو تسلیم کیا جائے اور یہ سب مذہب حنفی ہی ہے۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ شاہ صاحب مسلکاً حنفی اور ماضی قریب میں حنفیہ کے مجدد تھے، اس لیے آپ کے کاموں کو مجددانہ حیثیت ہی سے دیکھا جانا چاہیے، ان کی تنقیدات بغاوت یا خروج عن التقلید پر نہیں بلکہ اصلاح وتجدید پر مبنی ہیں، انھوں نے جو کچھ کیا پورے اخلاص اور درد کے ساتھ کیا۔ اس میں نہ کسی انتقامی ردعمل کا دخل تھا اور نہ مجتہدانہ ادعا کا، وہ بلاشبہ ایک مخلص محقق اور بصیرت مند حنفی تھے —— اگر آپ حنفی نہ ہوتے تو سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس کے اثرات آپ کے صاحبزادوں پر پڑتے، مگر شاہ صاحب کے تمام قابل فخر اور یکتائے روزگار صاحبزادے نہ صرف حنفی تھے بلکہ ان حضرات کی ساری زندگی اس مسلک کی خدمت وتحقیق میں گذری، بالخصوص حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے حدیث اور فقہ وفتاویٰ کے میدان میں جو نہج اختیار کیا، اور جو کارنامے انجام دیئے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ فجزاهم الله عنا احسن الجزاء۔

☆ ☆ ☆

(بشکریہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند مارچ اپریل 2002ء)

تلخیص واقتباس

ازفتوی

نظام الاسلام

مکمل فتوی تقریباً سوصفحات پر مشتمل ہے، اور اس میں نماز کے متعدد مسائل، تقلید، احناف کے مستدلات اور ائمہ اربعہ کے مذاہب سے متعلق پچیس سوالات کے مفصل جوابات، پچاسی علماء کے تصدیق کے ساتھ دیئے گئے ہیں، ہم نے اس کے چیدہ چیدہ مضامین سے اقتباس کرلیا ہے۔

تفصیل کیلئے حضرت مولانا منیر احمد صاحب کی کتاب ''شرعی فیصلے'' ملاحظہ فرمائیں۔

سوال .

اگر کوئی حدیث کہ جس پر عمل حضرت امام اعظم کا ہو، اور ان کے بعد ہزاروں محدثین اور فقہا اور علماء نے اس حدیث کو صحیح غیر منسوخ کہا ہو، اور اسی کے موافق عمل کرتے چلے آئے ہوں، اور فقہ کی کتاب میں بھی مندرج ہو، پھر اسی حدیث کو اور کسی محدث نے جو امام کا مقلد نہ ہو ضعیف کہا ہو، یا دوسری حدیث اس کے خلاف کسی حدیث کی کتاب میں ملے، تو اس حدیث میں کچھ شبہ یا خلل ہوگا یا نہیں؟ اور اس حدیث کے موافق عمل کرنے میں کچھ نقصان ہے یا نہیں؟

جواب:-

اس بات کا جواب موقوف ہے اس بات کے جاننے پر- کہ پہلے درمیان مجتہد اور فقیہ اور محدث کے فرق جانے- اور وہ فرق یہ ہے کہ مجتہد کا مرتبہ بلکہ فقیہ کا رتبہ زیادہ ہے اس سے جو صرف محدث ہے-

مجتہد:-

وہ شخص ہے جو سب آیاتِ احکامی کو، اور اس کے معانی، اور تفاسیر، اور تاویلات، اور شانِ نزولات، اور تمام اقسام اس کے، جیسا اصول کی کتابوں میں مفصل لکھا ہے خوب یاد رکھتا ہو، اور سب احادیثِ احکام، اور اس کی سند کی، اور سب راویوں کے احوال کی، اور معانی، اور مرادات، اور تاویلات کی، اچھی طرح تحقیقات کی ہوں، ، اور سب اقسام احادیث
احکام کو، جیسا کہ کتبِ احادیث کی شروح میں مذکور ہے، ہر حدیث کو مفصلاً جانتا ہو،

اور اسے یاد ہو، اور سب احکامِ اجماع کو بھی یاد رکھتا ہو۔ اور قوت تمام، اور استعداد کمال مسائل قیاسی کے نکالنے کی بھی رکھتا ہو۔

فقیہ:۔

اس کو کہتے ہیں۔ کہ۔ احکام شرعی عملی کو ان کی دلیل کے ساتھ جانتا ہو، یعنی ہر مسئلہ کو اس کی دلیل سے قرآن شریف یا حدیث پیغمبر ﷺ یا اجماع یا قیاس سے جانتا ہو۔ اور ہر ایک دلیل کے معنی اور مراد اور تاویل کی خوب تحقیق کی ہو۔

مُحَدِّث:۔

وہ شخص ہے کہ صرف احادیث کی عبارت کو جیسا سنا جمع کیا ہو معنی اور مراد اور محل اور تاویل اس کی جانتا ہو یا نہیں۔ اور احکام عملی کو دلیلوں سے جانے یا نہ جانے۔ جیسا کہ بہت سے محدثین کا یہی حال تھا۔

معیار صحتِ حدیث

پھر جب کسی مجتہد اور فقیہ نے جس حدیث کو صحیح کہا ہو تو اور کسی محدث کا اس کو ضعیف کہنا کچھ معتبر نہیں ہے۔ خصوصاً جیسے مجتہد امام اعظم جن کا زمانہ حضرت پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ سے بہت نزدیک تھا۔ اور وہ تابعین میں سے تھے۔ بہت سی حدیثیں انہوں نے صحابہ سے سنیں تھیں، اور بہت سی تابعین سے، جیسا کہ درمختار کے خطبہ میں ہے۔ سو انہوں نے جس حدیث کو صحیح غیر منسوخ کہا ہے، اور بعد ان کے

ہزاروں فقیہوں نے بھی جو اس حدیث کو تحقیق کیا، تو جیسا امام اعظم نے فرمایا تھا ویسا ہی پایا، تب انہوں نے بھی اپنی کتابوں میں درج کیا اور فقہ کے مسئلہ پر اس حدیث کو دلیل لائے تو اب اس حدیث کے صحیح غیر منسوخ ہونے میں کس طرح کا شک شبہ نہیں رہا۔ پھر ان کے بعد کوئی ایسے محدث جو امام سے بہت پیچھے تھے۔ اور درمیان ان کے اور حضرت پیغمبر خدا ﷺ کے آٹھ آٹھ دس دس واسطے راویوں کے بلکہ زیادہ گزرے۔ اور ان کا مرتبہ اجتہاد کا جیسا کہ امام اعظم کا تھا نہ تھا۔ بلکہ قریب بھی نہ تھا بلکہ ان کو فقاہت میں بھی ایسا کمال نہ تھا۔ جیسا کہ فقہائے حنفی کو علم فقہ میں تبحر تھا۔ اگر انہوں نے اپنے مذہب کی رعایت کی وجہ سے یا تعصب کے رو سے یا اپنی تحقیقات کے لحاظ سے یعنی جن راویوں کے واسطے سے ان کو وہ حدیث پہنچی وہ لوگ انکے نزدیک معتبر نہ تھے۔ اگر اس حدیث کو ضعیف کہا تو ایسے شخص کا ضعیف کہنا امام اعظم اور ہزاروں فقہاء کے صحیح کہنے کے مقابل میں انکے مقلد کے حق میں بلکہ ہر منصف کے نزدیک ہرگز قابل اعتماد کے اور لائق اعتبار کے نہیں ہے۔

عمل بالحدیث کا طریقہ

اور دوسری بات یہ ہے کہ جو حدیث فقہ کی معتبر کتاب میں ہے عمل کے باب میں زیادہ معتبر ہے اس حدیث سے جو حدیث کی کتاب میں ہے اس واسطے کہ فقہا نے التزام کیا ہے کہ جو حدیث صحیح اور غیر منسوخ ہے فقط اسی کو فقہ کی کتاب میں درج کر کے ہر مسئلہ پر دلیل لاتے ہیں اور جو حدیث ضعیف ہے اس کو اکثر تصریح کر دیا ہے کہ فلانی حدیث ضعیف ہے اور اگر کوئی حدیث ماؤل ہے تو اس کی تاویل کو دلیل کے

ساتھ بیان کیا ہے اور اگر منسوخ ہے تو اس کے منسوخیت کی وجہ کو لکھا ہے برخلاف محدثین کے کہ انہوں نے صرف اسی بات کا التزام کیا کہ جو حدیث کسی معتبر سے سنی اس کو اپنی کتاب میں جمع کیا پھر وہ اور کسی طرح سے ضعیف ہو یا ماؤل ہو یا منسوخ ہو یا نہ ہو جیسا کہ چھ کتابیں حدیث کی کہ صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں ان میں ان تینوں قسم کی حدیثیں بھری ہوئی ہیں چنانچہ شیخ عبد الحق دہلوی نے شرح مشکوۃ فارسی کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے اور امام ہمام نے فتح القدیر میں پکار کر بسم اللہ پڑھنے کے مسئلہ میں لکھا ہے پھر کوئی ایسی حدیث کہ جس پر امام اعظم مجتہد مقدم کا اور بہت سے مجتہدین اور محدثین اور فقہاء اور فضلا کا عمل ہو اور ان سب نے بالاتفاق اس کو صحیح غیر منسوخ لکھا ہو اور فقہ کی کتاب میں بھی وہ مندرج ہو۔ اگر کوئی محدث اس کو ضعیف لکھے یا دوسری حدیث اس کے مخالف کسی حدیث کی کتاب میں ملے۔ تو حنفی کے حق میں بلکہ ہر منصف کے نزدیک اس حدیث سابق میں کچھ خلل واقع نہ ہو گا۔ اور اس کے موافق عمل کرنے میں ہرگز نقصان نہیں۔

سوال

سوائے صحاح ستہ کے اور کتابیں حدیث کی مثل رزین، اور طحاوی، اور مسند امام ابو حنیفہ، اور موطا امام محمد، اور مستدرک حاکم، اور بیہقی، اور طبرانی، وغیرہ علمائے اہل سنت و جماعت اور محدثین کے نزدیک معتبر ہیں یا نہیں؟ اور صحاح ستہ میں حدیثیں

ضعیف اور معلول بھی ہیں یا نہیں؟

جواب:۔

اولاً جاننا چاہیے۔ کہ حضرت پیغمبر خدا ﷺ نے قرآن کے لکھنے اور جمع کرنے کو فرمایا تھا۔ پھر بہت سے اصحاب نے اپنی سمجھ اور یاد کے موافق قرآن شریف کو جمع کیا تھا۔ لیکن ترتیب و تقدیم و تاخیر میں اختلاف تھا۔ پھر بعد حضرت کے سب اصحابوں نے اتفاق کر کے ایک طریقہ پر مقرر کیا۔ اس سبب سے کلام الہی ایک جگہ جمع ہوا اور اس میں اختلاف نہ پڑا۔ بخلاف احادیث کے کہ حضرت نبی ﷺ نے نہ لوگوں کو جمع کرنے کا حکم فرمایا، اور نہ صحابہ نے مل کر جمع کیا، بلکہ ان کے بہت پیچھے لوگوں نے کہ بعض ان کے فاصل تھے۔ اور بعض صرف لکھنا جانتے تھے۔ الگ الگ انہوں نے اپنی یاد کے موافق اور جس نے جس قدر لوگوں سے سنا ایک جگہ جمع کر کے ایک کتاب بنائی سو، اس لئے احادیث میں بہت اختلاف واقع ہوا۔ اور سب احادیث ایک جگہ میں جمع نہ ہوئیں۔ اور اسی جہت سے صحاح ستہ "جو حدیث کی چھ کتابیں لوگوں میں مشہور ہیں" ان کے درمیان بھی بہت اختلاف ہے۔ اور ان میں سب قول اور فعل حضرت کے جمع نہیں ہیں۔ بلکہ ان چھ کتابوں کے سوا بہت سی کتابیں حدیث کی اور ہیں۔ اور جیسے وہ چھ کتابیں معتبر ہیں ویسے وہ بھی معتبر ہیں۔ جیسے مسند امام ابو حنیفہ، اور موطا امام محمد، اور حجت امام محمد، اور آثار امام محمد، اور رزین، اور طحاوی، اور طبرانی، وغیرہ اور اس قدر جاننا بہت ضرور ہے کہ یہ چھ کتابیں جنہیں صحاح ستہ کہتے ہیں ان میں سب حدیثیں صحیح نہیں ہیں بلکہ ان میں حدیثیں ضعیف اور معلول بھی ہیں جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح مشکوۃ فارسی کے مقدمہ میں لکھا ہے اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں پکار کر

بسم اللہ پڑھنے کے مسئلہ میں لکھ دیا ہے اور عبارت فتح القدیر کی یہ ہے۔

ليس حديث صريح فى جهر التسمية الا وفى اسناده مقال عند اهل الحديث ولهذا اعرض عنه ارباب المسانيد المشهورة فلم يخرجوا شيئا منها مع اشتمال كتبهم على احاديث ضعيفة

نماز میں بسم اللہ اونچی پڑھنے کے بارے میں جو بھی صریح حدیث ہے اس کی سند پر اعتراض ہے محدثین کے نزدیک اسی وجہ سے مشہور ارباب مسانید نے ایسی کوئی حدیث ذکر نہیں کی حالانکہ ان کی کتب میں احادیث ضعیفہ موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ اونچی بسم اللہ والی احادیث بہت ہی ضعیف ہیں۔

سوال

اس زمانہ میں ان چار مذہبوں کو چھوڑ کر پانچواں طریق نکالنا۔ یا اور کسی مذہب پر چلنا درست ہے یا باطل اور حرام؟

جواب:-

اجماع علماء سے ثابت ہوا کہ ان چار مذاہب کے سوا پیروی کرنی کسی کی۔ خصوصاً ایک نیا مذہب نکال کر اس کو رواج دینا۔ بہت سے عوام لوگوں کو بلکہ خواص کو شک اور تردد اور ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اور اس جہت سے شریعت کا انتظام جاتا رہتا ہے۔ اور دین میں فتنہ اور فساد پڑتا ہے۔ اس لئے اس زمانہ میں نیا مذہب پانچواں نکالنا اور اس کو رواج دینا باطل اور حرام ہے۔ چنانچہ اکثر علمائے دیندار، اور فضلائے نیک

کردار نے، اس کو اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ جیسا کہ مسلم الثبوت میں ہے۔

اجمع المحققون علی منع العوام من تقلید اعیان الصحابة بل علیهم اتباع الذین بوبوا فهذبوا ونقحوا وجمعوا وعلیه بنی ابن الصلاح منع تقلید غیر الاربعة لان ذلک لم یدر فی غیرهم

اتفاق کیا محققین نے منع کرنے پر عوام کو تقلید کرنے سے صحابہ کی بلکہ ان پر واجب ہے پیروی کرنی ان مجتہدین کی جنھوں نے علم فقہ کو جمع کیا اور تفصیل کیا اور آراستہ اور خلاصہ بنایا اور اسی بنیاد پر ابن صلاح نے کہا کہ سوائے ان چار اماموں کے اور کسی کی تقلید منع کی جائے گی، اس واسطے کہ یہ سب باتیں اور کسی مجتہد میں معلوم نہیں ہوئیں۔

اور اشباہ میں ہے۔

وما خالف الائمة الاربعة مخالف للاجماع وقد صرح فی التحریر ان الاجماع انعقد علی عدم العمل بمذهب مخالف للاربعة لانضباط مذاهبهم وکثرة اتباعهم

اور جو حکم مخالف ہو ان چار اماموں کے قول کے سو وہ اجماع کے مخالف ہے اور تصریح کی ہے امام ابن ہمام نے تحریر میں کہ تمام علماء کا اجماع ہوا ہے۔ اس مذہب کے عمل نہ کرنے پر جو مخالف ہے ان چار اماموں کے اس واسطے کہ ان اماموں کا مذہب ضبط اور آراستہ ہوا ہے اور انکی پیروی کرنیوالی بڑی بڑی جماعتیں ہیں یعنی ان اماموں کے مقلدین سواد اعظم اور بہت لوگ ہیں اور سواد اعظم کی تابعداری کرنے کو حضرت پیغمبر خدا ﷺ نے واجب فرمایا ہے تو پھر اس سے معلوم ہوا کہ جس نے ان چار اماموں میں سے کسی ایک کی پیروی نہیں کی تو وہ سواد اعظم سے دور رہا اور پیغمبر ﷺ کے حکم کا مخالف بنا اور ان کے فرمان کے بموجب مستحق جہنم کا ہوا جیسا سابق مذکور ہوا ہے کہ

پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے۔

اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ

یعنی پیروی کرو بڑی جماعت مسلمانوں کی کیونکہ جو شخص دور رہے گا جماعت کی پیروی سے تو وہ پڑیگا جہنم میں۔ اور نہایۃ المراد میں لکھا ہے

وفی زماننا هذا انحصرت صحة التقليد فی هذه المذاهب الاربعة فی الحكم المتفق عليه بينهم وفی الحكم المختلف فيه ايضا قال المناوی فی شرح الجامع الصغير ولايجوز اليوم تقليد غير الائمة الاربعة فی قضآء ولاافتاء

ہمارے اس زمانہ میں منحصر ہوئی ہے تقلید ان چار مذاہب میں خواہ حکم متفق ہو خواہ حکم مختلف پس ان چار کے ماسوا اور کسی کی تقلید درست نہیں ہے اور کہا ہے مناوی نے جامع صغیر کی شرح میں جائز نہیں ہے اس زمانہ میں تقلید کرنی سوائے ان چار اماموں کے نہ تو قضا میں نہ فتوی میں یعنی نہ تو قاضی کو درست ہے ان کے مذہب کے سوا حکم کرنا اور نہ مفتی کو جائز ہے فتویٰ دینا۔ اور تفسیر احمدی میں ہے

قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما يجوز للاربع فلا يجوز الاتباع لمن حدث مجتهدا مخالفاً لهم

بلاشبہ واقع ہوا ہے اجماع اس بات پر کہ تقلید نہیں جائز ہے مگر ان چار اماموں میں سے ایک کی پھر جائز نہیں ہے پیروی کرنی اس شخص کی جو اس زمانہ میں نیا مجتہد ہو اور وہ مخالف ہو ان چار اماموں کا۔ اور اسی تفسیر احمدی میں لکھا ہے۔

والانصاف ان انحصارالمذاهب فی الاربعة واتباعهم فضل الهی وقبوليته عند الله تعالىٰ لا مجال فيه للتوجيهات والادلة

اور انصاف یہ ہے کہ منحصر ہونا مذہبوں کا ان چار مذہب میں اور منحصر ہونا پیروی کا انہیں چار میں یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کا اور مقبولیت ہے اسکی۔ پھر اس بات میں دلیل اور توجیہ کو کچھ دخل نہیں ہے۔ اور شرح سفر السعادت کے ۳۸ صفحہ میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دین کے مجتہدین نے پیغمبر ﷺ کی حدیثوں اور ان کے اصحاب کی روایتوں کو چن کر، ناسخ کو منسوخ سے، اور صحیح کو غیر صحیح سے، جدا کر کے، تحقیق اور تاویل فرما کر، ان کے درمیان موافقت اور مطابقت دیکر، ایک مذہب مقرر کیا ہے۔ عوام مسلمانوں بلکہ عالموں کو فی زمانہ وہ قوت اور طاقت کہاں ہے، کہ یہ کام ان کے ہاتھ سے نکلے۔ ان کی راہ یہی ہے کہ مجتہدین کی پیروی کریں اور ان کے طریقہ پر چلیں۔ (ترجمہ تمام ہوا)

اور بعض علماء نے مولانا شاہ عبد العزیز قدس سرہ کے روایت سے یوں لکھا ہے کہ چاروں مجتہدین نے جو فرمایا ہے کہ جو کوئی ہمارے قول کو برخلاف حدیث صحیح کے پائے تو چاہیے کہ وہ حدیث پر عمل کرے کہ فی الحقیقت ہمارا مذہب بھی ہے۔ تو یہ کہنا ان کا، ان کے زمانہ سے علاقہ رکھتا ہے کیونکہ ان کے بعد اجتہاد جاتا رہا اور تقلید لازم ہوئی۔ اس لئے بعد ان کے جتنے علماء گزرے باوجودیکہ ان کو مسائل کے نکالنے کی قوت، اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا علم، اور فقیہوں کے اختلاف کی شناسائی، حاصل تھی پھر بھی وہ اجتہاد کی راہ نہ چلے۔ اس واسطے کہ جیسی سمجھ کی مضبوطی، اور غور کی قوت، اور دل کی ستھرائی، اور قلب کی روشنی، اور بے طمعی، اور نیت کی درستی، اور خواہش نفسانی سے دوری، اور پرہیز گاری، اور سلیقہ عربی زبان کی سمجھ کا قدیم لغتوں کے موافق، ان مجتہدین میں تھا اپنی ذات میں انہوں نے نہ پایا، اور ویسی تحقیقات اور تلاش، اور قوت مسائل کے نکالنے کی انہیں حاصل نہ ہوئی۔ اور مسئلوں کے

نادرست اور درست کرنے میں کوئی دوسری راہ، سوائے ان لوگوں کی مقرر کی ہوئی راہ کے میسر نہ آئی تو حکم کیا اجتہاد کے حرام ہونے، اور چاروں اماموں کے تقلید کے واجب ٹھہر جانے پر۔ اور اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کریں کہ اچھے طریقہ اور مضبوط راہ پر چلے کہ جن میں بہت باتیں نیک پائی جاتی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں کی سرشت میں یہ بات ہے کہ ہر شخص اپنی سمجھ پر نازاں ہوتا ہے اور دوسرے کے کمال کو اگرچہ مجملا اعتقاد رکھتا ہو پھر بھی بسبب اس کے کہ اس کے دل میں ایک بات ٹھہر رہی ہے اچھی بات بھی ان کی قبول نہیں کرتا، پھر اپنے برابر کے لوگوں کے قول کا تو کیا ٹھکانا۔ پس اس صورت میں اگر کوئی شخص اجتہاد کی شرطیں حاصل کر کے خلاف اگلوں کے احکام جاری کرتا تو ہر کوئی کیا ناقص، اور کیا متوسط اپنی استعداد کے موافق ایک نئی راہ پر چلنے لگتا۔ اس میں یہاں تک اختلاف واقع ہوتا۔ کہ جمعیت شریعت کے احکام کی عبادات اور معاملات میں باقی نہ رہتی اور ٹوٹ جاتی۔ اور امر معروف اور نہی منکر کا دروازہ بند ہو جاتا۔ چنانچہ جب تک چار مذاہب پر لوگ مضبوط نہیں ہوئے تھے اور ان کی پیروی نہیں اختیار کی تھی ستر اور کئی فرقے ہو گئے تھے مگر بعد اس کے جب علماء نے ان چار مذہبوں کو خوب ضبط کیا۔ اور انکے موافق، احکام کو ہر طرف جاری فرمایا۔ اور ایک نیا مذہب بنانے کو باطل اور حرام ٹھہرایا۔ تب ان چار کے سوا دوسرا نیا مذہب کسی نے نہ نکالا۔ شاید کسی نے نکالا ہو تو بسبب اجماع علمائے دیندار کے۔ اور مدد سے بادشاہ دین پناہ کے۔ جاری اور رواج نہ ہونے پایا۔ خلاصہ ان کی عبارت کا تمام ہوا۔ اور فتوی علماء حرمین شریفین میں ہے۔

والحاصل انہ لا ینبغی لعاقل ان یختار فی الدین طریقۃ الا ما ارتضاھا السلف والخلف وتواترت روایتہ وحصل الاجماع فی کل

عصر علیٰ حقية ذلک ولم يوجد متصف كذلک الا ما اجمع عليه العلماء من حقية المذاهب الاربعة عصراً بعد عصر وتلقتهم الامة بالقبول واما مالم ينقل متواترا ولم يجمع على حقيته وثم تلقته الامة كلها بالقبول فلا يلتفت اليه ولا يعول عليه

حاصل یہ ہے کہ لائق نہیں ہے کسی عاقل کو۔ کہ اختیار کرے۔ دین میں کسی طریقہ کو۔ مگر وہ طریقہ کہ پسند کیا ہو اس کو اگلے علماء اور پچھلے فضلا نے۔ اور روایت اسکی تواتر سے ہوئی ہو۔ اور حقیت اس کی علماء کے اجماع سے ہر زمانہ میں ثابت ہوئی ہو۔ اور ایسا کوئی مذہب نہیں پایا گیا۔ مگر یہی چار مذہب۔ کہ سب علماء نے ان کی حقیت پر اجماع کیا ہے۔ اور تمام امت نے انکو قبول کیا ہے۔ اور جو مذہب کہ تواتر سے منقول نہیں ہے۔ اور علماء نے بھی اس کی حقیت پر اجماع نہیں کیا ہے۔ اور سب مسلمانوں نے بھی اسکو قبول نہیں کیا ہے۔ تو اس کی طرف التفات اور اس پر اعتماد نہ کیا جائے گا۔ یعنی ایسا مذہب تقلید کے قابل نہیں۔

خلاصہ :۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن اور حدیث سے حکم نکالنے کے واسطے بہت سے امور ضروری ہیں کہ تفصیل انکی اس مقام میں نہیں ہو سکتی ہے اس واسطے صرف مثال کے لیے چند باتیں کہ ہر عوام اور خواص اسکو بے تکلف سمجھیں۔ یہاں بیان کی گئیں۔ اور انکے سوا اور شرطیں بھی ضروری ہیں کہ ان کے مضمون کو بھی سمجھنا ہر ایک عوام کو دشوار ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ اور اصول حدیث کی کتابوں میں مفصل اور مصرح ہے۔ اور ان سب شرطوں کا اس زمانہ میں پایا جانا سخت مشکل اور

بہت دشوار ہے بلکہ متعذر اور محال ہے۔ چنانچہ سابق جو شرطیں بطور نمونہ کے مذکور ہوئی ہیں اس کے مضامین میں غور کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اس واسطے اس زمانہ میں بلکہ زمانہ دراز سے سب عالموں نے جب خوب دریافت کیا کہ قرآن اور حدیث سے بالاستقلال حکم نکالنا نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ ہر حدیث کو ثابت کرنا اور اس کے راویوں کا حال دریافت کرنا اور صحیح اور حسن اور ضعیف وغریب کو تحقیق کرنا اور مجمل اور ماول اور ناسخ، و منسوخ، کو تمیز دینا اور ہر ایک کی غرض اور مراد کو پہنچنا بالاستقلال یعنی صرف اپنی تلاش اور جستجو سے حاصل نہ ہو سکے گا بلکہ آخر کار لاچار ہو کر، پشیمان بن کر، ان سب شرطوں کو حاصل کرنے کے لیے کسی محدث یا مجتہد یا فقیہ کی تقلید کرنی پڑے گی تو ابتدا سے تقلید کسی مجتہد کی اپنے اوپر واجب کر لے۔ اور اسی واسطے سب علماء نے اجماع کیا اس بات پر کہ جس مجتہد کے اجتہاد پر تمام علما کا اتفاق ہو اور سب فاضلوں کے نزدیک اس کا اجتہاد مقبول ہو اور مذہب اس کا نقل تواتر سے منقول ہو اور مسائل اور قواعد اسکے مذہب کے بلاشبہ مفصلا مروی ہوں تو ایسے کی تقلید درست ہے پھر کوئی مجتہد ان اوصاف کے ساتھ سوا۔ ئے ان چار ائمہ کے پایا نہیں گیا۔ اور کوئی مذہب ان اوصاف کے ساتھ سوائے ان چار مذاہب کے ثابت نہیں ہوا اسی واسطے سب علما اور تمام فضلاء کا اجماع اس بات پر ہوا ہے کہ ان چار مذاہب میں سے ایک مذہب کی پیروی کرنی واجب ہے اور انکے سوا اور کسی مجتہد کی تقلید یا دوسرے کسی طریقہ کی پیروی جائز نہیں ہے اور کوئی یہ گمان نہ کرے کہ صرف علمائے حنفیہ نے یہ اجماع کیا ہے بلکہ دوسرے مختلف مذاہب کے علما نے بھی اسی بات پر اجماع کیا ہے۔ جیسا کہ جو بیسویں سوال و جواب میں بہت سی کتابوں سے مذکور ہوا ہے۔ پھر ثانیاً تفصیل کی حاجت نہیں ہے لیکن بطور نمونہ کے صرف ایک کتاب سے لکھا جاتا

ہے۔ نہایۃ المراد شرح مقدمہ ابن عماد میں ہے۔

وفی زماننا قد انحصرت صحة التقليد فی هذه المذاهب الاربعة فی الحكم المتفق عليه بينهم وفی الحكم المختلف فيه ايضاً۔لا باعتبار ان مذاهب غيرهم من السلف باطلة وانما باعتبار ان مذاهبهم وصلت الينا بالنقل المتواتر يرويها جماعة بعد جماعة فی كل ساعة من زمانهم الی زماننا هذا لا يمكن عدالرواية ولا احصائهم فی اقطار الارض و بينت لنا شروط مذاهبهم و فصلت مجملاتها وقيدت مطلقاتها بالنقل المتواتر بخلاف مذاهب غيرهم من السلف فانها نقلت الينا بطريق الا حاد فلو فرض ان حكماً من احكام نقل عن بعض مذاهب السلف بطريق التواتر يحتمل ان يكون مجملا لم يفصله ناقله وان له قيدا اخل به ناقله اوشرطا يتوقف القول بصحته عند ذلک المجتهد فيكون العمل به باطلاً فلهذا الامر حصرنا صحة التقليد فی اتباع المذاهب الاربعة لاغير۔

خلاصہ مضمون اسکا یہ ہے کہ اس زمانہ میں تقلید منحصر ہے انہیں چار میں سے ایک مذہب میں اور ان چار کے سوا اور کسی مجتہد کی تقلید درست نہیں ہے۔ اس واسطے کہ ان چار اماموں کا مذہب نقل متواتر سے منقول ہوا ہے اور انکے زمانے سے لیکر اس زمانہ تک اسقدر راوی ان مذاہب کے گزرے ہیں کہ شمار کرنا انکا ممکن نہیں ہے اور ان مذاہب کی شرطیں اور تفصیل خوب بیان کی گئی ہے۔ بخلاف اور مذہبوں کے کہ وہ تواتر سے مروی نہیں ہیں۔ اور تفصیل انکی نہیں ہوئی ہے تو شاید کوئی کلام مجمل ہو جسکی تفصیل نہ ہوئی ہو یا کوئی قید چھوٹ گئی ہو یا کوئی شرط کہ جس پر صحت اس قول کی

موقوف ...ہو۔" متروک ہوئی ہو تو ان صورتوں میں عمل اس پر باطل ہو گا اس واسطے انہیں چار مذاہب میں تقلید منحصر ہوئی ہے۔

اور شافعی علماء نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر شافعی المذہب "کہ" فاضل اور محدث اور مصنف کتاب بلوغ المرام کا ہے اور شافعیوں کے نزدیک بڑا معتمد اور معتبر ہے" نے فتح المبین نے شرح الاربعین اٹھائیسویں حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

امافی زماننا فقال ائمتنا لایجوز تقلید غیر الائمة الاربعة الشافعی و مالک وابی حنفہ واحمد رضوان الله علیهم اجمعین لان هولاء عرفت قواعد مذاهبهم واستقرت احکامهاو خدمها تابعوهم و حرروها فرعا فرعا وحکما حکما فلا یوجد حکم الا وهو منصوص لهم اجمالا اوتفصیلا بخلاف غیرهم فان مذاهبم لم تحرر ولم تدون کذلک فلا تعرف لها قواعد حتی تخرج علیها احکامها فلم یجز تقلید هم فیما حفظ عنهم منها لانہ قدیکون مشروطاً بشروط اخری وکلوها الی فروعها من قواعدهم فقلت الثقة بجمیع مایحفظ عنهم من قید اوشرط فلم یجزالتقلید حینذ

خلاصہ ترجمہ:۔

خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ہمارے اماموں نے یعنی شافعیوں نے کہا ہے کہ اس زمانہ میں ان چار اماموں کے سوا اور کسی مجتہد کی تقلید جائز نہیں ہے اسواسطے کہ ان اماموں کے مذاہب اور ان کے قاعدے خوب معلوم اور مشہور ہیں اور مسئلے انکے خوب ثابت ہیں

اور انکے متبعین نے انکے مذہب کو خوب ضبط کیا ہے۔ اور بالتفصیل ہر ایک کو لکھا ہے بخلاف اور مجتہدین کے کہ انکا مذہب لکھا ہوا نہیں ہے اور قاعدہ انکا معلوم نہیں اور تفصیل انکے مذہب کی منقول نہیں اور مسئلے انکے مذہب کے ضبط نہیں۔ اسواسطے دوسرے مذہب پر اعتماد نہیں ہو سکتا۔ اور مالکی علما نے بھی ایسے ہی کہا ہے جیسا کہ علامہ ابراہیم بن مرعی سرخسی " کہ مالکی المذہب اور فاضل اور محدث اور مالکیوں میں معتمد علیہ ہے " نے فتوحات الوہبیہ فی شرح الاربعین النووی کی اٹھائیسویں حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

ماعرف عن هولا الصحابة الاربعة بعضهم اولى بالاتباع من بقية الصحابة اذا وقع بينهم الخلاف الى قوله وهذا فى المقلدالصرف فى تلك الازمنة القريبة من زمن الصحابة اما فيما بعد ذلك فلا يجوز تقليد غير الأئمه الاربعة مالک وابى حنيفة والشافعى واحمد لان هولاء عرفت قواعد مذاهبهم واستقرت احكامها وخدمها تابعوهم و حرروها فرعا فرعا وحكماً حكماً۔

خلاصہ اسکا یہ ہے۔ کہ جو حکم شرع کا ان چار خلیفوں سے یا ان کے بعض سے معلوم ہوا ہے۔ وہ مقدم ہے دوسرے صحابی کے قول پر۔ اور یہ بات اس زمانہ کے مقلد کے حق میں تھی لیکن اس زمانہ کے بعد جائز نہیں ہے تقلید سوائے ان چار اماموں کے یعنی مالک ابوحنیفہ شافعی احمد کیونکہ انکے مذہب کے قاعدے سب معروف ہیں۔ اور مسائل انکے خوب ثابت اور مشہور ہیں اور ان کے متبعین نے خوب ضبط کیا ہے اور ہر ایک بات کو مفصلا لکھا ہے۔

اب اصل اس سب کا یہ ٹھہرا کہ شریعت کے علماء اور ہر مذہب کے فضلاء کا

اجماع اور اتفاق اس بات پر ہو گیا ہے کہ اس زمانہ میں تقلید ایک امام کی ان چار اماموں میں سے واجب ہے۔ اور انکے سوا اور کسی کی تقلید درست نہیں ہے۔ اور کسی عوام کو بلکہ اس زمانہ کی خواص کو بھی اپنی سمجھ کے موافق قرآن اور حدیث پر عمل کرنا۔ اور اپنی سمجھ پر اعتماد کر کے مسئلہ نکالنا جائز نہیں۔ اور اگر کوئی فاضل یا درویش اس اجماع سے نکلا یا اس نے اس اتفاق کے برخلاف کیا ہو یا اسکے مخالف کہا ہو تو اس شخص کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اجماع کہ "حدیثوں کی رو سے پیروی کرنی اس کی واجب ہے" وہ اس سے عبارت ہے کہ اکثر علمائے دیندار اور فضلائے نیک کردار ایک بات پر اتفاق کریں۔ پھر اگر کوئی شخص اگرچہ وہ عالم بھی ہو اس اجماع میں شریک نہ ہو تو اسکا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ وہ خود اجماع کے برخلاف ہوا اور جماعت کا مخالف بنا جیسا کہ مشکوٰۃ کے باب الاعتصام میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِى النَّارِ۔

یعنی پیروی کرو جماعت کی سو بختہ بات یہ ہے کہ جو جدا ہوا جماعت سے گر پڑا وہ جہنم میں۔

وَعَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّيْطَانَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَاْخُذُ الشَّاذَّةَ وَ الْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ۔

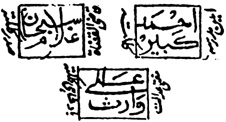
یعنی بے شبہ شیطان آدمی کے حق میں ایسا ہے جیسا بھیڑیا بکری کے حق میں ہے کہ پکڑلیتا ہے بکری بھٹکی ہوئی اور دور پڑی اور کنارے والی کو۔ تو واجب تم پر یہی ہے کہ جماعت اور اکثر مسلمانوں کی پیروی کو لازم کرو۔

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِسْلَامِ عَنْ عُنُقِہٖ۔

یعنی جو کوئی جدا ہوا جماعت سے ایک بالشت کے اندازے تو بے شبہ اس نے اسلام کا ڈورا اپنی گردن سے نکالا۔ غرض ان حدیثوں سے صاف ظاہر ہوا کہ اکثر مسلمان جس بات پر اتفاق کریں۔ وہ واجب ہوتا ہے اور بعض کا خلاف کرنا کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ بلکہ جو اکثر کا مخالف ہوا تو اس پر خوف ضلالت کا۔ اور ڈر جہنم کا ہے اور جو کوئی جماعت کی پیروی کریگا تو وہ ہدایت پر رہیگا اور ضلالت سے بچے گا۔

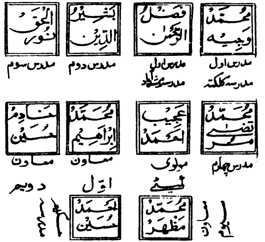
اللهم ثبت قلوبنا علی شریعتک ورضاک واقم اقدامنا علی طریقتک و هداک و صل وسلم علی رسولک سید المرسلین واصحابہ الراشدین وتابعی صحبہ الهادین سیما علی سیدالمجتهدین امامنا وامام المسلمین وعلینا وعلی جمیع مقلدیہ الی یوم الدین. واخردعوانا ان الحمدلله رب العالمین۔

برفتوی ہذا از اول تا آخر نظر کردم ظاہر شد کہ مسائل مندرجہ آن مطابق عقیدہ اہل سنت وجماعت وموافق طریقہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ است حنفی المذہب را اعتقاد وعمل برطبق ان واجب و متحتم است۔



ترجمہ--- میں نے اس فتویٰ کو اول سے اخیر تک دیکھا ہے اس کے مندرجہ تمام مسائل اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق اور امام اعظم ابو حنیفہ کے طریقہ کے موافق ہیں۔ لہذا حنفیوں پر واجب اور لازم ہے کہ وہ اس کے مطابق عقیدہ رکھیں اور اس کے مطابق ہی عمل کریں۔

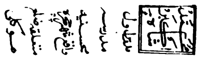
جوابہائے این رسالہ ہمہ صحیح و راست بی کم وکاست موافق آیات قرآن و مطابق احادیث سید پیغمبران ﷺ و برحسب اجماع علمائے راسخین بر طبق اتفاق فضلائے کاملین است۔ مخالف ایں ہمہ مسائل در حقیقت مخالف آن دلائل است۔



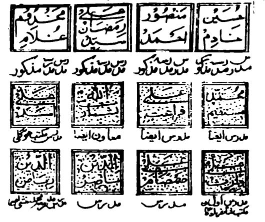
ترجمہ---اس رسالہ کے تمام جوابات بغیر کسی کمی بیشی کے صحیح اور درست ہیں آیات قرآن کے موافق اور احادیث سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہیں۔ نیز علماء راسخین کے اجماع اور فضلاء کاملین کے اتفاق کے مطابق ہیں۔ ان تمام مندرجہ

مسائل کا مخالف در حقیقت قرآن وحدیث کے دلائل کا مخالف ہے۔

ایں رسالہ را بنظر تامل دیدم از اول تا آخر فی الحقیقت ہدایت بخش کور باطنان اہل بدعت وراہنمائے گم گشتگان بادیہ ضلالت است حنفیہ را بمزید نورانیت باطنی وفضلائے طریقہ را تمسکے است مشید المبانی محمد اکبر شاہ مدرس اول مدرسہ محسنیہ واقع شہر ہجرہ متعلقہ ضلع ہو گلی۔



ترجمہ--- میں نے اس رسالہ کو پورے غور وفکر سے دیکھا ہے از اول تا آخر۔ حقیقت میں یہ رسالہ کور باطن اہل بدعت کو یعنی دل کے اندھے بدعتیوں کو ہدایت دینے والا اور گمراہوں کو گمراہی کی وادی میں راستہ دیکھانے والا ہے نیز علمائے احناف کے نور باطن کو مزید بڑھانے والا۔ اور طریقہ حنفیہ کے فضلاء کاملین کے لئے ایسی مضبوط دستاویز ہے جو حنفیت کی بنیادوں کو مضبوط بنانے والی ہے۔ محمد اکبر شاہ وغیرہ۔

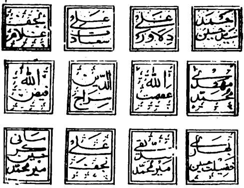






محسنیہ مدرسین جو لوح کے علوم دینی حاصل کر کے
قریب التحصیل ہیں اور ان میں سے بعضوں کے نام





جمعیت علمائے ہند کی طرف سے

حکومتِ سعودیہ عربیہ کو بھیجی جانے والی

قراردادیں

بسم الله الرحمن الرحيم

Phone: 3311455
3317729
FAX. : 3316173

Jamiat-Ulama-i-Hind

1-BAHADUR SHAH ZAFAR MARG, NEW DELHI-110 002

جمعية علماء الهند

Ref. No. ....   Date ....

إن جمعية علماء الهند إذ تتشرف برفع هذه القرارات، إنها متأكدة تماماً من أن المسئولين في المملكة سوف ينظرون فيها بنظرة إمعان، وبدافع من المسئولية الجسيمة الملقاة على عواتقهم، آخذين بالإعتبار إن القضية لها أبعاد خطيرة، وفي مقدمتها مسألة المساس بالدين ومبادئ الدين. إننا واثقون من أن الموضوع سيلقى من إهتمام كبار المسئولين، والعلماء، والجامعات والإدارات ومؤسسات المملكة ما يستحقه. إن الأمر يحتاج إلى التفكير جدياً، والنظر في الموضوع بأناة وتروٍّ، وجدّية وإجراء التحقيق وتصحيح الأخطاء وإعادة الأمور إلى نصابها. ونرجو أن لايكون مصير عريضتنا هذه، والقرارات المرفقة بها، والتي أقرها مئات علماء المسلمين الذين شاركوا في المؤتمر من طول الهند وعرضها، كمصير الطلبات والإلتماسات العديدة التي سبق وأن وجهناها بهذا الخصوص إلى المسئولين بالمملكة.

وأخيراً ندعو الله سبحانه وتعالى أن يوفقنا جميعاً لما يحبه ويرضى من الأعمال الصالحة، وأن يهدينا إلى سواء السبيل وأن يرينا الحق حقاً ويرزقنا إتباعه ويرينا الباطل باطلاً ويرزقنا إجتنابه وهو الموفق والمستعان وعليه التكلان.

المخلص

اسعد مدنى

رئيس جمعية علماء الهند

بسم الله الرحمن الرحيم

القرار رقم (١)

حكومة المملكة العربية السعودية

لقد شرف الله عزوجل آل سعود واختارهم لخدمة الحرمين الشريفين والحكومة السعودية لاتألوا جهداً في خدمة حجاج بيت الله الحرام، فإنها قدعملت ولاتزال تعمل وتسعى لتوفير كافة الوسائل وسبل الراحة في مناسك الحج، وتأمين الأمن والسلامة لأنفس وأموال زوار بيت الله العتيق. كما أن هذه الحكومة تبذل كل ما في وسعها من الجهد والمال لتحقيق الإتحاد والتوحد بين المسلمين إبتغاء مرضاة الله، وتسلك مسلك الإعتدال والمنهج الوسط في المؤتمرات والإجتماعات الدينية والسياسية. ومن جهة أخرى تبذل حكومة المملكة العربية السعودية بقيادة خادم الحرمين الشريفين - حفظه الله ورعاه ومتعه بالصحة والعافية - مجهودا كبيرا في نشر رسالة الإسلام والقيام بأمر الدعوة والإرشاد، وتعتني من أجل تحقيق هذا الهدف كافة الوسائل الممكنة ومن جملتها طبع وتوزيع المصحف الشريف والكتب العلمية والمطبوعات الدينية. إن هذه الخدمات واضحه وجلية وضوح الشمس، يعرفها القاصي والداني ولايجحد بها إلا من عمى قلبه، إن المسلمين في كل مكان في العالم يعقدون الآمال على المملكة العربية السعودية وترنو قلوبهم إلى قيادتها الرشيدة، وهم يترقعون منها الخير في كافة مناحي الحياة.

ولكن منذ بضع سنين تطبع وتنشر كتب ومطبوعات برعاية المملكة، وتحت سمع وبصر المسئولين فيها، تمس مشاعر المسلمين في كافة أنحاء العالم بسوء. إن إصدار مثل هذه الكتب والمطبوعات قدجرح مشاعر المسلمين وترك في قلوبهم أثراً سيئاً، كما أنها اضرت بوحدة الأمة الإسلامية من الناحية الدينية. فهذه الكتب جاءت لتهدد الوحدة، وتعزز الفرقة والتشتت. إن السواد الأعظم من الأمة المسلمة هو أهل السنة والجماعة. وهم يتبعون ويقتدون بأي من مذاهب الفقه الإسلامي الأربعة المعروفة. فنشر كتب تحتوى على مواد خارجة عن أدب الخلاف الإسلامي، وتتضمن مايجرح شعور الأخرين وتستهدف الإساءة للغير، والطعن في أئمة المذاهب الأخرى، كل ذلك أثار مشاعر الغيرة وأدى إلى شقاق وسباب وشتام، وهو أمر لايقره

فقبل فترة منحت الجامعة شهادة الدكتوراة لأحد الباحثين إسمه "شمس الدين الأفغاني" تحت ذريعة الإعتراف ببحث قدمه بعنوان: ـ

"جهود علماء الحنفية في إبطال عقائد القبورية"

علماً بأن هذه الأطروحة (Thesis) تحتوي على إنحرافات علمية، وتمثل نموذجاً للخروج على القواعد المتبعة في مجال البحث العلمي وأصول الجرح والتعديل. كما أن هذه الأطروحة تحتوي على تراجم غير صحيحة لعبارات علماء جامعة ديوبند، الأمر الذي يعتبر خيانة علمية، وبهتاناً وإثماً عظيماً، فقد وجهت تهمة القبورية والخرافية والوثنية والشرك والبدعة إلى علماء جامعة ديوبند وإلى كل من ينتمي إلى الإتجاه الفكري المنسوب إلى علماء هذه الجامعة المعروفة في العالم لسلامة إتجاهها المذهبي والعقيدي. وعلماء ديوبند براء مما يزعم كاتب هذا البحث.

بالإضافة إلى ذلك يصف الباحث المذكور أئمة علم الكلام المنتسبين إلى مسلك "الأشاعرة والماتريدية" بأنهم "جهميون"، وذلك بالرغم من أن الأغلبية من الفقهاء والمحدثين في كل عصر وزمانٍ من حيث المبدأ والأصل هم الأشاعرة والماتريدية. وكذلك حاول الباحث المذكور النيل من كرامة الامام كرماني شارح صحيح البخاري، والإمام السيوطي، والعلامة ابن حجر الهيثمي المكي، والزرقاني شارح الموطأ. وكذلك الشيخ عبدالحق المحدث الدهلوي، الذي شرح المشكوة، فقد وصف المذكور كل هولاء العلماء الأعلام بأنهم "قبوريون" وثنيون". إن الطائفة التي تطلق على نفسها إسم "أهل الحديث"، تعتبر السواد الأعظم من الأمة الإسلامية التي تنتمي من حيث الأصل إلى الأشاعرة والماتريدية، ثم تتفرع إلى المذاهب الفقهية الأربعة – الحنفية والشافعية والمالكية والحنبلية – بأنهم جهميون، ومرجئة، وقبوريون، ووثنيون، وخارجون عن إطار أهل السنة والجماعة.

في القضايا والمسائل الشرعية المتفق عليها بين الأئمة، الأمر الذى أدى بطبيعة الحال إلى حدوث نزاع وشقاق بين المسلمين في شبه القارة الهندية، وذلك ليس الا نتيجة لادعاءات هذه الطائفة.

وقد وصل الأمر الآن إلى درجة التطاول على مقام كتاب الله وتفسيره بالرأى، والتشكيك في الحديث النبوى الشريف والإعتداء على مقام عدالة الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين. نظراً لذلك كله فإن هذا المؤتمر: -

١ - يستنكر ويندد بسلوك جماعة غير المقلدين، ويناشد المسلمين عامة والعلماء خاصة الإجتناب والإبتعاد عن هذه الطائفة باعتبارهم "خوارج العصر الحديث"

٢ - يدعو المؤتمر علماء المسلمين ببذل مافي وسعهم من طاقة وجهد لتجنيب عامة المسلمين المغتر المغترة على نشاط هذه الفرقة الجديدة، ويجب عليهم أن لايدخروا وسعاً في أداء هذا الواجب، عملاً بقول الله سبحانه وتعالى: - (وجادلهم بالتى هى أحسن)

٣ - يناشد المؤتمر العلماء العمل على كشف زيغ وضلال هذه الجماعة، كي لايقع عامة المسلمين في فخهم.

٤ - يدعو المؤتمر المسلمين عموماً إلى أن يكونوا حذرين وواعين من الدعوة المضللة والدعاية الكاذبة التى يقوم بها بعض الناس تحت أسماء مستعارة مثل "أهل الحديث"، أو "موحدين"، أو "سلفيين"، وبصفة خاصة مايكتبونه وينشرونه ويوزعونه من الكتب والمنشورات المليئة بالتهجم والتجنى على الأئمة الأربعة، والإمام أبى حنيفه بالذات.

٥ - وليعلم الجميع إن إتباع أئمة الفقه وتقليدهم عمل متوارث ومتواصل خلفاً عن سلف، والأمة الإسلامية متمسكة بمبدأ التقليد منذ العهد الأول. لذلك يجب الإحتياط وأخذ الحيطة والحذر من هذه الجماعة، ومنع أطفال المسلمين من الإلتحاق بمدارس هذه الطائفة حفاظاً على مستقبل أجيالنا وأطفالنا من الوقوع في براثن التضليل الفكرى، والتحرر العقدى.

....

....

بسم الله الرحمن الرحيم

القرار رقم (٢)

الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة

إن هذا المؤتمر الذى ينعقد بمبادرة من جمعية علماء الهند وتحت رعايتها دفاعاً عن السنة النبوية الشريفة وحماية لها من إفساد المفسدين، يعلن: -

أن الحرمين الشريفين محط أنظار المسلمين في العالم، ومهوى أفئدتهم وذلك لأن هذه هي الأرض المقدسة التي إختارها الله سبحانه وتعالى لرسالته الأخيرة، ولنشر دعوة الإسلام من ربوعها. إن هذه البقعة الطاهرة من الأرض تتعلق بها قلوب المسلمين وأفئدتهم، فكل مسلم في الشرق كان أو في الغرب، في الشمال كان أو في الجنوب، يُكنُّ مشاعر الحب والتقدير والإحترام نحو هذا المركز الروحي، ويشعر بالفرحة والسرور بسعادة أهل الحرمين، وبالقلق والإضطراب إذا مسّهم الضُّرُّ أو أصابتهم مصيبة

إن تأسيس "الجامعة الإسلامية" بالمدينة المنورة التى طلعت منها شمس الهداية الإنسانية وانتشر منها نور العلم، كان بمثابة تحقيق لأماني وآمال الأمة الإسلامية التى كانت تتطلع منذ عهد بعيد إلى وجود مثل هذا الصرح العلمي ومنبع العلم الصافي، كي يكون مركزا لإعداد العلماء وتدريب وتربية الدعاة.

ولكن نجد أنفسنا مضطرين إلى أن نقول إن سعة الأفاق العلمية في الجامعة الإسلامية قدضاقت، ولم تعد تفي بالغرض المطلوب والهدف المنشود من تأسيسها إلا "لفئة معينة ذات إتجاه خاص وطابع معين". هذه حقيقة سافرة وواضحة. فهذه المؤسسة العلمية التى أنشئت لنشر العلوم الإسلامية وتدريس علوم الكتاب والسنة وإعداد العلماء والدعاة، قدتحولت عن مسارها المحدد وانحرفت عن الصراط السوى. وأصبحت مكانا لنشاط محموم يقوم به الذين يعلنون براء تهم عن مبدأ تقليد أئمة الفقه المعروفين في العالم الإسلامي لمذاهبهم الفقهية فهذه الشرذمة القليلة التى تسيطر على أزمة الأمور فى هذه المؤسسة، تستنكف إتباع الأئمة المجتهدين، وتعمل جاهدة لإعلان خروج كل من يؤمن بمبدأ تقليد الفقهاء وإتباعهم، عن حظيرة الإسلام. ويمارسون نشاطهم من فوق منبر هذه الجامعة وإدارتها.

أنها لحقيقة مؤسفة إن العلماء الذين يحسون على هذه الطائفة التي لاتمثل سوى قلة قليلة، ونعتبر السواد الأعظم من الأمة المسلمة خارجاً عن حظيرة الإسلام، هم المسيطرون على مناصب قيادية ومراكز التدريس في الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة فهؤلاء بسبب ضيق أفقهم العلمي، وإتجاهاتهم التحزبية يشتغلون في إحداث الفرقة بين المسلمين. وحيث أن الجامعة الإسلامية توفد دعاة ومبعوثين إلى أنحاء العالم، يحملون مثل هذه الافكار والعقائد، ويسلكون نفس الإتجاه الذي تربوا عليها على أيدي أساتذتهم، فهؤلاء المبعوثين يبثون بذور الفرقة والشقاق بين المسلمين في كل مكان يذهبون إليه. . .

نظراً لكل هذه الأسباب السالفة الذكر يطالب هذا المؤتمر الحكومة السعودية:-

١- بإعادة النظر في مناهج الدراسة ونظام التعليم والتربية المتبعة في الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة.

٢- وضع مناهج جديدة للتعليم والدراسة وإعتماد تعليم المذاهب الفقهية الأربعة وإعتبارها إلزامياً.

٣- وبالأخذ بعين الإعتبار أهمية وضرورة مراعاة قواعد معينة عند تعيين المدرسين والأساتذة بحيث لايكون المدرس متحرراً من حيث الإتجاه العلمي والفكري والديني، ولايكون ضيق الأفق، وأن يكون متحلياً برحابة الصدر وسعة الأفق، وبنفس الوقت يكون متصفاً بصفات وخصائل حميدة، وينظر إلى كبار ائمة العلم والفقه والحديث من السلف الصالحين بنظرة إجلال وإحترام وتقدير وتعظيم

....
....

(القرار رقم (٣))

الإدانة بأساليب غير مؤدبة لفئة غير المقلدين وتهجمهم على الأحناف

إن هذا المؤتمر المنعقد تحت رعاية جمعية علماء الهند، ليدرك تماماً إن العلماء الذين قاموا بواجب الدعوة الإسلامية وخدموا العلم ونشروا الإسلام في القارة الهندية، هم كانوا كلهم من أهل السنة والجماعة، وينتسبون إلى مذهب الفقه الحنفي. وكذلك كانت أغلبية الحكام والأمراء والسلاطين على مذهب الإمام أبي حنيفة. وكان الفقه الحنفي قانوناً شرعياً رائجاً ومتبعاً في هذه الديار إبان الحكم الإسلامي لعدة قرون، ولم يكن هناك أي خلاف أو نزاع أو شقاق حول هذا الأمر. وقد اعترف النواب صديق حسن خان- وهو أحد علماء جماعة أهل الحديث- بهذه الحقيقة بشكل واضح في مؤلفاته.

ولكن بعد سقوط الحكومة المسلمة، وإنهيار بنيان النظام القانوني الشرعي في أعقاب سيطرة الإستعمار الإنجليزي على ربوع الهند، إنتشر الإنحلال والتشتت الفكري، ورفع البعض شعار عدم التقليد، وحاولوا الطعن في القانون الإسلامي والنيل من المذاهب الفقهية المتبعة والمتوارثة منذ القرون. وإذا تتبعنا التاريخ لانجد أى أثر إبتداء من عهدالصحابة رضوان الله عليهم أجمعين والتابعين وأتباعهم والسلف الصالحين لجماعة أو طائفة غير مجتهدة، وبالوقت نفسه غير مقلدة للأئمة المجتهدين. إن العمل المتوارث والمتواتر لدى عامة المسلمين منذ العهد الأول هو أن أهل الإجتهاد يعملون حسب إجتهادهم، والذين لايقدرون على الإجتهاد كانوا يتبعون- دون أى تردد ولاريبة- ما ذهب إليه المجتهدون من الفقهاء. إلا أن بعض المتحررين والمتحللين أنشأوا فرقة جديدة بين المسلمين يدّعي كل فرد من هذه الفرقة أنه صاحب رأى وله حق أن يجتهد، ولايجوز له أن يقلد أحداً. فكما كانت طائفة أهل القرآن ينكرون الحديث النبوى الشريف وحُجّيتها، فإن هذه الطائفة التى تسمي نفسها أهل الحديث، ترفض مبدأ إتباع أئمة الفقه وإجتهاداتهم. وتتستر وراء ستار إتباع الحديث زوراً وكذباً. إنهم لايسلمون ولايعترفون بالفقه الإسلامي أو الفقهاء أصلاً، وبدؤا يشهرون ببعض المسائل الفقهية التى كانت محل خلاف بين الفقهاء المجتهدين، ثم تجاوزوا هذا الحدّ وبدؤا يزعمون بالإجتهاد

الإسلام في أى حال من الأحوال. إن الأمر قد تجاوز هذه الحدود، فقد ظهرت كتب في المملكة تحتوى على خروج سافر وانحراف واضح عن المفاهيم المتوارثة للكتاب والسنة النبوية. والأمر الذى يدمى قلوبنا ويحز في أنفسنا هو أن كل هذه الأعمال، وإعداد وطبع وتوزيع كتب تجرح مشاعر المسلمين وتطعن في أئمة الفقه والسلف الصالحين وتنحى على مفاهيم الكتاب والسنة، تتم وتنعقد تحت إشراف علماء ومشائخ هم في مكان المسئولية في ادارات ومؤسسات المملكة. وعلى سبيل المثال -

١- تم نشر كتاب بعنوان -"هل علماء ديوبند أهل السنة والجماعة؟"

تم طبع ونشر هذا الكتاب من قبل الإدارات العامة للبحوث والإفتاء والدعوة والإرشاد- بالرياض. باللغتين العربية والأردوية. هذا الكتاب محاولة سيئة لاخراج علماء ديوبند (الهند) من دائرة أهل السنة والجماعة. علماً بأن جامعة ديوبند مضى على تأسيسها أكثر من مائة وخمسين سنة، وهى معروفة في العالم كله، ومعترف بها من قبل جامعات العالم الإسلامي الشهيرة كالأزهر الشريف. إنها ليست مدرسة صغيرة مجهولة الهوية. فكيف يجوز إعداد وتوزيع مثل هذا الكتاب دون أى تحقيق أو رجوع إلى هذه الجامعة أو أية مؤسسة علمية ذات شأن؟

٢- فرض الحظر على طبع وتوزيع ترجمة معاني القرآن الكريم لفضيلة الشيخ محمود حسن الديوبندى رحمه الله، مع أنه ترجمة علمية دقيقة وأنيقة لاتشوبها شائبة، وهى ترجمة معروفة ومتداولة في أوساط أهل العلم منذ سبعين سنة الماضية وتحظى باهتمام جميع العلماء كمرجع مستند ومعتمد. وبدلاً من ذلك تم إعتماد ترجمة أخرى (باللغة الاردوية) للشيخ محمد جوناگرهى، بالرغم من خروجها وإنحرافها عن مسلك السلف الصالح.

٣- طبع وتوزيع كتاب بعنوان "الديوبندية" مراراً وتكراراً. وهذا الكتاب ملئ بتهجم سافر وطعن واضح في العلماء الربانيين الذين لايمكن لأحد أن يتنكر لخدماتهم الجليلة لكتاب الله وسنة رسوله. ومما زاد الطين بلة هو أن مؤلف هذا الكتاب قد إستعان في

إعداده بمؤلفات وكتب أهل البدعة والضلالة، والتي ملئت بأكاذيب وإفتراءات لا أساس لها ولاسند من الصحة.

منح شهادة الدكتوراه لباحث أعد كتاباً تحت عنوان :-

"جهود علماء الحنفية في إبطال عقائد القبورية"

إن الباحث المذكور قد تجرأ وتجنى على العلماء الربانيين المشهود لهم بالخير والصلاح، والورع والتقوى وخشية الله، والذين قضوا حياتهم في خدمة الكتاب والسنة، والدفاع عن الشريعة، ومحاربة البدع والخرافات والضلالة.

نظراً لكل هذه الأسباب السالفة الذكر والأمثلة الواردة بأعلاه، يطالب هذا الإجتماع المنعقد تحت رعاية جمعية علماء الهند، حكومة المملكة العربية السعودية بـ :-

١- فرض الحظر والرقابة الشديدة على نشاط أمثال هؤلاء الذين يحرجون في جسد الأمة كسوسة.

٢- إتخاذ كافة الإجراءات الكفيلة بمنع وحظر مثل هذا النشاط المسموم من داخل المملكة لأن صدور مثل هذه الكتب وتوزيعها بإسم المملكة محاولة مدسوسة للإساءة إليها وتشويه سمعتها الطيبة في أنظار مسلمي العالم وقلوبهم. فيجب الحفاظ على هذه السمعة الطيبة وإحترام المكانة المرموقة.

٣- إصدار تعليمات بشأن التحقيق في أمر هذه الكتب والمطبوعات، وإتخاذ إجراءات رادعة في حق كل من وجد مرتكبا لها، تفادياً لتكرار حدوثها.

....
....

خیانت اور جھوٹ سے لبریز

ایک غیر مقلد کی دو کتابوں سے

مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر عبداللہ عبود کا

اعلانِ براءت

مدینه یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر عبد الله عبود کا

شمس الدین افغانی کی تدلیس سے

اعلان براءت

ترجمہ: مفتی محمد مزمل حسین، کاپڑیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اب سے کچھ روز قبل سعودی عرب میں دو کتابیں منظر پر آئیں۔ جس میں سے ایک کتاب کا نام ہے "عداء الماتريدية للعقيدة السلفية" اس کے مصنف کا نام سرورق پر "الشمس السلفی الافغانی" تحریر ہے، یہ کتاب مکتبۃ الصدیق، طائف نے شائع کی ہے۔

اس کتاب کے مصنف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس کی یہ مطبوعہ کتاب درحقیقت اس کا ایم اے (ماجستیر) کا مقالہ ہے جو اس نے مدینہ یونیورسٹی میں ایم اے کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پیش کیا تھا اور اس مقالہ پر اس کو یہ سند ملی تھی۔

یہ مقالہ جب چھپ کر منظر عام پر آیا تو اس میں ابومنصور الماتریدی پر مختلف تہمتیں اور ان کی طرف بہت سے بے بنیاد اقوال منسوب کر کے ان کی شخصیت اور ان کے ماننے والوں، خصوصیت کے ساتھ حنفی علما کو بدنام اور مجروح کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

اہل علم اور خصوصاً حنفی علماء کو اس سے بہت رنج ہوا کہ کیا مدینہ یونیورسٹی اس قسم کے عامیانہ اور جنی بر جہل مرکب مقالہ پر ایم اے کی ڈگری دیتی ہے؟ اور کیا مدینہ یونیورسٹی کے اساتذہ اور علماء میں اس قدر تعصب ہے؟

اسی طرح دوسری کتاب جس کا نام سرورق پر تحریر ہے:

"جهود علماء الحنفية في ابطال عقائد القبورية" اور مصنف کا نام تحریر ہے: شمس الدین الافغانی۔

یہ کتاب دار الصميعي، ریاض نے شائع کی ہے۔

اس کتاب کے متعلق مصنف کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب دراصل اس کا مقالہ ہے جسے اس نے مدینہ یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پیش کیا تھا اور اس مقالہ پر اس کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی۔

یہ کتاب جب منظر عام پر آئی تو اس میں براہ راست امام ابوحنیفہ، ان کے شاگردوں: امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور دیگر علماء احناف اور خصوصیت کے ساتھ برصغیر کے اکابر علماء دیوبند مثلاً: مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ و دیگر کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کی گئیں جو انھوں نے نہیں لکھیں اور یہ ظاہر کیا گیا کہ علماء احناف اور علماء دیوبند سب قبر پرست اور مشرک ہیں۔

پہلی کتاب کی طرح یہ کتاب بھی چونکہ مدینہ یونیورسٹی کے زیر سایہ اور اس کے ایک قابل قدر عالم کی زیر نگرانی مرتب ہوئی تھی اس لیے علماء احناف کے غم و غصہ میں مزید اضافہ ہونا فطری بات تھی اور مدینہ یونیورسٹی اور اس کے اساتذہ اور محققین کے متعلق متعصبانہ ذہنیت رکھنے کے رجحان کو تقویت ملنا ایک بدیہی عمل تھا۔

(لیکن جیسے کہ مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے، تحریف اور علمی خیانت جس طرح کبھی یہودیوں کی پوشیدہ نہیں رہ سکی، اسی طرح ان کے ایجنٹوں کی بھی نہیں رہ سکتی)

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ان دونوں کتابوں کے مصنف کے دجل و فریب اور اس کی تحریف و خیانت کو اسی مقالہ کے مشرف (ڈائریکٹر) اور مدینہ یونیورسٹی کے موجودہ چانسلر جناب ڈاکٹر صالح بن عبداللہ العبود نے آشکارا کیا اور دنیائے غیر مقلدیت کا پردہ چاک کر دیا۔ (ناقل)

جناب ڈاکٹر صالح بن عبداللہ العبود نے جو حقائق بیان کیے ہیں، وہ یہ ہیں:

اس شخص کا اصل نام شمس الدین محمد اشرف ہے اور اس کی شہریت یونیورسٹی کے ریکارڈ کے مطابق پاکستانی ہے، اس شخص نے ۱۴۰۵ھ میں مدینہ یونیورسٹی کی کلیۃ الحدیث سے فراغت حاصل کرنے کے بعد قسم الدراسات العلیا میں (ماجستیر) میں داخلہ لیا، اور مقالہ لکھنے کے لیے جو موضوع پیش کیا وہ یہ تھا:

"الماتریدیۃ و موقفھم من توحید الأسماء و الصفات ."

مدینہ یونیورسٹی کی مجلس علمی نے یہ دیکھتے ہوئے کہ یہ طالب علم پاکستان سے تعلق رکھتا ہے، اور اس کی نشو و نما عقیدۂ ماتریدیہ سے تعلق رکھنے والے علماء کے درمیان ہوئی ہے، اور اس نے بلاد

عرب میں رہتے ہوئے عقیدۂ سلف کا بھی اچھا مطالعہ کیا ہے، لہٰذا اس کے لیے ایک منصفانہ اور معتدل اسلوب کے مطابق بحث وتحقیق کرنے کے امکانات ہیں۔

چنانچہ جو رسالہ مناقشہ (Viva) کے لیے پیش کیا گیا اس میں محقق مذکورہ نے جو نتائج اخذ کیے تھے وہ یہ تھے کہ:

علامہ ابومنصور ماتریدی ایک بلند پایہ عالم تھے اور ان کے بے شمار مناقب ومحاسن ہیں، اور انھوں نے مختلف باطل فرقوں پر بڑی جاندار اور مدلل تنقید کی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے صفات کمال اور اسمائے حسنیٰ کے اثبات کے متعلق ان کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کے مطابق ہے، اسی طرح نبوت، معاد، قضاء وقدر اور خلق افعال العباد کے متعلق ان کے عقائد صحیح ہیں اور اگر کہیں کہیں ان کا اختلاف بھی ہے تو وہ اختلاف ایسا نہیں کہ ان کو، یا ان کے متبعین کو اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھا جائے، بلکہ اپنے زہد وتقویٰ میں اور فرق ضالہ وباطلہ پر ردّ وتنقید کرنے میں وہ اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں۔

چنانچہ محقق مذکور کی مندرجہ بالا تحقیقات اور نتائج کی بنیاد پر ان کو ماجستیر کی ڈگری دے دی گئی، لیکن پھر بھی ان کو اس مقالہ کو چھاپنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی (واضح رہے کہ کسی مقالہ کا ڈگری کے حصول کے لیے منظور ہو جانا الگ بات ہے، اور اس کے چھاپنے کی اجازت دینا الگ بات ہے، اس رسالہ کو یونیورسٹی کی منظوری کے بغیر نہیں چھاپا جا سکتا ہے، اور جب چھاپا جائے تو اسی مواد کے مطابق جس مواد کے مطابق چھاپنے کی اجازت ملی ہے)۔

ماجستیر کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد جب مذکورہ بالا طالب علم نے مدینہ یونیورسٹی میں پی. ایچ ڈی میں داخلہ کی درخواست دی تو جامعہ کی مجلس علمی نے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کے لیے ان کے لیے جو موضوع تجویز کیا وہ یہ تھا:

"جهود علماء الحنفية في ابطال عقائد القبورية".

یہ موضوع تجویز کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ یونیورسٹی سمجھتی تھی کہ یہ موضوع ماجستیر والے موضوع کے لیے تتمہ اور تکملہ کا کام دے گا، اور اس عنوان پر کتاب لکھ کر یہ ثابت کیا جائے کہ علماء احناف بدعتوں، شرک اور قبر وبت پرستی سے دور ہیں، اور علماء عرب کا یہ معتدل موقف مدینہ یونیورسٹی کے حوالہ سے سامنے آئے کہ مذہب حنفی بھی دیگر مذاہب یعنی مالکی، شافعی اور حنبلی کی طرح ایک معتدل مذہب ہے اور یہ حدیث وسنت سے انتہائی قریب ہے جتنے کہ بقیہ مذاہب ثلاثہ ہیں۔

ہماری کوشش تھی کہ اس مقالہ کے ذریعہ اپنے حنفی بھائیوں کے دل سے وہ غلط فہمیاں دور کی

جائیں، جو کچھ عرصہ سے ان کے دل میں ہماری جانب سے پیدا کی گئی تھیں اور اس سوچ کو بھی غلط ثابت کیا جائے کہ علماء احناف اور خصوصاً برصغیر کے علماء احناف دیوبند کے متعلق علماء عرب میں شکوک وشبہات ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہ موضوع طالب علم نے خود نہیں اختیار کیا بلکہ ان سے لیے یہ موضوع تجویز کیا گیا، اور انھوں نے اس کو منظور کرلیا، اور اس کے مطابق کام کیا، اور اسی کے نتیجہ میں یہ بات سامنے آئی کہ علماء احناف نے کبھی بھی امام ابوحنیفہؒ، امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے اقوال کی پرستش نہیں کی۔

اسی طرح علماء احناف کا یہ قول بھی نقل کیا گیا کہ اگر کسی نے اللہ کے علاوہ کسی کو عالم غیب جانا یا یہ عقیدہ رکھا کہ مرنے والوں کی روحیں حاضر ہوکر ایسا تصرف کرتی ہیں جیسے کہ زندوں کی روحیں، تو یہ عقیدہ کفر ہے۔

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا یہ فتویٰ نقل کیا کہ:

''اگر اجمیر یا سالار مسعود کی قبر پر اس لیے گیا کہ وہ اپنی حاجت وہاں جاکر مانگے تو یہ قتل اور زنا سے بڑا گناہ کبیرہ ہے اور یہ بھی بت پرستی کی ایک قسم ہے۔''

ان سب حقائق کے سامنے آنے کے بعد اور ایک معتدل اور غیر متعصبانہ تحقیق کے تمام زاویے اور اصول پورے ہونے پر اس موضوع پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری دی گئی۔

لیکن جب یہ دونوں کتابیں چھپ کر منظر عام پر آئی ہیں تو اس میں دجل، فریب، تحریف اور علمی خیانت کے وہ گل کھلائے گئے ہیں کہ اللہ کی پناہ!

پہلی کتاب میں تو نہ صرف یہ کہ اس کے اندر کا مواد وہ نہیں ہے، جس پر مذکورہ بالا طالب علم کو سند دی گئی تھی، بلکہ کتاب کا عنوان اور مصنف کا نام بھی وہ نہیں جو مدینہ یونیورسٹی کے ریکارڈ میں ہے، اور مصنف کے نام سے اس کی شہریت افغانی ظاہر کی گئی ہے جب کہ وہ یونیورسٹی کے ریکارڈ کے مطابق پاکستانی ہے۔

دوسری کتاب میں بھی مصنف کا نام تبدیل ہے اور اس کے اندر کا مواد تو اس قدر زہریلا اور متعصبانہ ہے جو کسی معتدل مزاج عالم کے لیے زیبا نہیں، عام قارئین کو دھوکہ دینے کے لیے مطبوعہ کتاب پر فوٹو کاپی کے ذریعے مناقشین کے نام اور دستخط بھی چھاپ دیئے گئے ہیں جو تحریف و تدلیس اور خیانت کی بدترین شکل ہے، گویا اس سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ مطبوعہ کتاب دراصل وہ مقالہ ہے جو پیش کیا گیا، جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے، مثلاً مطبوعہ کتاب میں یہ لکھا گیا ہے کہ

"أن المذهب الحنفي أبعدها ، أي المذاهب الثلاثة المالكي والشافعي والحنبلي عن السنة والتحقيق" .

ترجمہ: ......"مذہب حنفی دیگر مذاہب ثلاثہ کے مقابلہ میں سنت اور تحقیق سے بہت دور ہے۔"

مصنف کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد ڈاکٹر صالح بن عبداللہ المعبو تحریر فرماتے ہیں:

"يفهم من قوله هذا أن هذه المذاهب الفقهية السلفية بعيدة عن السنة والتحقيق، وأن الحنفي أبعدها، وهذا كلام متعصب باطل لايقوله الا جاهل مركب، وان انتمى الى السلفية" .

ترجمہ: ......"اس (بددیانت اور خائن مصنف) کے اس جملے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ" تمام مذاہب اربعہ سنت اور تحقیق سے دور ہیں، البتہ مذہب حنفی سب سے زیادہ دور ہے۔

یہ انتہائی متعصبانہ اور باطل بات ہے، یہ وہی شخص کہہ سکتا ہے جو جاہل مرکب (یعنی جاہل در جاہل) ہو، چاہے وہ اپنی نسبت سلفیت کی طرف کرتا ہو۔"

آخر میں ڈاکٹر صالح بن عبداللہ المعبو لکھتے ہیں:

"والجامعة الاسلامية تبرأ الى الله تعالى ثم الى المسلمين ولاتهم وعامتهم من هذا التدليس ومن هذا الاسلوب المجافي للعلم النافع ومن هذا الجهل المتعمد وهو امر مجافي ما كنا نظنه به، وقت طلبه العلم في الجامعة ولا حول ولا قوة الا بالله العظيم"

ترجمہ: "مدینہ یونیورسٹی اللہ کی بارگاہ میں معافی کی طلب گار ہے اور مسلمانوں کے سامنے اس قسم کے جہل، دجل و فریب اور تحریف سے برأت کا اظہار کرتی ہے، ہمارے لیے اس شخص کا یہ رویہ بالکل غیر متوقع ہے، ہمیں اس کے اس جہل اور اس کے بدعقیدہ ہونے کا علم اس کے زمانہ طالب علمی میں نہیں ہو سکا۔"

آخر میں مدینہ یونیورسٹی کے قابل احترام چانسلر صاحب نے ناشرین کو بھی متنبہ کیا کہ وہ بغیر تحقیق کے کتابیں شائع نہ کیا کریں۔

اور آئندہ بھی جامعہ اسلامیہ المدینۃ المنورۃ پر کسی ایسی کتاب کی ذمہ داری نہیں ہوگی جس کی توثیق اس کی مجلس علمی نے نہ کی ہو۔

الفكر الإسلامي

د. العبود يعلن براءة الجامعة الإسلامية

المدينة المنورة - علي العمري:

أشاد مدير الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة في بيان له بما قام به أحد طلابها المتخرجين منها ويدعى شمس الدين محمد أشرف وما أقدم عليه من تحرٍّ وتحريف في رسالته المقدمة لنيل درجة الماجستير وطبع ذلك في كتب من تأليف عداء الماتريدية لعقيدة السلفية، والكتاب الآخر «جهود علماء الحنفية في إبطال عقائد القبورية».

ووضح البيان الحقائق والمراحل وشائع مادة البحث التي تقدم بها الدكتور والحيثيات التي أقيم عليها رسالته، وابتعاده عن ذلك عند الطباعة والتدليس في مضمونه مما ليس في الرسالة وما أجيز عليه.

وفيما يلي نص البيان الصادر عن د. صالح بن عبدالله العبود، مدير الجامعة الإسلامية.

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على رسوله الأمين والعاقبة للمتقين ولا عدوان إلا على الظالمين وبعد.

لقد وجدنا كتاباً مطبوعاً بعنوان «عداء الماتريدية للعقيدة السلفية» من تأليف شمس الدين السلفي الأفغاني وزعم أنه هو رسالة الماجستير التي حصل عليها من الجامعة الإسلامية، ونشرته مكتبة الصديق بالطائف.

كما وجدنا أيضاً كتاباً مطبوعاً آخر بعنوان «جهود علماء الحنفية في إبطال عقائد القبورية» تأليف شمس الدين الأفغاني، وهو المسمى نفسه بالشمس السلفي الأفغاني في الكتاب الأول، نشر دار الصميعي بالرياض. وزعم أنه رسالة الدكتوراه التي حصل عليها من الجامعة الإسلامية، والحقيقة هي:

أنه جرى تسجيل موضوع رسالة ماجستير بقسم الدراسات العليا بالجامعة الإسلامية عام ١٤٠٦هـ بعنوان «الماتريدية وموقفهم من توحيد الأسماء والصفات» للطالب الباكستاني شمس الدين محمد أشرف. وذلك على اعتبار أن الماتريدية أحد الفرق الإسلامية الكبرى كالأشعرية وغيرها، التي تدرس في قسم العقيدة بالجامعة، وعلى اعتبار أن الطالب المذكور قادم من بلد يكثر فيه الماتريدية وتربى في بيئتهم العلمية والعقدية منذ صغره في بلاده، ونشأ في صفوف الفرقة الملحقة، ونشأ وله الخبرة في ذلك من ... مشايخها وقال له تخرج من كلية الحديث بالجامعة عام ١٤٠٥هـ، ونال من علوم العقيدة الصحيحة ومنهج السلف في بلادنا ما يمكنه من بحث الموضوع بعلم وإنصاف وعدل بعيداً عما يتطلبه منه ويليق بالطالب ثمرة البحث وانتهائه بالوصول إلى نتيجة أن للإمام أبي منصور الماتريدي مثالب ومحاسن كثيرة منها ردوده القوية على الفرق المبطلة وموافقته لأهل السنة المحضة من السلف في إثبات بعض صفات الله تعالى ومعظم الأسماء الحسنى له تعالى، وأبواب النبوة والمعاد والقدر وخلق أفعال العباد وإبطال الجبر، بما يعد من صفاته التي لا تنسى في أتباعه ويشكر عليها ويثنى عليه بها.

وإن للماتريدية أو بعضهم هنا محاسن كثيرة من الزهد والتقوى والتأله والعبادة والإخلاص للإسلام والدفاع عنه ضد الفرق الضالة. وإن كان فيهم من الأعلام من اتبع هواها وابتدع جهلاً جرى تفصيل التعبير عن بعضه وكشفها بأسلوب علمي منصف.

والخلاصة أن الماتريدية بما عندهم من الحق من أهل السنة ... بما عندهم من الكلام المذموم في العقائد ومن التعطيل في

الجمعة

من تدليس الشمس الأفغاني



الأسماء الحسنى والصفات العلا لله تعالى الثابتة في الكتاب والسنة ليبرئ من أهل السنة المحضة بهذا الاعتبار وعلى هذا الكتاب حصل على الماجستير. ولم يوص له بالطبع والنشر. وحرصاً من الجامعة على منهجها في احترام العلماء والفقهاء، علماء المسلمين وفقهاء الأمة ومنهم علماء الحنفية، وتجنباً لما قد يفهم خطأ أنه تهجم على الحنفية اقترح عليه أن يكون عنوان أطروحته للدكتوراه: جهود علماء الحنفية في إبطال عقائد القبورية ليكون متمماً لموضوعه السابق وموضحاً وحرصاً على سلامة القصد وحسن النية تجاه إخواننا الحنفية أتباع الإمام أبي حنيفة رحمه الله فقبل ذلك الاقتراح ونشط له وسجله موضوعاً للدكتوراه وجد واجتهد حتى انتهى إلى النتائج التالية:

١- مقالة الحنفية الحقيقية التي تتبع العقيدة لأبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد أئمة الحنفية التي لا ينبغي أحد أن يدعو الله إلا به والقول أن يقول: أسألك بحق فلان من خلقك. والدعاء المأذون به المأمور به ما استفيد من قوله تعالى: «ولله الأسماء الحسنى فادعوه بها» الأعراف ١٨٠ ويكره قوله: بحق رسلك وأنبيائك وأوليائك أو بحق البيت الحرام.

٢- مقالة الفقهاء الحنفية: من قال: أرواح المشايخ حاضرة تعلم - يعني تعلم الغيب - كفر. ومن ظن أن الميت يتصرف في الأمور دون الله، واعتقده ذلك كفر.

٣- مقالة الإمام ولي الله الدهلوي حجة الحنفية: كل من ذهب إلى بلدة أجمير أو إلى قبر سالار مسعود أو ماشاكلها لأجل حاجة يطلبها فإنه آثم إثماً أكبر من القتل والزنى أليس مثله إلا مثل من كان يعبد المصنوعات أو مثل من كان يدعو اللات والعزى.

ولكننا فوجئنا بظهور الكتاب الأول عن الماتريدية مطبوعاً بعنوان مختلف ومضمون مختلف فعنوان الكتاب مختلف عن عنوان الرسالة ومضمون الكتاب مختلف عن مضمون الرسالة حتى اسم المؤلف مختلف عن اسم معد الرسالة ونسبته مختلفة عن نسبة معد الرسالة وقد تضمن الكتاب تغييراً وتبديلاً وتغليباً وزيادات وحشاه بالركاكة والسب وشحنه بالتناقض والاضطراب والتشنيع بما ليس له والإساءة إلى السلفية وإلى الجامعة الإسلامية.

ثم ثلاه بالطبعة الأخرى وهي ظهور الكتاب الثاني مطبوعاً لمؤلف باسم مختلف أيضاً عن اسم معد الرسالة ونقل على ورقة غلافه الداخلي عن طريق التصوير توقيع لجنة المناقشة على أصل الرسالة ليوهم القارئ ويلبس عليه أن جميع ما تضمنه هذا الكتاب المطبوع هو نص رسالة الدكتوراه التي أجازتها اللجنة بعد قيامه بتصحيحها وهذا من أشنع أنواع التدليس والتمويه.

وقد زاد في الكتاب ما ليس في الرسالة وما لا يقر عليه من تقسيمه السلفيين إلى متقحمين ومتشددين (ص ٣٠) ووصل حملته المفرطة في الجحود وعباراته الزائدة المنافية للأسلوب العلمي الرصين بقوله

نام کتاب : صلوۃ الرسول

مرتب : خبیب الرحمٰن لدھیانوی

صفحات : ۴۸

سائز : پاکٹ سائز

ناشر : تحریک فکر قرآن وحدیث فیصل آباد

قیمت : ۶

مذکورہ کتابچہ میں احادیث مبارکہ کی روشنی میں نماز کا تذکرہ کیا گیا ہے، خاص کر متنازع مسائل میں زیادہ احادیث ذکر کی گئی ہیں۔ (ن۔ا)

☆

بقیہ : اثر کرے نہ کرے، سُن تو لے میری فریاد

ہو۔ حالانکہ ہمارے ہاں امام میت کے سینے کے محاذی کھڑا ہوگا میت خواہ مرد ہو یا عورت یہ مسئلہ مسائل بہشتی زیور صفحہ ۹۸ پر لکھا ہے۔

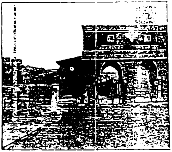
(۱۳) فرماتے ہیں "اگر کسی آدمی کو نماز جنازہ نہ ملی ہو تو وہ میت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ لے لیکن ایک ماہ کے اندر اندر، ایک ماہ کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں" حالانکہ ہمارے ہاں قبر پر صرف اُس میت کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا جسے بلا نماز دفن کر دیا گیا ہو۔ جس کا جنازہ پڑھا گیا ہو اُس کی قبر پر جنازہ پڑھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ تعلیم الاسلام حصہ چہارم صفحہ ۴۰ پر لکھا ہے کہ جنازے کی نماز کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ میت نماز پڑھنے والے کے سامنے موجود ہو۔ اور قبر میں مدفون میت سامنے نہیں ہوتی بلکہ نظروں سے غائب ہوتی ہے۔

قارئین گرامی! "اہم دینی مسائل" نامی کیسٹ میں مذکورہ بالا مسائل فقہ حنفی سے متصادم ہیں۔ ایک جاہل آدمی جب اسے سنے گا تو وہ اپنے مسلک کے بارہ میں تذبذب کا شکار ہو جائے گا۔ کیونکہ اُسے بتایا گیا ہوگا کہ یہ کیسٹ حرمین شریفین سے آئی ہے اور اس کے تمام مسائل قرآن وحدیث سے ماخوذ ہیں۔

حضرات گرامی! خدارا اپنے ایمانوں کو دور حاضر کے فتن سے بچانے کے لیے تقلید کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیجیے۔ بصورت دیگر الحاد و زندقہ آپ کی راہ تک رہا ہے۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو سلف صالحین کی اتباع پر قائم و دائم رکھے اور اُنہی کے مسلک حقہ پر ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔

اثر کرے نہ کرے سن تو لے میری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

٥ ربيع الأول ١٤١٧ هـ ـ [illegible] ١٩٩٦م ـ العدد ٨٤٥٦



مقر الجامعة الإسلامية

الطحاوي القاهرة ص ٢٣ ومثل قوله: ص (٣١) إن المذهب الحنفي أبعدنا ـ أي المذاهب الثلاثة ـ المالكي والشافعي والحنبلي ـ عن السنة والتحقيق.

ويفهم من قوله هذا أن هذه المذاهب الفقهية السنية بعيدة عن السنة والتحقيق وأن الحنفي أبعدها وهذا قول متعصب باطل. لا يحوم إلا حاقد مركب وأي [illegible] من السنة.

والجامعة الإسلامية تبرأ إلى الله تعالى [illegible] وأنهم وعادتهم [illegible] الأسلوب [illegible] الحقل [illegible] الجامعة. [illegible] العقل [illegible]

الناشرين على نشر مثل هذا الذي بما كان تسويق للإثارة والفتنة والكسب المادي. فعلى أي شيء استند الناشر في نشره مثل هذه الكتب؟ والتوجيه والإعلام لسائر الجامعة لا تتحمل المسؤولية العلمية لأي كتاب يصنع مما يكون من مطبوعات مجلسها العلمي.

هذا ما لزم بيانه والله الهادي إلى سواء السبيل وصلى الله وسلم وبارك على المرسل رحمة للعالمين وعلى آله وصحبه أجمعين والتابعين وتابعيهم بإحسان إلى يوم الدين.

مدير الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة

د. صالح بن عبدالله العبود

مجلة البحوث الإسلامية

[illegible]

الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء

رئيس التحرير

محمد بن سعد الشويعر

مجلة فصلية تعنى بالبحوث الإسلامية
تصدر كل أربعة أشهر مؤقتًا

[illegible] التاريخ [illegible] هـ
الرياض ص.ب [illegible]

هيئة الإشراف: سماحة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز

فضيلة الشيخ عبد الله بن سليمان بن منيع

فضيلة الشيخ محمد بن عودة

فضيلة الشيخ عثمان الصالح

أسرة التحرير: جمال النصري
عبد الله البغادي
محمد بن عبد الرحمن آل إسماعيل

حكم الطلاق الثلاث بلفظ واحد

هذا ما تيسر إعداده، وبالله التوفيق، وصلى الله على محمد وعلى آله وصحبه وسلم.

حرر في ١٩/٩/١٣٩٢هـ

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

عضو	عضو	نائب الرئيس	رئيس اللجنة
عبد الله بن سليمان بن منيع	عبد الله بن عبد الرحمن بن غديان	عبد الرزاق عفيفي	إبراهيم بن محمد آل الشيخ

القرار

بعد الاطلاع على البحث المقدم من الأمانة العامة لهيئة كبار العلماء والمعد من قبل اللجنة الدائمة للبحوث والإفتاء في موضوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد.

وبعد دراسة المسألة وتداول الرأي واستعراض الأقوال التي قيلت فيها ومناقشة ما على كل قول من إيراد توصل المجلس بأكثريته إلى اختيار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثًا. حرر في ١٢/١١/٩٣هـ.

سعودی عرب کے جید علماء کی نامزد و منتخب تحقیقاتی کمیٹی

''مجلس ہیئت کبار العلماء'' کے سامنے ''طَلُقَاتُ ثَلاثٌ بِلَفظٍ وَاحِدٍ'' کا مسئلہ پیش ہوا۔اس مسئلے کے متعلق ربیع الثانی ۱۳۹۳ء کو مجلس کا ایک اجلاس منعقد ہوا جسمیں ایک مجلس کی اکٹھی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے یا صرف ایک واقع ہونے کے دلائل پیش کئے گئے پھران کا تجزیہ ومناقشہ کیا گیا۔

مسلسل چھ ماہ (۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ) تک یہ مسئلہ زیر بحث رہا۔ انتہائی محنت وعرق ریزی کے ساتھ اس مسئلے سے متعلق قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر وحدیث کی سینتالیس کتابیں کھنگا لنے اور سیر حاصل بحث کرنے کے بعد کمیٹی کی اکثریت نے واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا کہ''ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں اگرچہ تین کی نیت نہ بھی ہو۔رجوع یا نکاح کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ۔الا یہ کہ وہ عورت حلالہ کے طور پر کسی اور شخص سے نکاح کرے اور وہ اسے طلاق دیدے تب وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہوسکتی ہے۔اور اس طریقے پر طلاق دینا اگرچہ حرام وناجائز ہے لیکن واقع تینوں ہی طلاقیں ہوجاتی ہیں۔ یہ قانون حضرت عمر فاروقؓ کے دور مبارک میں منعقدہ اجماع صحابہ کی روشنی میں امت اسلامیہ اہلسنت کا متفقہ مسلک وموقف چلا آرہا ہے''۔اس سیر حاصل بحث کی کاروائی کا مکمل متن ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے جسکو کمیٹی کی''ذیلی شاخ''''اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء'' نے تفصیلی رپورٹ کی شکل میں مرتب کر کے کمیٹی کے''مرکزی بورڈ'' کے سامنے پیش کیا۔اس تفصیلی رپورٹ وکاروائی کے اخیر میں ذیلی شاخ ''اللجنة'' کے رئیس ابراہیم بن محمد آل الشیخ کے علاوہ نائب الرئیس عبدالرزاق عفیفی نیز دیگر دو ارکان عبداللہ بن سلیمان بن منیع اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن غدیان کے دستخط بھی ثبت ہیں۔

اس کے بعد ۱۲ ذیقعد ۱۳۹۳ھ کو کمیٹی کے''مرکزی بورڈ'' نے اسی تفصیلی رپورٹ کی روشنی میں ایک

قرارداد پاس کی جس کے متن کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے "طلقات ثلاث بلفظ واحد موضوع پر وہ سابقہ بحث جو ہمیشہ کبار العلماء کی منتخب ونامزد کمیٹی نے پیش کی ہے۔ اور جس کو اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والافتاء نے مدون ومرتب کیا ہے ہم نے اس پر اطلاع پائی اس مسئلے پر کامل بحث وتحقیق وتبادلہ خیالات اور جملہ اقوال ومسالک کی چھان بین اور مناقشہ وتجزیہ کے بعد ارکان کمیٹی کی اکثریت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ لفظ واحد سے طلقات ثلاث کے بارے میں تینوں ہی طلاقوں کے وقوع ونفاذ کا قول اختیار کیا جائے" ۱۳۹۳/۱۱/۱۲ھ

یہ رپورٹ قرارداد نو صفحات پر حاوی ہے۔

یہ پوری بحث وکاروائی مع قرارداد حکومت سعودیہ نے اپنے رسالہ "مجلة البحوث الاسلامیہ" (۱۳۹۷ھ، محرم ۱۴۱۳ھ) (الریاض المملکة العربیہ السعودیہ) میں شائع کی ہے۔ یہ مجلہ اس وقت شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں شائع ہوتا تھا۔

جلالۃ الملک خادم حرمین حفظہ اللہ نے جہاں توسیع حرمین، تزئین مدینہ، طباعت قرآن کریم، عالمی زبانوں کی تفاسیر کی اشاعت جیسے شاندار کارنامے انجام دیے وہیں اہلسنت والجماعت کے موقف کے مطابق "طلقات ثلاث بلفظ واحد" جیسے معرکۃ الاراء اختلافی مسئلے کی تجدید واحیاء نو فرما کر اور مسلمانوں کو حرام سے محفوظ فرما کر امت اسلامیہ پر عظیم احسان فرمایا ہے۔ فجزاھم اللہ خیر الجزاء

جو اس مسئلے سے اختلاف کر کے اکٹھی تین طلاقوں کی ایک ہی طلاق ماننے پر اصرار کرتے ہیں ان حضرات پر سعودیہ عربیہ کا یہ فیصلہ حجت قاطعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

حق کے متلاشی کیلئے تردد کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اگرچہ سعودی عرب کے کبار علماء کی اس تحقیقاتی کمیٹی میں ایک بھی حنفی عالم موجود نہ تھا بایں ہمہ شاید بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہو کہ اکٹھی تین طلاقوں ماننا صرف علماء احناف کا مسلک ہے مگر حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ یہ چاروں مذاہب کے آئمہ واصحاب کے ہاں قطعی متفقہ ومسلمہ ہے۔

خیر الفتاوی (جلد پنجم) سے تلخیص

کتاب الطلاق (حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمۃ اللہ علیہ)

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ. أَمَّا بَعْد:

دین اسلام خدا تعالیٰ کا کامل دین ہے اور آخری بھی ہے۔ اور صرف اور صرف ایک ہی دین ہے جو محفوظ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ احکام شرعیہ کا کلی علم رسول اقدس ﷺ کو عطا فرما دیا گیا۔ ان ہی کلیات کی تعبیر وتشریح اور تفصیل آئمہ مجتہدین نے فرمائی۔ اور دین کی کاملیت کو آفتاب نیمروز کی طرح ظاہر وباہر فرما

دیا۔ اسلام کی کامل تعبیر وتشریح جو خیر القرون میں ہی مرتب ہوئی اور اسی دن سے آج تک شہرت عام بقائے دوام کی لازوال سعادت سے مشرف ہوئی، اس کا نام فقہ حنفی ہے۔ مشہور اور مسلم مقولہ ہے کہ وبضدھا تتبین الاشیاء چراغ تاریکی میں چمکتا ہے۔ دوسرے ادیان کو دیکھو آپ کو ایک جز بھی طہارت، عبادات، معاملات، سیاسیات، معیشت، معاشرت کی جزئیات پر نہیں ملے گا۔ ہر طرف ظلمات بعضھا فوق بعض کی طرح نہ ختم ہونے والی تاریکی ہے۔ لیکن اسلام میں ایک ایک کتاب کے سینکڑوں صفحات ملیں گے۔ جن میں ہزاروں جزئیات ہوں گی۔ آپ کوئی ٹیڑھی سے ٹیڑھی اور پیچیدہ سے پیچیدہ صورت مسئلہ بنا کر پیش کریں۔ مفتی صاحبان اصول شریعت سے اس کا حکم آپ کو بتا دیں گے۔

یہ خیر الفتاویٰ کی پانچویں جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ عبادات سے متعلق نہیں، معاملات سے متعلق ہے۔ اور تمام معاملات بھی نہیں صرف طلاق کے مسائل پر مشتمل ہے، جو معاشرہ کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ آپ دنیا بھر کی لائبریریوں کی سیر کر لیں۔ عیسائی، یہودی، ہندو، بدھسٹ، جین مت جیسے دین کے دعوے داروں کے ہاں تلاش کریں۔ اس جلد کا سواں حصہ بھی کسی مذہب میں طلاق کی جزئیات نہیں ملیں گی۔

حضرات مجتہدین اور مفتیان کرام پورے دین کے محافظ اور پہرے دار ہیں۔ اور تفصیل وتشریح بھی فرماتے ہیں۔ جامعہ خیر المدارس ایک بین الاقوامی یونیورسٹی ہے۔ اس جامعہ کے بانی عارف کامل جامع بین الشریعۃ والطریقۃ استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہٗ تھے۔ خالق کائنات نے رنگا رنگ مخلوق پیدا فرمائی۔

ع اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

ان میں انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ اور اس میں دو قسم کی شہوت رکھ دی۔ ایک شہوت بطن، دوسری شہوت شرم گاہ۔ شہوت بطن بقاء اصل کے لئے ہے۔ تاکہ انسان کو بھوک لگے۔ وہ کھائے پئے اور اس مشینری کے چلنے کے لئے خون کا پٹرول پیدا ہوتا رہے۔ اور شہوت شرمگاہ بقائے نسل کے لئے ہے۔

تورات اور طلاق

تورات میں ہے: ''اگر کوئی مرد کسی عورت سے بیاہ کرے۔ اور پیچھے اس میں کوئی ایسی بیہودہ بات پائے جس سے اس عورت کی طرف التفات نہ رہے تو وہ اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے۔ اور جب وہ اس کے گھر سے نکل جائے تو وہ دوسری مرد کی ہو سکتی ہے۔ پھر اگر دوسرا شوہر بھی اس سے ناخوش رہے اور اس کا طلاق نامہ لکھ کر اس کے حوالے کرے اور اسے اپنے گھر سے نکال دے یا وہ دوسرا شوہر جس نے اس سے بیاہ کیا ہو مر جائے تو اس کا پہلا شوہر جس نے اسے نکال دیا تھا، اس عورت کے ناپاک ہو جانے کے بعد پھر اس سے نکاح نہ کرنے پائے۔ کیونکہ ایسا کام خدا

وند کے ہاں مکروہ ہے۔(استثناء(۲۴:۱-۴) دیکھئے یہاں نہ طلاق کی تعداد معین ہے اور نہ ہی طلاق کی کوئی عدت ہے جس میں دونوں کو سوچ بچار کا موقع ہو۔ یا برادری واحباب ان کو سمجھا سکیں۔

انجیل اور طلاق

اور فریسیوں نے پاس آ کر اسے آزمانے کے لئے اس سے پوچھا کیا یہ روا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو چھوڑ دے؟ اس نے ان سے جواب میں کہا کہ موسیٰ نے تم کو حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا موسیٰ نے تو اجازت دی ہے کہ طلاق نامہ لکھ کر چھوڑ دیں۔ مگر یسوع نے ان سے کہا کہ اس نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تمہارے لئے یہ حکم لکھا تھا۔ لیکن خلقت کے شروع سے اس نے انہیں مرد اور عورت بنایا۔ اسلئے مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور وہ اور اس کی بیوی دونوں ایک جسم ہوں گے۔ پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے۔ اور گھر میں شاگردوں نے اس سے اس کی بابت پھر پوچھا۔ اس نے ان سے کہا جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اس پہلی کے برخلاف زنا کرتا ہے۔ اور اگر عورت اپنے خاوند کو چھوڑ دے اور دوسرے سے بیاہ کرے تو زنا کرتی ہے۔" (مرقس ۱۰:۲-۱۲) جناب یسوع نے طلاق کا جواز ہی ختم کر دیا۔

اسلام اور طلاق

یہود کے ہاں طلاق پر کوئی پابندی نہیں اور عیسائیوں کے ہاں طلاق جائز ہی نہ تھی۔ اسلام نے طلاق کو نہایت ناپسندیدہ تو فرمایا، بوقت ضرورت اس کو حلال بھی فرمایا۔ مگر یہ پابندی لگا دی کہ مرد کو زیادہ سے زیادہ تین طلاق کا حق ہے۔ جب اس نے تین کی گنتی پوری کر دی تو اب اسے رجوع کا تو حق کیا ہوتا اس عورت سے نکاح کا بھی حق نہیں ہے۔

دور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دور نبوی ﷺ میں حضرت ابو درداءؓ، حضرت رفاعہ قرظیؓ، حضرت عبادہؓ کے والد نے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دیں تو آنحضرت ﷺ نے اسلامی حکم کے مطابق یہی فرمایا کہ اب تم ان سے نکاح نہیں کر سکتے، جب تک وہ دوسرے خاوند سے نکاح نہ کریں۔ ایک بھی صحیح صریح غیر معارض حدیث پیش نہیں کی جا سکتی کہ کسی مدخولہ عورت کو طلاق ہوئی ہو۔ اور اسے تین طلاق کہا گیا ہو اور پھر آنحضرت ﷺ نے اس بیوی کو رکھنے کی اجازت دی ہو۔

دورِ صدیقی رضی اللہ عنہ

رسول رحمت ﷺ کے بعد پیکر صداقت حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ بلافصل بنے۔ آپ کے زمانہ خلافت میں بھی ایک واقعہ پیش نہیں کیا جا سکتا کہ کسی آدمی نے اپنی بیوی کو کہا ہو تجھے تین طلاق اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے تم بیوی کو پھر رکھ لو۔

دورِ فاروقی رضی اللہ عنہ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت کے دور سے تیسرے سال مسائل شرعیہ کے بارہ میں بھی اعلانات فرمائے۔ آپؓ نے حرمت متعہ کے حکم کا تاکیدی اعلان فرمایا۔ اور یہ کہ جس عورت کو کہا جائے تجھے تین طلاق وہ تین ہی شمار ہوں گی، اور بیس رکعت تراویح باجماعت پر لوگوں کو جمع فرمایا اور کسی ایک شخص نے بھی اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔ کتاب وسنت کے ان احکام پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا

دورِ عثمانی رضی اللہ عنہ

حضرت عثمانؓ یا ان کے دور خلافت کے کسی مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے تم رجوع کر لو۔ اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔

دورِ مرتضوی رضی اللہ عنہ

اور دورِ مرتضوی میں ایک بھی نام نہیں لیا جا سکتا کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق یا سو طلاق وغیرہ کہا ہو اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ یا ان کی خلافت کے کسی مفتی نے یہ فتویٰ دیا ہو کہ یہ ایک رجعی طلاق ہے۔ تم پھر بیوی کو رکھ لو۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

آپ نے خود اپنی بیوی کو غصہ میں فرمایا کہ تجھے تین طلاق۔ پھر آپ اس پر پریشان ہوئے مگر کہیں سے یہ فتویٰ نہ مل سکا کوئی مفتی نہ تھا جو یہ فتویٰ دیتا کہ جب آپ دونوں مل بیٹھنا چاہتے ہیں تو دوبارہ نکاح کر لیں۔

دورِ تابعین

رافضیوں نے ایک شرارت کی۔ ایک بوڑھے کو کہا کہ تو یہ حدیث لوگوں کو سنایا کر کہ حضرت علیؓ کو رسول اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ہی دفعہ تین طلاق دے تو اس کو ایک قرار دیا جائے

گا۔ وہ بوڑھا خفیہ خفیہ بیس سال تک اس کو بیان کرتا رہا۔ حضرت امام اعمشؒ کو اس کی بھنک لگی تو فوراً اس بوڑھے کے پاس پہنچے تو اس نے اپنی غلط بیانی کا اعتراف کیا۔ اس طرح پہلی صدی میں رافضیت کا ڈنک نہ چل سکا۔ اور کوئی حرام کو حلال نہ کر سکا۔ دور تابعین ۱۷۰ھ تک ہے۔ اسی دور میں ۱۳۵ھ سے ۱۵۰ھ تک مذہب حنفی مدون ہو گیا۔ جو کتاب وسنت کی پہلی جامع اور مکمل تعبیر وتشریح تھی۔ اور یہ مذہب اس دور میں تواتر سے پھیل گیا۔ اور آج تک متواتر ہے۔ اس میں بھی ایک مجلس کی تین طلاق کو تین ہی قرار دیا گیا۔ اور ایک آواز بھی کسی صحابی یا تابعی کی طرف سے اس کے خلاف نہ اٹھی۔ امام محمدؒ کتاب الآثار میں واشگاف الفاظ میں تحریر فرما رہے ہیں: لا اختلاف فیہ۔ اس مسئلہ میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

دور تبع تابعین

یہ دور ۲۲۰ھ تک ہے۔ اس دور میں امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے مذاہب مدون ہوئے۔ ان تینوں مذاہب میں بھی بالاتفاق یہی مسئلہ لکھا گیا کہ ایک مجلس میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی ہیں۔

تیسری صدی

اب مذاہب اربعہ کا چلن عام تھا۔ اگر کوئی صاحب ہمت کر کے تاریخ کے کسی مستند حوالہ سے ایسا آدمی تلاش کر دیں تو ہم فی حوالہ ایک ہزار روپے انعام دیں گے۔ اس دور میں بھی مذاہب اربعہ کا ہی چلن تھا کہ ایسی عورت سے رجوع کا کوئی حق نہیں۔ اسی صدی میں مسند امام احمد، دارمی، بخاری، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، کتب حدیث مدون ہوئیں۔ ان میں سے کسی ایک محدث نے بھی مذاہب اربعہ کے خلاف کوئی فتویٰ نہیں دیا۔

چوتھی صدی ہجری

اہل سنت مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک مذہب کی تقلید کرتے تھے۔ جو اس علاقے میں درساً وعملاً متواتر ہوتا، خواہ وہ فقیہ ہو یا قاضی محدث ہو یا مفسر، اس صدی کے تقریباً ۲۰۲ جلیل القدر محدثین کا تذکرہ ذہبی نے کیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک بھی سنی محدث کے بارے میں کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ غیر مقلد تھا۔ اور طلاق ثلاثہ میں مذاہب اربعہ کے خلاف فتویٰ دیتا تھا۔

پانچویں صدی

اس صدی کے ممتاز علماء سب کے سب مذاہب اربعہ میں سے کسی کے مقلد تھے۔ امام بیہقی نے السنن الکبریٰ جلد ہفتم میں تین طلاق کے مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ لیکن مذاہب اربعہ کے اجماعی

مسئلہ طلاق ثلاثہ کے خلاف ایک فقرہ بھی کسی کے زبان وقلم پر نہ آیا۔

چھٹی صدی

اس صدی میں بھی تمام عالم اسلام کے اہل سنت والجماعت فقہاء اور محدثین مذاہب اربعہ ہی میں سے کسی نہ کسی کے مقلد تھے۔

ساتویں صدی

یہ دور بھی اسلامی ترقی اور عروج کا دور تھا۔ علم وعمل اور اخلاص کا دور دورہ تھا۔ فقہاء کی گرفت مضبوط تھی۔ امام طریقت قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ۔

سعودی علماء کرام کی سپریم کونسل کا فیصلہ

حکومت سعودیہ نے اپنے ایک شاہی فرمان کے ذریعے حرمین شریفین اور ملک کے دوسرے نامور ترین علماء کرام پر مشتمل ایک تحقیقاتی مجلس قائم کر رکھی ہے۔ جس کا فیصلہ تمام ملکی عدالتوں میں نافذ ہے، بلکہ خود بادشاہ (سلمہٗ اللہ) بھی اس کا پابند ہے۔ اس مجلس میں ''طلاق ثلاثہ'' کا مسئلہ پیش ہوا۔ مجلس نے اس مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث کی نصوص کے علاوہ تفسیر وحدیث کی سینتالیس (۴۷) کتابیں کھنگالنے اور سیر حاصل بحث کے بعد صاف اور واضح الفاظ میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ ''ایک مجلس میں ایک لفظ سے دی گئی تین طلاقیں بھی تین ہی ہیں۔'' بحث ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ میں ہوئی تھی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے۔

اس مجلس میں یہ اکابر علماء موجود تھے جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ الشیخ عبدالعزیز باز
۲۔ الشیخ عبداللہ بن حمید
۳۔ الشیخ محمد الامین الشنقیطی
۴۔ الشیخ سلیمان بن عبید
۵۔ الشیخ عبداللہ خیاط
۶۔ الشیخ محمد الحرکان
۷۔ الشیخ ابراہیم بن محمد آل الشیخ
۸۔ الشیخ عبدالرزاق عفیفی
۹۔ الشیخ عبدالعزیز بن صالح
۱۰۔ الشیخ صالح بن غصون
۱۱۔ الشیخ محمد بن جبیر
۱۲۔ الشیخ عبدالمجید حسن
۱۳۔ الشیخ راشد بن حنین
۱۴۔ الشیخ صالح بن الحیدان
۱۵۔ الشیخ ظھار عقیل
۱۶۔ الشیخ عبداللہ بن غدیان
۱۷۔ الشیخ عبداللہ بن سلیمان بن منیع ودیگر علماء کرام اس میں شریک تھے۔

ان حضرات نے قرآن وحدیث اور اجماع کی روشنی میں اپنے اکثریتی فیصلے میں یہی قرار دیا ہے

کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

قرآن کریم کی تین آیات، تقریباً ساٹھ احادیث مرفوعہ وموقوفہ اور اتفاق جمہور اور سلف صالحین کی تمیں تصریحات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مدخول بہا پر ایک مجلس کی تین طلاقیں، تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ سلف صالحین میں کوئی بھی قابل اقتداء ایسی شخصیت نہیں ہے جو اس کے خلاف کی قائل ہو۔ چنانچہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

اِعْلَمْ اَنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مِنَ التَّابِعِيْنَ وَلَا مِنْ اَئِمَّةِ السَّلَفِ الْمُعْتَمَدُ بِقَوْلِهِمْ فِيْ الْفَتَاوىٰ فِيْ الْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ شَيْءٌ صَرِيْحٌ فِيْ اَنَّ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ بَعْدَ الدُّخُوْلِ يُحْسَبُ وَاحِدَةً اِذَا سَبَقَ بِلَفْظٍ وَّاحِدٍ ذَكَرَهُ اِبْنِ عَبْدُ الْهَادِى عَنْ اِبْنِ رَجَبٍ رَحْمَهُ اللّٰهُ.

(رسالہ "الطلاق الثلاث" ص ۳۶۶)

گزشتہ صفحات میں جو دلائل و احادیث ذکر کی گئی ہیں ان کی روشنی میں ہم یہاں پر ان حضرات کی مختصر فہرست ذکر کرنا چاہتے ہیں جو ایک مجلس کی تین طلاقوں کے قائل ہیں۔

حق جل شانہٗ اور نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت عمر بن الخطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت انسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما، حضرت ابوقتادہؓ، حضرت عبداللہ بن مغفلؓ، حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، حضرت مکحول رحمہ اللہ، حضرت قتادہ رحمہ اللہ، حضرت امام شعبی رحمہ اللہ، امام زہری رحمہ اللہ، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ، حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ، حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ، حضرت حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ، حضرت مصعب بن سعید رحمہ اللہ، حضرت ابو مالک اور حضرت عبداللہ بن شداد رحمہما اللہ، حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ، حضرت امام جعفر صادقؒ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ، حضرت امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ، حضرت مروان بن الحکم رحمہ اللہ، حضرت سلیمان بن اعمش کوفی رحمہ اللہ اور حضرت مسروق رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ، امام قاضی ابو یوسف، امام محمد، امام مالک، امام شافعی رحمہما اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، حضرت امام اوزاعی و سفیان ثوری و اسحاق و نووی و بخاری رحمہم اللہ و دیگر علماء و فقہائے امت۔

اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ اور جمہور کا اتفاق نقل کرنیوالے حضرات کے اسماء گرامی

امام بخاری رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ، علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ، ملا علی قاری رحمہ اللہ، امام

قرطبی رحمہ اللہ، شیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ، شیخ ابو بکر رازی المعروف بالجصاص رحمہ اللہ، مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ، مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ فی اعلاء السنن، قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ، شیخ عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ فی کتابہ المغنی سید عبداللہ بن مظفر حسین خدر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ، علامہ ابن رشد و علامہ محمد امین المعروف بابن عابدین و شیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید المعروف بابن ہمام الحنفی رحمہ اللہ، شیخ محمود بن صدر الشریعہ و عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ و شیخ محمد امین الشنقیطی رحمہما اللہ و مفتی تقی عثمانی صاحب مصنف تکملہ فتح الملہم، علامہ حبیب الرحمٰن الاعظمی و دیگر فقہائے امت۔

حضرات علماء کرام نے ایک مجلس میں طلاق ثلاثہ کے نفاذ والے مسئلے کو ان مسائل اجماعیہ میں شامل کیا ہے۔ جس کے خلاف قضاء قاضی بھی نافذ نہیں ہے، بلکہ قاضی کا اس کے خلاف کیا ہوا فیصلہ ایسے ہی ناقابل قبول ہوگا جیسے صریح قرآن و سنت یا اجماع امت کے خلاف قاضی کا فیصلہ مردود قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ بحرالرائق میں ہے:

"وَلا حَاجَةَ اِلَى الْاِشْتِغَالِ بِالْاَدِلَّةِ عَلٰى رَدِّ قَوْلِ مَنْ اَنْكَرَ وُقُوْعَ الثَّلَاثِ جُمْلَةً لِاَنَّهٗ مُخَالِفٌ لِلْاِجْمَاعِ كَمَا حَكَاهُ فِي الْمِعْرَاجِ وَلِذَا قَالُوْا لَوْ حَكَمَ حَاكِمٌ بِاَنَّ الثَّلَاثَ بِفَمٍ وَّاحِدٍ وَّاحِدَةٌ لَمْ يَنْفُذْ حُكْمُهٗ لِاَنَّهٗ خِلَافٌ لَا اخْتِلَافٌ." (بحرالرائق ص ٢٥٧، ج ٣) کہ اگر قاضی یا حاکم اس اجماع کے خلاف فیصلہ کردے تو وہ نافذ نہیں ہوگا کیونکہ یہ خلاف ہے نہ کہ اختلاف۔

تفصیل بالا کے مطابق کسی اہل فہم و اہل دیانت کو اس میں شبہ نہیں رہنا چاہئے کہ یہی مسئلہ حق ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

گزشتہ صفحات میں قرآن و سنت آثار صحابہ و تابعین فقہائے کرام وائمہ مجتہدین مفسرین و محدثین اور اجماع امت کی تصریحات سے اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوں گی۔ (نیت تاکید کی صورت زیر بحث نہیں) اس مسئلہ کے اثبات کے لئے دلائل بالا صرف کافی ہی نہیں بلکہ اس سے بھی اوپر ہے۔ (خیر الفتاویٰ جلد ۵ ص ۴۵۰)

(بشکریہ گلدستہ تفاسیر جلد اول)

ائمہ حرمین شریفین کے فقہی مذہب، اجماع وقیاس
کی حجیت وشرعی حیثیت کے متعلق

حرمین شریفین کے امور کے سربراہ الشیخ
محمد بن عبداللہ السبیل کا مکتوب گرامی اور فتویٰ

عکس
مکتوب امام کعبہ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية
الرئاسة العامة لإدارات البحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد
الرئيس العام

الرقم ۱/۹۲
التاريخ ۱۵/ ۶/ ۱٤۱٤
المشفوعات ۱

باكستان - مدينة رحيم يارخان - جامعة المعارف الإسلامية.

الأخ الفاضل الأستاذ بشير أحمد حسيم الله بخش

مدرس أول تفسير القرآن والحديث حفظه الله

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته، وبعد :-

فقد وصلني خطابكم الكريم والذي تستفسرون فيه عن صحة القول بأن أئمة الحرمين الشريفين حنبليون مقلدون يردون أحاديث الرسول صلى الله عليه وسلم بأقوال أئمتهم، فأقول وبالله التوفيق.

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن اهتدى بهداه وبعد :-

لقد دأب أعداء الإسلام في الماضي والحاضر على هدم كيان الإسلام في نفوس أبنائه، وكان من وسائلهم الخبيثة أن سلكوا طريق التشكيك في الفقه والفقهاء وسخروا بعض الجهلة والبسطاء فأثاروا المسائل الخلافية على أتباع المذاهب ليوقعوا العداوة بينهم ويشغلوهم بها عن الأمور الهامة التي تحيط بهم من جهة، وليفقد المسلمون الثقة بفقهائهم وعلمائهم من جهة أخرى، مما يجعلهم ينسلخون من أحكام دينهم ومذاهبهم، فيقعون في شرك الأهواء والآراء.

ولقد تنبه لهذه الأساليب في الماضي الأئمة الأعلام فكشفوا النقاب عن وجوه أعداء الإسلام وتحدثوا في جميع مسالكهم، وألفوا الكتب المشهورة والكبيرة في توضيح حقيقة الاختلاف بين الفقهاء، وفرقوا بين الاختلاف في الأصول والفروع، وبينوا للناس سوء النيات وسوء الغايات. يقول شيخ الإسلام ابن تيمية إثر بحثه لبعض المسائل الفقهية الخلافية قال: (ومثل ذلك صار وزير التتر يلقي الفتنة بين مذاهب أهل السنة حتى يدعوهم إلى الخروج من السنة والجماعة ويوقعهم في مذاهب الرافضة وأهل الإلحاد).

وأما كونهم حنابلة فنعم، هم على مذهب إمام أهل السنة أحمد بن حنبل رحمه الله الذي أجمع العلماء على تسميته إمام أهل السنة، فمن يطعن في أتباعه لعملهم بالسنة فقد طعن على إمامهم في ...

يتبع

[illegible]

المملكة العربية السعودية
الرئاسة العامة لشئون المسجد الحرام والمسجد النبوي
الرئيس العام

الرقم: ١/٩٢
التاريخ: ١٥/٦/١٤١٢ هـ
المشفوعات: ـ

أما القول بأنهم يردون أحاديث الرسول صلى الله عليه وسلم ·
فنقول : سبحانك هذا بهتان عظيم هم براء منه · بل يبرأ من يحصل
ذلك ولو وقع لأحدهم من ترك العمل بحديث من أحاديث الرسول
صلى الله عليه وسلم فينبغي أن يحمل ذلك على عدم العلم به أو عدم ثبوت
الحديث عند من تركه أو نسيان الحديث أو اعتقاد عدم دلالته أو اعتقاد
وجود معارض أو اعتقاد ضعفه لمعارض أو معارضته بما لا يصلح للمعارضة ·
وختاما فإنه ينبغي للمسلمين اليوم أن يسعهم ما وسع سلفهم الصالح ·
وأن لا يضيقوا على أنفسهم في أمر قد جعل الله فيه سعة · أسأل الله سبحانه
وتعالى أن يجمع كلمة المسلمين على الحق وأن يجعلنا هداة مهتدين · والله
يرعاكم · والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته · ... ...

الرئيس العام
لشئون المسجد الحرام والمسجد النبوي
وإمام وخطيب المسجد الحرام
محمد بن عبد الله السبيل

بشکریہ مولانا عبد الغنی طارق صاحب مدظلہ
بسم اللہ آمرن سٹور رحیم یار خان

مکتوب الشیخ محمد بن عبداللہ السُّبیّل
سربراہ مسجد حرام و مسجد نبوی

بسم الله الرحمن الرحیم

مملکۃ عربیہ سعودیہ حوالہ ۱/۹۲

امور مسجد حرام و مسجد نبوی کے مرکزی ادارہ کے سربراہ کی جانب سے مورخہ ۱۵-۶-۱۴۱۳ھ

الاخ الفاضل الاستاذ بشیر احمد حسیم اللہ بخش مدرس اول تفسیر القرآن والحدیث (حفظہ اللہ)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از اسلام مسنون------- پس تحقیق آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔
آپ نے اس بات کی صحت کے متعلق وضاحت طلب کی ہے کہ کیا آئمہ حرمین شریفین مقلد ہیں؟ اور حنبلی ہیں؟ اور کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کو اقوال آئمہ کی وجہ سے رد کرتے ہیں؟

سو اللہ کی توفیق سے میں کہتا ہوں۔ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور درود و سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و اصحاب پر اور ان لوگوں پر جو آپ کی راہ پر چلے آپ کی راہنمائی کی بدولت۔

حمد و صلوۃ کے بعد------ البتہ تحقیق اعداء اسلام کی عادت رہی ہے ماضی و حال میں اسلام کی بیخ کنی کرنے پر ابناء اسلام کے قلوب سے۔ اور ان کے وسائل خبیثہ

میں سے ہے کہ وہ فقہ و فقہاء کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے راستے پر چلے اور بعض جاہلوں اور بے وقوفوں کو مسخر کیا۔ سو انہوں نے مذاہب کے متبعین (یعنی مقلدین) کے سامنے اختلافی مسائل کو اچھالا تا کہ ایک طرف تو وہ ان کے درمیان فساد و نزاع برپا کریں اور ان کو ان اختلافی مسائل کی وجہ سے ایسے امور سے غافل کر دیں جو ان کو گھیرے ہوئے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کو فقہ و فقہاء پر اعتماد کی دولت سے محروم کر دیں اور ان کو احکام دین اور مذاہب سے باہر کر دیں نتیجتاً وہ اہواء و آراء کے شرک میں مبتلا ہو جائیں۔ اور البتہ تحقیق ماضی میں آئمہ اعلام ان سازشوں پر متنبہ ہوئے تو انہوں نے ان اعداء اسلام کے چہروں سے نقاب الٹ دیا اور ان کے تمام راستوں میں ان کا تعاقب کیا۔ سو انہوں نے اختلاف فقہاء کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے چھوٹی اور بڑی کئی کتابیں تالیف کیں۔ اور انہوں نے اصولی و فروعی اختلاف کے درمیان فرق واضح کیا۔ اور لوگوں پر ان اعداء اسلام کی بری نیات اور فساد مقاصد کو بھی خوب واضح کیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا فرمان جو بعض فقہی اختلافی مسائل پر بحث کے بعد ہے ملاحظہ ہو شیخ نے فرمایا۔

"اور اس کی وجہ سے ان لوگوں کا معاون بن گیا جو اہل سنت کے مذاہب کے درمیان فتنہ پیدا کرتے ہیں تا کہ یہ داعیہ بن جائے ان کے اہل السنت والجماعت سے نکلنے کا اور رافضیوں اور ملحدین کے مذاہب میں داخل ہونے کا۔

بہر حال ہمارا حنبلی ہونا سو بالکل صحیح ہے وہ یعنی مسجد حرام اور مسجد نبوی کے آئمہ امام اہل السنت احمد بن حنبل کے پیروکار ہیں کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کے "امام اہل سنت" نام رکھنے پر علماء کا اجماع ہے پس جو شخص ان کے متبعین پر طعن کرتا ہے۔ اپنے عمل بالسنت کے زعم کی وجہ سے وہ حقیقت میں امام موصوف کی ذات پر طعن کرتا ہے رہی یہ بات کہ وہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رد کرتے ہیں سو

ہم کہتے ہیں۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ سبحانک هذا بهتان عظيم۔ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے آئمہ اس سے بری ہیں بلکہ وہ اس شخص سے بھی بری ہیں جو ایسا کرتا ہے۔

اور اگر ان میں سے کسی کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ اس نے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی حدیث پر عمل ترک کیا ہے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ اس کو اس حدیث کا علم نہیں یا ترک کنندہ کے نزدیک ثابت نہیں یا وہ اس اس حدیث کو بھول گیا یا اس کا اعتقاد اس حدیث کے عدم دلالت کا ہے یا اس حدیث کے معارض دوسری حدیث کے پائے جانے کا یقین ہے یا اس معارض کیوجہ سے متروک حدیث کے ضعف کا اعتقاد ہے جبکہ وہ متروک حدیث خود معارض بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

آخر میں عرض یہ ہے کہ بے شک آج مسلمانوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے اندر اس وسعت اور فراخدلی کو قائم رکھیں جو ان کے سلف صالحین میں تھی اور اپنے نفسوں پر اس امر کے بارے میں تنگی پیدا نہ کریں جس میں اللہ نے وسعت رکھی ہے۔ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کو حق بات پر جمع کر دے اور یہ کہ وہ ہمیں ہدایت کنندہ اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ اللہ تمہارا نگہبان ہو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

(دستخط) محمد بن عبداللہ السُّبَیِّل

امور مسجد حرام و مسجد نبوی کا سربراہ (چیئرمین)

اور امام و خطیب مسجد حرام۔

رابطة العالم الإسلامي
الأمانة العامة - مكة المكرمة
إدارة المجمع الفقهي

Muslim World League
Secretariat General
Makkah al-Mukarramah

الرقم: ١٦٦ التاريخ: ١٤١٦ المرفقات: ٦

الموضوع: الاجابة على الاستفسارات

المكرم د. عدنان حكيم حفظه الله
باكستان - بواسطة شيخ غلام مصطفى بن عبدالحكيم

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته وبعد:-

فبالاشارة إلى خطابكم المؤرخ في ١٩٩٥/٧/١٩م المتضمن طلب الإجابة عن بعض الاستفسارات.

يسرني أن أبعث أليكم بطيه إجابة معالي الشيخ محمد بن عبدالله السبيل الرئيس العام لشئون المسجد الحرام والمسجد النبوي الشريف وعضو المجمع الفقهي الإسلامي.

وفق الله الجميع لما يحبه ويرضاه.

مدير المجمع الفقهي الإسلامي

د. أحمد محمد الدالة

ع/ع ١/١

ص.ب ٥٣٧ ت ٥٤٧٢٧٣١ فاكس ٥٤٤٤٧٨٧ - ٥٤٣٨٦١٩ تلكس ٥٤٠٠٠٩ رابطة
P O Box 537 Tel 5472731 Fax 5438619 - 5444787 Tlx 540009 RABITA SJ - 540390 IWD SJ Cable (RABITA MAKKAH)

بسم الله الرحمن الرحيم

المملكة العربية السعودية

الرئاسة العامة لشئون المسجد الحرام والمسجد النبوي

الإجابة على أسئلة الدكتور / عدنان حكيم من باكستان

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين وأصلي وأسلم على سيدنا محمد عبده ورسوله وعلى آله وصحبه أجمعين

(السؤال الأول)/ هل إجماع الصحابة الكرام البررة والتابعين وفقهاء الأمة حجة شرعية أم لا ؟ وهل يعتبر مصدرا ثالثا للتشريع الإسلامي أم لا ؟ وما دليل حجية الإجماع وما حكم منكر الإجماع كليا وهل يجوز مخالفة الإجماع.؟

(الجواب الأول)/ إجماع الصحابة الكرام البررة حجة شرعية باتفاق العلماء.

وإجماع التابعين وفقهاء الأمة حجة شرعية خلافا لداود الظاهري الذي يرى أن إجماع غير الصحابة ليس حجة شرعية.

والقول بأنه حجة هو الصحيح ،لأن الأدلة على حجية الإجماع عامة لكل إجماع حيث تشمل إجماع الصحابة وغيرهم وبذلك يكون القول بأن إجماع الصحابة وحدهم حجة تحكم لادليل عليه.

ويعتبر الإجماع هو المصدر الثالث من مصادر التشريع الإسلامي بعد الكتاب والسنة.

الأدلة على حجية الإجماع:

الإجماع حجة شرعية عند جمهور العلماء، يجب العمل به والأدلة على ذلك من الكتاب والسنة كثيرة نذكر منها مايلي:

١) من الكتاب:

استدلوا بقوله تعالى ﴿ ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين له الهدى ويتبع غير سبيل المؤمنين نوله ماتولى ونصله جهنم وساءت مصيرا ﴾ النساء ١١

ووجه الإستدلال أن الله سبحانه وتعالى توعد من يتبع غير سبيل المؤمنين ولو لم يكن محرما ماتوعد عليه ولما جمع بينه وبين مشاقة الرسول التي هي حرام وإذا كان اتباع غير سبيل المؤمنين حرام كان اتباع سبيل المؤمنين واجبا والحكم المجمع عليه هو سبيل المؤمنين ، لأن المراد من السبيل في الآية مااختاره الإنسان لنفسه من قول أو فعل.

٢) من السنة: عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ﴿ إن الله لايجمع أمتي أو قال أمة محمد صلى الله عليه وسلم على ضلالة ﴾ أخرجه الترمذي ، وعن ابن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ﴿ إن الله لايجمع أمتي أو قال أمة محمد صلى الله عليه وسلم على ضلالة ، ويد الله مع الجماعة ومن شذ شذ إلى النار ﴾ أخرجه الترمذي.

ووجه الاستدلال أن هذه الأحاديث بألفاظها المختلفة اتفقت على معنى واحد هو عصمة الأمة عن الخطأ فدل على أن إجماع العلماء حجة شرعية.

وهذه الأحاديث تمسك بها الصحابة ومن بعدهم في إثبات الإجماع من غير خلاف فيها ولانكير إلى زمان ظهور المخالفين.

حكم منكر الإجماع كليا: اختلف العلماء في حكم منكر الإجماع القطعي على ثلاثة أقوال .

الأول: أن انكار الإجماع القطعي يوجب الكفر مطلقا.

الثاني: أنه لايوجب الكفر مطلقا.

الثالث. إن كان الإجماع في أمر علم قطعا كونه من الدين كالصلوات الخمس مثلا فإنه يوجب الكفر وإن لم يكن كذلك لم يوجب الكفر.

- أما عن مخالفة الإجماع فإنه لايجوز لما ذكرنا من كونه حجة شرعية يجب العمل به.

(السؤال الثاني)/ القياس مبني على الظن والمبني على الظن ظني والله سبحانه وتعالى نهى عن اتباع الظن بقوله ﴿ولاتقف ماليس لك به علم﴾ الاسراء ٣٦ فلا يصح الحكم بالقياس ، لانه اتباع الظن.؟

(الجواب الثاني)/ القياس هو المصدر الرابع من مصادر الفقه الإسلامي ودلت الادلة الشرعية من الكتاب والسنة والإجماع على حجيته وعمل به الصحابة والتابعون وفقهاء الامة عبر العصور وجمهور العلماء ذهبوا إلى أنه يجب العمل بالقياس وأنكر ذلك داود الظاهري وأتباعه وقالوا بأن القياس ليس حجة شرعية واستندوا إلى أدلة منها ماذكرته في سؤالك وقد أجاب العلماء على أدلتهم ونذكر باختصار بعض الإجابات وإذا أردت التوسع فعليك بكتب أصول الفقه كالبرهان للجويني والمحصول للرازي والأحكام للامدي وشروح مختصر ابن الحاجب وأصول السرخسي وكشف الأسرار لعبدالعزيز البخاري فإن فيها ردا مطولا على شبهات نفاة القياس.

أما ماساقوه من آيات تنهى عن الظن فلا علاقة له بالقياس ولاينطبق عليه لأن المنهي عنه هو اتباع الظن في العقائد أما الأحكام العملية فكثير من أدلتها ظنية ولو اعتبرنا هذه الشبهة لترك النصوص الظنية الدلالة وهذا باطل.

اما استدلالهم بقوله تعالى ﴿ لاتقف ماليس لك به علم ﴾ المراد به :النهي أن يحيد الإنسان عن مدرك اليقين مع إمكان التيقن واعتماده على الحدس والتخمين وهذا النهي لايشمل القياس الشرعي لأن إلحاق الفرع بالأصل في الحكم لوجود العلة الجامعة بينهما ليس من قبيل :القول بغير علم المنهي عنه في الاية ؛ لأن يقوم به المجتهد هو بناء على مانرجح لديه وأداه إليه اجتهاده.

(السؤال الثالث)/ مادليل حجية القياس الشرعي.؟

(الجواب الثالث)/ الأدلة على حجيته استدل العلماء على حجية القياس بأدلة من الكتاب والسنة والإجماع والمعقول وسوف نذكر بعضا منها فإذا أردت التوسع فعليكَ بكتب الأصول التي ذكرتها لك سابقا في رد شبهات منكري القياس.

فمن الكتاب. قوله تعالى ﴿ هو الذي أخرج الذين كفروا من أهل الكتاب من ديارهم لأول الحشر ماظننتم أن يخرجوا وظنوا أنهم مانعتهم حصونهم من الله فأتاهم الله من حيث لم يحتسبوا وقذف في قلوبهم الرعب يخربون بيوتهم بأيديهم وأيدي المؤمنين فاعتبروا يا أولي الأبصار﴾ الحشر ٢

وموضع الاستدلال هو قوله تعالى ﴿ فاعتبروا يا أولي الأبصار ﴾ ووجه الاستدلال منه أن الله تعالى لما أخبر المسلمين بما حاق بيهود بني النضير أمرهم بأن يعتبروا والاعتبار من العبور وهو المجاوزة والمقصود قيسوا أنفسكم بهم ، لأنكم بشر مثلهم إن فعلتم مثل فعلهم حاق بكم ماحاق بهم فهذه الآية عامة في الأخذ بجميع أنواع الاعتبار ولما كان القياس هو المجاوزة من الفرع إلى الأصل لوجود علة جامعة بينهما اندرج ضمن أنواع الاعتبار التي أمر الله تعالى بها.

ومن السنة: عن معاذ رضي الله عنه ، رسول الله صلى الله عليه وسلم لما بعثه إلى اليمن قاضيا قال كيف تصنع إن عرض لك قضاء؟ قال أقضي بما في كتاب الله قال فإن لم يكن في كتاب الله؟ قال:فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فإن لم يكن في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال اجتهد رأيي لا ألوا قال فضرب رسول الله صلى الله عليه وسلم صدري وقال الحمدلله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضي رسول الله صلى الله عليه وسلم ﴾ رواه أبوداود والترمذي وأحمد والطيالسي وصححه غير واحد من المحققين.

ووجه الاستدلال . أنه صوبه في الانتقال من الكتاب والسنة إلى الاجتهاد؛والقياس لون من ألوان الاجتهاد .

الاجماع: العمل بالقياس مجمع عليه بين الصحابة وكل ماكان عليه مجمع بين الصحابة حق يجب الالتزام به.

ومن امثله ذلك مارواه عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه : أنه كتب إلى أبي موسى الأشعري رسالته المشهورة ﴿ أعرف الأشباه والنظائر وقس الأمور برأيك ﴾ أخرجه البيهقي في السنن الكبرى والخطيب البغدادي في الفقيه والمتفقه.

المعقول: إن نصوص الكتاب والسنة محدودة متناهية والوقائع التي تقع للناس غير متناهية ففي كل زمان ومكان تظهر وقائع جديدة فإذا لم ينص على نصوص الكتاب والسنة لتجد الحكم للوقائع الجديدة فإنها تبقى بلا حكم وهو باطل ، لأن الشريعة عامة وشاملة لكل ما يستجد فما من واقعة إلا ولها حكم وعلى المجتهدين استنباطه بناء على قواعد الاستنباط المعروفة.

(السؤال الرابع)/ مامفهوم قوله عليه الصلاة والسلام ﴿ من أصاب فله أجران ومن أخطأ فله أجر ﴾ ؟

(الجواب الرابع)/ المراد أن الحاكم أو القاضي أو العالم المجتهد إذا اجتهد وبذل وسعه في سبيل الوقوف على حكم مسألة وأخطأ في الحكم فإنه لايأثم بل يؤجر على اجتهاده أما إذا أصاب الحق فإنه يضاعف له الأجر فيفوز بأجر الاجتهاد وأجر إصابة الحق .

واشترط العلماء ان يكون عالما بالاجتهاد وأما إذا لم يكن عالما وإنما يتكلف الاجتهاد ويدعي العلم فلا يشمله حكم الحديث.

(السؤال الخامس)/ ماالحكم إذا اتفقت آراء الفقهاء من المجتهدين جميعا على حكم واحد في واقعة هل يكون قانونا شرعيا يجب اتباعه وهل تجوز مخالفته ؟

(الجواب الخامس)/ إذا اتفق الفقهاء المجتهدون جميعا على حكم واحد في واقعة من الوقائع فإنه يعد إجماعا لاتجوز مخالفته ويجب اتباعه ومن خالفه حينئذ يناله الوعيد الذي ذكرناه في الأدلة على حجة الإجماع.

(السؤال السادس)/ هل يعتبر القياس مأخذا رابعا لأخذ الأحكام الشرعية ؟

(الجواب السادس)/ يعتبر القياس مصدرا رابعا تؤخذ منه الأحكام الشرعية بعد الكتاب والسنة والإجماع.

يقول القرطبي قال البخاري في كتاب (الاعتصام بالكتاب والسنة) والمعنى لاعصمة لأحد إلا في كتاب الله أو سنة نبيه أو في إجماع العلماء إذا وجد فيها الحكم فإن لم يوجد فالقياس وقد ترجم على هذا (باب من شبه أصلا معلوما بأصل مبين قد بين الله حكمها ليفهم السائل) وترجم بعد هذا (باب الأحكام التي تعرف بالدلائل وكيف معنى الدلالة وتفسيرها) الجامع لأحكام القرآن ١٧٢/٧

(السؤال السابع)/ ماحكم الذي يقول إن أول من قاس هو الشيطان ؟

(الجواب السابع)/ إذا أراد القائل بقوله الشيطان أول من قاس؟ لأنه كما ورد في القرآن ﴿ أنا خير منه خلقتني من نار وخلقته من طين ﴾ الأعراف ١٢ فهذا صحيح.

لأنه روي عن ابن عباس والحسن وابن سيرين أنهم قالوا أول من قاس إبليس فأخطأ القياس وقال الحكماء أخطأ عدو الله من حيث فضل النار على الطين وإن كانا في درجة واحدة من حيث هما جماد مخلوق.

أما إذا أراد بقوله الشيطان أول من قاس إنكار القياس الشرعي ورده والطعن فيه فهذا لايجوز لأن العلماء الأعلام أجمعوا على الأخذ بالقياس ولاعبرة بقول الشواذ ومخالفة الإجماع حرام.

(السؤال الثامن)/ ماحكم تقليد أحد الأئمة الأربعة في الشريعة الإسلامية؟.

(الجواب الثامن)/ المسلمون إزاء مسألة التقليد صنفان :

-الصنف الأول : وهم المجتهدون أي القادرون على استنباط الأحكام الشرعية من أدلتها وهؤلاء لايسعهم التقليد بل يجب عليهم الاجتهاد.

الصنف الثاني وهم العوام أي الذين لايقدرون على الاجتهاد وهؤلاء يجوز لهم تقليد أحد الأئمة الأربعة.

والمراد بالتقليد هنا هو اتباع قول المجتهد في المسألة من غير معرفة لدليله معرفة تامة في الفروع الفقهية والدليل على ذلك قوله تعالى ﴿ فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لاتعلمون ﴾ الأنبياء ٧ وقوله صلى الله عليه وسلم في قصة ذي الشجة المشهورة ﴿ ألاسألوا إذا لم يعلموا فإنما شفاء العي السؤال ﴾ أخرجه أبوداود وابن ماجة وأحمد والحاكم والطبراني.

وكذلك لو كلف عامة الناس بالاجتهاد لتعذر ذلك لما يتطلبه الاجتهاد من قدرات ذهنية خاصة ورسوخ في العلم ومعرفة بأحوال الناس ووقائعهم، ودأب على طلب العلم وصبر عليه ولو كانت متاحة لكل الناس فإن اشتغالهم بها يؤدي إلى بطلان معايشهم وخراب دنياهم.

(السؤال التاسع)/ هل ينطبق الآية الكريمة ﴿ اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله ﴾ على تقليد الأئمة الاربعة أبي حنيفة ومالك والشافعي وأحمد؟.

(الجواب التاسع)/ المقصود بالآية أنهم جعلوا أحبارهم كالأرباب حيث أطاعوهم في كل شيء وقد روى الترمذي عن عدي بن حاتم قال أتيت النبي صلى الله عليه وسلم وفي عنقي صليب من ذهب فقال ياعدي اطرح عنك هذا الوثن وسمعته يقرأ في سورة براءة اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله والمسيح ابن مريم التوبة ٣١ ثم قال أما إنهم لم يكونوا يعبدونهم ولكنهم كانوا اذا أحلوا لهم شيئا استحلوه وإذا حرموا عليهم شيئا حرموه ﴾.

فأين الأئمة الأربعة رحمهم الله من هؤلاء الأحبار الذين يحلون ماحرم الله ويحرمون ما أحل الله معاذ الله أن يجعل الأئمة الأعلام في منزلة هؤلاء الأحبار وهم الذين بذلوا جهدهم وأفنوا أعمارهم في خدمة الشريعة الإسلامية ؛ وما وقع بينهم من اختلاف هو بسبب اختلاف اجتهاداتهم وهم مأجورون في ذلك والقول بأن حكم الآية يشملهم افتراء وبهتا[illegible] على جيل عظيم.

(السؤال العاشر)/ هل التقليد لأحد الأئمة الأربعة يدخل في زمرة الشرك والكفر؟.

(الجواب العاشر)/ تقليد الأئمة الأربعة لغير المجتهد جائز ولا علاقة له بالكفر والشرك، فالأئمة الأربعة رحمهم الله دعاة حق ودين وهبوا أنفسهم لتعلم العلم الشرعي وتعليمه حتى بلغوا حظاً كبيراً منه مكنهم من القدرة على الاجتهاد فالمقلد لهم من عامة المسلمين على هدى وفلاح إن شاء الله تعالى.

(السؤال الحادي عشر)/ ماحكم الذي يعتقد أن المقلدين هم يفعلون الشرك والكفر.؟

(الجواب الحادي عشر)/ الذي يعتقد هذا عليه أن يدرك أن اعتقاده هذا خطء لاأساس له من القمة وهذا الاعتقاد يدل على جهل كبير بالشريعة الإسلامية التي فرقت بين الكفر والإيمان والشرك والتوحيد وعليه أن يتعلم من دينه مايفرق به بين الشرك والكفر وبين الاجتهاد.

(السؤال الثاني عشر)/ هل يحتاج الناس إلى تقليد لأحد الأئمة الأربعة أم لا ؟ وهل يؤدي التقليد فيما لانص فيه إلى ضلالة.؟

(الجواب الثاني عشر)/ كما فصلنا سابقا فإن غير المجتهد في حاجة إلى أن يقلد المجتهد وتقليد المجتهد سواء كان فيما لانص فيه أو في فهم النص جائز ولايؤدي إلى ضلالة بل لاعلاقة له بالضلالة إطلاقا.

وبالله تعالى التوفيق

*** *** *** *** ***

سیکریٹری رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ۔

نمبر ۱۰-۲۹۶ مورخہ ۸ محرم ۱۴۱۶ھ   عنوان: سوالات کا جواب

مکرم ڈاکٹر عدنان حکیم حفظہ اللہ تعالیٰ بواسطہ شیخ غلام مصطفیٰ بن عبد الحکیم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد، آپ کے ۱۹-۷-۱۹۹۵ء
کے مکتوب میں بعض سوالات کا جواب طلب کیا گیا ہے اس خط کے حوالہ سے
فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل امور مسجد حرام و مسجد نبوی ﷺ کے سربراہ کا
مکمل جواب ارسال کرنے پر خوشی محسوس کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ سب کو اپنی مرضیات
پر چلنے کی توفیق دے۔

ڈاکٹر احمد محمد مقری: مدیر المجمع الفقہی الاسلامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرکزی ادارہ برائے امور مسجد حرام و مسجد نبوی

مملکت عربیہ سعودیہ

(ڈاکٹر عدنان حکیم کے سوالات کا جواب)

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے،
میں درود و سلام کہتا ہوں محمد ﷺ پر جو ہمارے آقا ہیں اور اس کے بندے اور رسول
نیز آپ کی آل پر اور تمام اصحاب پر۔

سوال نمبر ا۔ کیا صحابہ کرام، تابعین عظام، اور فقہاء امت کا اجماع حجت
شرعیہ ہے یا نہیں؟ اور کیا اجماع تشریع اسلامی کا تیسرا ماخذ ہے یا نہیں؟ اجماع کے

حجت ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اور بالکلیہ اجماع کے منکر کا کیا حکم ہے؟

جواب۔ باتفاق علماء صحابہ کرام کا اجماع حجت شرعیہ ہے اسی طرح تابعین اور فقہاء کا اجماع بھی حجت شرعیہ ہے البتہ اس میں داود ظاہری نے اختلاف کیا ہے ان کی رائے یہ ہے کہ غیر صحابہ کا اجماع حجت شرعیہ نہیں لیکن حجت ہونے کا قول صحیح ہے کیونکہ حجیت اجماع کے دلائل عام ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہ وغیر صحابہ سب کے اجماع کو شامل ہیں اس لیے صرف صحابہ کرام کے اجماع کو حجت کہنا سینہ زوری ہے، اس پر کوئی دلیل قائم نہیں! کتاب وسنت کے بعد اجماع کو تشریع اسلامی کے مآخذ میں سے تیسرا ماخذ تسلیم کیا گیا ہے۔

دلائل حجیت اجماع۔۔۔ جمہور علماء کے نزدیک اجماع حجت شرعیہ ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے اس پر کتاب وسنت کے بہت سے دلائل ہیں ہم ان میں سے چند ایک ذکر کرتے ہیں۔

۱۔۔۔۔۔ فرمان خداوندی ہے "ومن یشاقق الرسول من بعد" (الآیۃ) جو شخص ہدایت واضح ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کرتا ہے اور سبیل المؤمنین کے علاوہ کسی دوسرے راستہ پر چلتا ہے ہم اس کو اُدھر پھیر دیتے ہیں جدھروہ پھرتا ہے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔ (نساء ۱۱۵)

اللہ تعالیٰ نے سبیل المؤمنین کے ترک پر وعید فرمائی ہے اگر یہ حرام نہ ہوتا تو اس پر وعید نہ وارد ہوتی۔ اور اس وعید میں سبیل المؤمنین کے ترک کو اور مخالفت رسول کو جو حرام ہے جمع نہ کیا جاتا اور جب غیر سبیل المؤمنین کی اتباع حرام ہے تو سبیل المؤمنین کی اتباع واجب ہوگی اور اجماعی حکم سبیل المؤمنین ہے لہذا اس کی اتباع واجب ہے۔

۲۔۔۔۔۔ اور سنت سے دلیل یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

جواب۔۔۔۔ قیاس فقہ اسلامی کے مآخذ میں سے چوتھا ماخذ ہے اور اس کی حجیت کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے اس پر صحابہ کرام، تابعین اور فقہاء امت نے قرناً بعد قرن عمل کیا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک قیاس پر عمل کرنا واجب ہے جبکہ داؤد ظاہری اور ان کے پیرو کاروں نے اس کا انکار کیا ہے، انہوں نے کہا کہ قیاس حجت شرعیہ نہیں ہے، ان کے دلائل میں سے ایک دلیل وہی ہے جس کا آپ نے سوال میں ذکر کیا ہے۔ علماء نے ان کے دلائل کے جوابات بھی دیئے ہیں، ہم مختصر طور پر بعض جواب ذکر کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کو مزید وسعت درکار ہو تو کتب اصول فقہ کی طرف مراجعت کیجئے۔ مثلاً علامہ جوینیؒ کی البرھان، امام رازیؒ کی المحصول، الاحکام للآمدیؒ، شروح مختصر ابن حاجبؒ، اصول سرخسیؒ، اور عبد العزیز بخاریؒ کی کشف الاسرار ان کتابوں میں منکرین قیاس کا تفصیلی رد ہے۔ بہر کیف وہ آیات جن میں اتباع ظن سے نہی کی گئی ہے، ان کا قیاس شرعی سے کوئی تعلق نہیں نہ اس پر منطبق ہوتی ہیں کیونکہ ان آیات میں جس چیز سے نہی کی گئی ہے وہ ہے۔ عقاید میں ظن کی اتباع۔ رہے احکام عملیہ سو ان کے اکثر دلائل ظنی ہیں اگر ہم اس شبہ کا اعتبار کرلیں تو ہمیں وہ تمام دلائل شرعیہ ترک کرنے پڑیں گے جو ظنی الدلالت ہیں اور یہ باطل ہے۔ رہا ان کا اللہ تعالیٰ کے فرمان ولاتقف مالیس لک بہ علم سے استدلال سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے مقصود نہی ہے اس بات سے کہ کوئی انسان محل یقین میں امکان تیقن کے باوجود حصول یقین سے انحراف کرکے ظن و تخمین پر اعتماد کرے پس یہ نہی قیاس شرعی کو شامل نہیں کیونکہ فرع واصل کے درمیان علت جامعہ پائے جانے کی وجہ سے حکم کے اعتبار سے فرع کو اصل کے ساتھ لاحق کرنا اس حکم کے قبیل سے نہیں جس سے آیت میں منع کیا گیا ہے، یعنی بغیر علم کے قول کرنا، کیونکہ مجتہد اسی چیز کو اختیار کرتا ہے جو اس کے نزدیک راجح ہوتی ہے اور اس کا

سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا امت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا۔ (ترمذی) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک، اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور جو جماعت سے کٹا وہ آگ میں پڑا۔ (ترمذی) ان سب احادیث کا اختلاف الفاظ کے باوجود مفہوم ایک ہے۔ یعنی مجموعی طور پر امت کا خطا سے معصوم ہونا۔ اس سے ثابت ہوا کہ علماء کا اجماع حجت شرعیہ ہے۔ ہمیشہ ان احادیث سے بغیر کسی رد وقدح کے پہلے صحابہ کرام پھر ان کے بعد والے علماء عظام حجیت اجماع کو ثابت کرتے رہے ہیں۔ تاآنکہ بعد میں مخالفین اجماع پیدا ہوگئے۔

منکرین اجماع کا حکم۔۔۔ اجماع قطعی کے منکر کے بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔

(۱) مطلقاً اجماع قطعی کا انکار کفر ہے۔

(۲) مطلقاً اجماع قطعی کا انکار کفر نہیں۔

(۳) اگر اجماعی حکم کا دین میں سے ہونا امر قطعی ہو جیسے پانچ نمازیں تو اس کا انکار کفر ہے اور اگر اس کا دین میں سے ہونا امر قطعی نہ ہو تو اس کا انکار کفر نہیں۔ تاہم اجماع کی مخالفت جائز نہیں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ اجماع حجت شرعیہ ہے اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

سوال نمبر ۲۔۔۔۔ قیاس کی بنیاد ظن پر ہے اور جس چیز کی بنیاد ظن پر ہو وہ ظنی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ظن کی اتباع سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور اس چیز کے پیچھے مت چل جس کا تجھے علم نہیں" (الاسراء۔ ۳۶) لہذا قیاس کے ساتھ حکم بتانا درست نہیں کیونکہ یہ اتباع ظن ہے"۔

اجتهاد اس تک پہنچتا ہے۔

سوال نمبر ۳۔۔۔۔ قیاس شرعی کے حجت ہونے کی کیا دلیل ہے؟

جواب۔۔۔۔۔۔ علماء نے قیاس کی حجیت کو کتاب وسنت اور اجماع سے نیز عقلی دلیل سے ثابت کیا ہے، ہم ان میں سے بعض ذکر کرتے ہیں اور اگر مزید دلائل معلوم کرنے کا ارادہ ہو تو ان کتب اصول کی طرف مراجعت کی جائے جن کا میں نے منکرین قیاس کے شبہات کے رد میں پہلے ذکر کیا ہے۔ کتاب اللہ سے دلیل فرمان الہی ہے۔ ھو الذی اخرج الذین کفروا من اھل الکتاب۔ الآیۃ۔ اللہ وہ ہے جس نے اہل کتاب میں سے کافروں کو ان کے گھروں سے نکالا۔ پہلے حشر کے وقت تمہارا گمان نہیں تھا کہ وہ نکلیں گے اور انہوں نے گمان کیا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ کے عذاب سے بچالیں گے سو ان پر اللہ کا عذاب ایسے طور پر آیا جس کا وہ گمان بھی نہیں رکھتے تھے اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا گیا وہ گراتے تھے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں اور مؤمنین کے ہاتھوں، پس عبرت پکڑو اے ارباب بصیرت: محل استدلال اللہ تعالی کا فرمان فاعتبروا یا اولی الابصار ہے۔ وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے جب مسلمانوں کو اس عذاب کی خبر دی جو بنو نضیر پر نازل ہوا تو ان کو حکم دیا کہ وہ عبرت پکڑیں اور الاعتبار العبور سے مشتق ہے۔ اور العبور کا معنی ہے المجاوزۃ یعنی گذرنا۔ مقصود یہ ہے کہ اپنے نفوس کو ان پر قیاس کرو کیونکہ تم بھی ان جیسے بشر ہو اگر تم ان جیسے کام کروگے تو تمہارے اوپر بھی وہی عذاب اتر پڑے گا جو ان پر اترا۔ پس یہ آیت تمام انواع اعتبار کو شامل ہے اور جب قیاس میں فرع واصل کے درمیان موجود علت جامعہ کی وجہ سے فرع سے اصل کی طرف مجاوزت ہوتی ہے تو یہ بھی اس اعتبار کے انواع میں داخل ہوگا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور سنت سے دلیل یہ ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کی

طرف قاضی بنا کر بھیجا تو دریافت فرمایا کہ آپ کیسے فیصلہ کریں گے؟ انہوں نے جواب دیا کتاب اللہ کے ساتھ۔ فرمایا! اگر کتاب اللہ میں نہ ہوا تو؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا سنت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اگر آپ کو سنت رسول ﷺ میں بھی نہ ملے تو پھر؟ کہنے لگے میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور اس میں کوتاہی نہ کروں گا رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینے پہ ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے۔ (ابوداود۔ ترمذی، مسند احمد، ابوداؤد طیالسی) اور اس کی بہت سے محققین نے تصحیح کی ہے) وجہ استدلال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فیصلہ کرنے میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے کتاب وسنت سے اجتہاد کی طرف منتقل ہونے کو درست قرار دیا ہے اور قیاس بھی اجتہاد کے انواع میں سے ایک نوع ہے۔ علاوہ ازیں عمل بالقیاس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اور ہر وہ امر جس پر صحابہ کرام کا اجماع ہو وہ حق ہے اس کا التزام واجب ہے، اس کی مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا مشہور حکمنامہ تحریری طور پر بھیجا کہ اشباہ و نظائر کو پہچانیے اور امور میں اپنی رائے کے ساتھ قیاس کیجئے (سنن کبری بیہقی، الفقیہ والمتفقہ للخطیب) عقلی دلیل یہ ہے کہ کتاب وسنت کی نصوص محدود اور متناہی ہیں اور لوگوں کو درپیش مسائل غیر متناہی ہیں کیونکہ ہر زمان ومکان میں نئے مسائل ظہور پذیر ہوتے ہیں سو اگر ان کے احکام معلوم کرنے کے لیے کتاب وسنت کی نصوص پر قیاس نہ کریں تو وہ بغیر حکم شرعی کے باقی رہ جائیں گے اور یہ باطل ہے کیونکہ شریعت مقدسہ عام ہے اور تمام نئے پیش آمدہ مسائل کو شامل ہے: ہر ہر واقعہ کے لیے شریعت میں حکم موجود ہے اور مجتہدین پر لازم ہے کہ وہ استنباط کے قواعد معروفہ کے موافق استنباط

کریں۔

سوال نمبر ۴----- رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے جو درست اجتہاد کرے اس کے لیے دو اجر ہیں اور جو غلط اجتہاد کرے اس کے لیے ایک اجر ہے۔

جواب------- اس سے مراد حاکم یا قاضی یا عالم مجتہد ہے۔ جب اس نے اجتہاد کیا اور اپنی ممکنہ استطاعت کسی مسئلہ کے حکم معلوم کرنے میں صرف کی اس کے باوجود اس سے حکم میں غلطی ہو گئی تو وہ گناہ گار نہ ہوگا بلکہ اپنے اجتہاد پر ماجور ہوگا اور اگر اس نے حق کو پالیا تو اس کے لیے دوگنا اجر ہوگا ایک اجر اجتہاد پر دوسرا صابت حق پر: بشرطیکہ وہ شرائط اجتہاد کا عالم وحامل ہو اور اگر شرائط اجتہاد کا عالم وحامل نہ ہو اور محض تکلف کرکے اجتہاد کرے اور علم کا دعویٰ کرے تو یہ حدیث اس کو شامل نہیں:

سوال نمبر ۵----- جب تمام فقہاء مجتہدین کی آراء کسی واقعہ کے ایک حکم پر متفق ہوں تو کیا وہ قانون شرعی ہوجاتا ہے؟ کیا اس کی اتباع واجب ہے؟ یا اس کی مخالفت جائز ہے؟

جواب----- جب تمام فقہاء مجتہدین کسی واقعہ کے ایک حکم پر متفق ہوجائیں تو اس کو اجماع شمار کیا جاتا ہے جس کی مخالفت ناجائز اور اتباع واجب ہے اور جو اس اجماع کی مخالفت کرتا ہے وہ اس وعید کی زد میں آتا ہے جس کو ہم نے حجیت اجماع کے دلائل میں ذکر کیا ہے:۔

سوال نمبر ۶------ کیا احکام شرعیہ کے لیے قیاس کا چوتھے ماخذ کے طور پر اعتبار کیا جاتا ہے؟

جواب----- کتاب وسنت اور اجماع کے بعد احکام شرعیہ معلوم کرنے

کے لیے قیاس جو تھا ماخذ ہے۔ اس کے ذریعے احکام شرعیہ معلوم کئے جاتے ہیں۔
علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں امام بخاریؒ نے کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں فرمایا ہے،
"مطلب یہ ہے کسی کے لیے بچاؤ نہیں مگر کتاب اللہ میں یا سنت نبویہ میں یا علماء کے
اجماع میں جبکہ ان میں حکم موجود ہو پس اگر ان میں حکم موجود نہ ہو تو پھر قیاس ہے۔
اس پر امام بخاری نے ترجمۃ الباب قائم کیا باب الاحکام التی تعرف بالدلائل وکیف
معنی الدلالۃ وتفسیرھا۔ یعنی یہ باب ہے ان احکام کے بیان میں جو دلائل سے معلوم
کئے جاتے ہیں اور دلالت کیسے ہوتی ہے اور اس کی کیا تفسیر ہے؟

(احکام القرآن ۷-۲۷۱)

سوال نمبر۷------ اس آدمی کا کیا حکم ہے جو کہتا ہے کہ سب سے پہلے
شیطان نے قیاس کیا ہے؟

جواب------ اگر قائل کی مراد انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من
طین والا قیاس ہے تو قائل کا یہ قول درست ہے کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہ حسن بصری اور ابن سیرین سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا سب سے پہلے
شیطان نے قیاس کیا اور غلط قیاس کیا اور حکماء نے کہا ہے اللہ کے دشمن نے غلط کہا
کیونکہ اس نے آگ کو مٹی پر فضیلت دی حالانکہ وہ دونوں ایک درجہ میں ہیں کہ
وہ دونوں بے جان مخلوق ہیں۔ اور اگر قائل کا مقصد قیاس شرعی کا انکار ورد ہے اور اس
پر طعن! تو یہ ناجائز ہے، کیونکہ ماہرین علماء کا اجماع ہے اخذ بالقیاس پر: اور اجماع کی
مخالفت حرام ہے، جبکہ شاذ اقوال کا کوئی اعتبار نہیں۔

سوال نمبر۸------ اسلامی شریعت میں ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک
امام کی تقلید (یعنی تقلید شخصی) کا کیا حکم ہے؟

جواب------ مسئلہ تقلید کے اعتبار سے مسلمانوں کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مجتہدین یعنی وہ علماء جو دلائل سے مسائل مستنبط کرنے کی قدرت رکھتے ہیں ان کے لیے تقلید جائز نہیں بلکہ ان پر اجتہاد واجب ہے۔ (۲) عوام، یعنی وہ لوگ جو اجتہاد کی قدرت واہلیت نہیں رکھتے ان کے لیے ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید جائز ہے۔ اور تقلید سے مراد یہ ہے کہ فقہی مسائل میں دلیل جانے بغیر مجتہد کے قول کی اتباع کرنا۔ اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ پس پوچھو اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔ (الانبیاء۔ ۷) اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان زخمی صحابی کے مشہور واقعہ میں کہ "جب وہ نہیں جانتے تھے تو انہوں نے پوچھ کیوں نہ لیا؛ عاجز آدمی کے لیے بجز سوال کے کسی بات میں شفا نہیں" (ابوداوٗد۔ ابن ماجہ، احمد، حاکم، طبرانی) اور عامۃ الناس کو اجتہاد کا مکلف بنانا متعذر ہے، کیونکہ اجتہاد کا تقاضا ہے کہ مجتہد میں خاص ذہنی صلاحیت ہو۔ علم میں پختگی ہو اور لوگوں کے احوال اور وقائع کی معرفت اور طلب علم اور اس پر صبر کی عادت اور اگر سب لوگ ان شرائط کو پورا کرنے کے لیے ان کے حصول میں مشغول ہوجائیں تو کاروبار معیشت باطل ہوجائیں گے اور نظام دنیا درہم برہم ہوجائے گا۔"

سوال نمبر ۹-----کیا یہ آیت کریمہ "اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللّٰہ" ائمہ اربعہ یعنی امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل کی تقلید پر منطبق ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب-----آیت سے مقصود یہ ہے کہ انہوں نے اپنے احبار کو ارباب کی طرح بنالیا کیونکہ انہوں نے ان کی ہر چیز میں اطاعت کی چنانچہ امام ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں میں نبی ﷺ کے پاس اس حالت میں آیا کہ میری گردن میں سونے کی صلیب تھی آپ نے فرمایا اے عدی اس کو اتار پھینک۔ یہ بت ہے اور میں نے آپ ﷺ سے سنا آپ نے سورہ براءۃ کی

یہ آیت تلاوت کی اتخذو احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ والمسیح بن مریم (توبہ۔ ۳۱) پھر فرمایا خوب سن لو وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے، لیکن جب وہ کسی چیز کو حلال قرار دیتے یہ اس کو حلال سمجھتے اور جب وہ ان پر کوئی چیز حرام کرتے تو یہ اس کو حرام سمجھتے۔ سو کہاں ائمہ اربعہ اور کہاں وہ احبار جو اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال قرار دیتے ہیں اور اللہ کی حلال ٹھہرائی ہوئی چیز کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس بات سے کہ ائمہ اعلام کو ان احبار جیسا سمجھا جائے کیونکہ ان ائمہ نے شریعت اسلامیہ کی خدمت میں اپنی پوری قوت صرف کی اور اس میں اپنی زندگیاں لگادیں اور ان کے درمیان جو مسائل میں اختلاف ہے وہ درحقیقت اختلاف اجتہادات کی وجہ سے ہے۔ ان کا یہ اختلاف باعث اجر ہے۔ اور یہ کہنا کہ مذکورہ بالا آیت ائمہ اربعہ کو بھی شامل ہے جھوٹ ہے، بہتان ہے۔ اس کا سبب جہالت عظیمہ ہے۔

سوال نمبر ۱۰----- کیا ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید شرک و کفر کے زمرہ میں داخل ہے؟

جواب----- ائمہ اربعہ کی تقلید غیر مجتہد کے لیے جائز ہے اس کا کفر و شرک کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ائمہ اربعہ حق اور دین حق کے داعی ہیں۔ انہوں نے اپنے نفوس کو علم شریعت کے سیکھنے سکھانے کے لیے وقف کردیا۔ حتیٰ کہ اس علم کا بڑا حصہ پایا۔ جس کی وجہ سے ان میں اجتہاد کی قدرت و صلاحیت پیدا ہوگئی۔ سو عامۃ المسلمین جو ان کے مقلد ہیں وہ راہ ہدایت اور راہ نجات پر ہیں انشاء اللہ۔

سوال نمبر ۱۱----- اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ مقلدین شرک اور کفر کرتے ہیں اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب----- جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمیں

کا یہ عقیدہ غلط ہے اس کی قطعاً کوئی بنیاد نہیں اور یہ عقیدہ دلالت کرتا ہے شریعت اسلامیہ سے بڑی جہالت پر کیونکہ شریعت اسلامیہ نے کفر وایمان شرک وتوحید کے درمیان فرق کیا ہے ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ دین کا اتنا حصہ ضرور سیکھے جس کے ساتھ وہ شرک وکفر اور اجتہاد کے درمیان فرق کرسکے۔

سوال نمبر ۱۲ ----- کیا لوگ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید کے محتاج ہیں یا نہیں؟ اور جس مسئلہ میں نص نہ ہو اس میں تقلید گمراہی ہے یا نہیں؟۔

جواب---- اس کا جواب ویسا ہی ہے جیسا ہم نے پہلے تفصیلاً لکھا ہے کہ غیر مجتہد محتاج ہے مجتہد کی تقلید کی طرف اور مجتہد کی تقلید خواہ غیر منصوص مسئلہ میں ہو یا نص کے سمجھنے میں ہو جائز ہے یہ تقلید گمراہی کی طرف مفضی نہیں ہے بلکہ اس کا گمراہی سے کوئی تعلق نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق کا سوال ہے۔



حج کے موقع پر پاکستانی حجاج کرام میں لٹریچر کی تقسیم سے متعلق ایک حاجی صاحب کا

دردِ دل

اس سال بندہ کو پھر حج بیت اللہ کی سعادت نے نوازا گیا۔۲۰۰۲-۳-۱۹ کو واپسی ہوئی۔

اس سال مدینہ یونیورسٹی کے غیر حنفی طلباء کو مسجد نبوی کے اندر اور باہر حلقہ درس قائم کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ غالباً مولانا اسعد مدنی مدظلہ صدر جمعیت علماء ہند بھارت نے جو خط شاہ فہد کو لکھا تھا یہ اسی کا اثر تھا۔ فللہ الحمد

اس مرتبہ بھی حجاج کرام کو حج سے پہلے اور حج کے دوران ایسی کتابیں دی گئیں جن میں احناف کی مسلمات کے خلاف مسائل درج تھے، یہ ایک حقیقت ہے کہ پاکستان کے نوے فیصد سے زیادہ حاجی فقہ حنفی کے پیروکار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عالم نہیں ہوتے جب ان کے درمیان ایسی کتابیں تقسیم کی جاتی ہیں جن میں فقہ حنفی کے خلاف مسائل درج ہوتے ہیں تو وہ پریشان ہو جاتے ہیں اور جس چیز میں اُن کو آسانی نظر آتی ہے اُس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس طرح بعض لوگ الحاد و زندقہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور کچھ اپنا حج خراب کر لیتے ہیں۔

حج سے واپسی کے موقعہ پر اس مرتبہ بھی غیر مقلدین کی تفسیر و ترجمہ والا قرآن پاک حجاج کرم میں تقسیم کیا گیا اور ساتھ ہی کچھ کتابیں دی گئی جن کا مقصد وحید عوام احناف کو فقہ حنفی سے بدظن کر کے اُن میں غیر مقلدیت کے جراثیم پیدا کرنا ہے۔ ہر حاجی کو ایک کیسٹ بھی دی گئی جس کا عنوان "اہم دینی اسباق" تھا اس میں وضو سے لے کر نماز جنازہ تک کے مسائل بیان کیے گئے ہیں جن میں بہت سے مسائل فقہ حنفی کے خلاف ہیں اور غیر مقلدین کے طریق کار کے مطابق ہر مسئلہ کو قرآن و حدیث کا مسئلہ کہہ کر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس مجلس میں بندہ صرف مذکورہ بالا کیسٹ میں بیان کیے گئے اُن مسائل کا ذکر کرے گا جو فقہ حنفی کے مفتی بہ

اقوال کے خلاف ہیں تاکہ حجاج کرام اور دیگر حنفی مسلمان جو اس کیسٹ کو سُن کر غلط مسائل پر عمل نہ کریں بلکہ اپنی نماز، نماز جنازہ اور وضو وغیرہ میں فقہ حنفی کے مسائل پر ہی عمل پیرا ہوں۔ مجھے حیرت اور دکھ اس بات کا ہے کہ غیر مقلدین سعودی عرب میں جا کر خود کو سلفی کہلاتے ہیں اور سعودی علماء کو دھوکہ دیتے ہیں کہ وہ سلف صالحین کے پیروکار ہیں حالانکہ غیر مقلدین کے نزدیک تقلید شرک اور تمام مقلدین مشرک ہیں وہ حنفی ہوں یا شافعی، مالکی ہوں یا حنبلی۔ لیکن اپنا اُلو سیدھا کرنے کے لیے وہاں تقلید کے خلاف کوئی بات نہیں کرتے۔ سعودی علماء کو احناف سے بدظن کرنے کے لیے انہیں قبر پرست اور خالص توحید پر عمل نہ کرنے والے باور کراتے ہیں۔ اس طرح سعودی علماء اور حکام کو دھوکہ دے کر احناف کے خلاف کتابیں اور رسالے شائع کر کے اپنی غیر مقلدیت کو فروغ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ہماری حکومت بھی تساہل سے کام لیتی ہے حالانکہ ہماری وزارت مذہبی امور کا فرض ہے کہ وہ سواد اعظم اہل سنت والجماعت احناف کے حقوق کا تحفظ کرے اور سعودی حکومت کو غیر مقلدین کے نظریات سے مطلع کرے اور اُنہیں احناف حجاج کرام میں ایسی کتابیں اور کیسٹیں تقسیم کرنے سے منع کرے جن میں احناف کی مسلمات کے خلاف باتیں موجود ہوں۔ ہمارے مذہبی امور کے وزیر۔

سعودی حکومت کو بتائیں کہ ہم احناف بحمداللہ اہل سنت والجماعت راسخ العقیدہ مسلمان ہیں باقی مسلمانوں کی طرح ہم توحید باری تعالیٰ پر یقین کامل رکھتے ہیں ہمارے متعلق غیر مقلدین کا پروپیگنڈہ بے بنیاد ہے کہ ہم قبر پرست اور توحید خالص کے حامل نہیں ہیں۔ ہمارے نزدیک آئمہ اربعہ کے تمام مقلدین اہل سنت والجماعت میں شامل ہیں جبکہ غیر مقلدین تقلید کو شرک اور مقلدین کو مشرکین میں شمار کرتے ہیں [1] چونکہ ان کی رفع یدین اور آمین بالجہر آپ حنابلہ کے ساتھ مشترک ہے اس لیے مادی فوائد کے حصول کے لیے اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں حالانکہ سلف صالحین کی اتباع ان کے ہاں شرک کے زمرہ میں آتی ہے اگر سعودی حکومت ہمارے حجاج کو جذبہ خیر سگالی کے تحت مذہبی لٹریچر دینا چاہتی ہے تو اس سلسلہ میں پاکستان کے حنفی علماء سے مشورہ کر کے ایسا لٹریچر فراہم کرے جن سے حنفی مسلمات پر زد نہ پڑتی ہو اگر ہر حاجی کو تعلیم الاسلام کا مکمل سیٹ یا تفسیر عثمانی جیسی کوئی تفسیر دیا کریں تو تمام حجاج کرام حکومت سعودیہ کے ممنون ہوں گے اور احناف و حنابلہ کے درمیان الفت ومحبت کے رشتے استوار ہوں گے۔

تمہید خاصی طویل ہوگئی ہے۔ اب میں مذکورہ بالا کیسٹ میں بیان کردہ اُن مسائل کا ذکر کرتا ہوں جو فقہ حنفی کے خلاف ہیں :

۱ (۱) نماز کے واجبات میں سمع الله لمن حمده کہنا، امام کے لیے ربنا لک الحمد کہنا، امام اور مقتدی، دونوں کے لیے قومہ میں مسنون دعائیں پڑھنا، رکوع میں سبحان ربی العظیم کہنا، سجدوں میں سبحان ربی الاعلی کہنا، دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) رب اغفرلی پڑھنا وغیرہ بیان کیا ہے حالانکہ ہمارے ہاں ان میں سے کوئی چیز بھی واجب نہیں ہے کیونکہ ترک واجب سے سجدہ سہو لازم آتا ہے اور مذکورہ بالا چیزیں اگر رہ جائیں تو نماز ہو جاتی ہے اور

---

[1] پروفیسر حافظ محمد عبداللہ کی کتاب " اصلی اہل سنت " ص ۲۱

سجدہ سہو بھی لازم نہیں آتا کیونکہ مذکورہ بالا تمام باتیں ہمارے ہاں سنت ہیں۔

(۲) نماز کی سنتیں بیان کرتے ہوئے سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر کیا ہے۔ حالانکہ ہمارے ہاں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے من السنة وضع الیمین علی الشمال تحت السرہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا حضور اکرم ﷺ کی سنت ہے۔ (ابوداؤد۔ مسند احمد)

(۳) نماز کی سنتوں کے ذیل میں رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کا ذکر کیا ہے حالانکہ ہمارے ہاں تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی تمام جگہوں پر رفع یدین منسوخ ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جب اپنے شاگردوں کو حضور اکرم ﷺ جیسی نماز پڑھ کر دکھائی تو آپ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھائے بعد میں کسی جگہ ہاتھ نہ اٹھائے۔ (نسائی ص ۱۵۸ ج ۱۔ ترمذی ص ۳۵ ج ۱)

(۴) نماز کو باطل کرنے والی اشیاء کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اگر جان بوجھ کر نماز میں کلام کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر بھول کر یا ناواقفی کی وجہ سے نماز میں بات کرلی تو نماز باطل نہ ہوگی" حالانکہ ہمارے ہاں کلام مطلقاً مفسدِ نماز ہے دانستہ ہو یا بھول کر یا ناواقفی کی وجہ سے ہر صورت میں نماز باطل ہو جاتی ہے چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ چہارم صفحہ ۳۰ پر یوں لکھا ہے۔ سوال: مفسدات نماز کیا کیا ہیں؟ جواب: (۱) نماز میں کلام کرنا چاہے قصداً ہو یا بھول کر تھوڑا ہو یا زیادہ ہر صورت میں نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

(۵) وضو کے فرائض کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وضو کے چھ فرائض ہیں حالانکہ ہمارے ہاں وضو کے چار فرض ہیں۔ چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ دوم صفحہ ۴۳ پر لکھا ہے۔ سوال: وضو کے فرض کتنے ہوتے ہیں؟ جواب: "وضو کے چار فرض ہیں"۔ اسی طرح آگے چل کر کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بھی چہرہ دھونے میں شامل کر کے فرض قرار دے دیا ہے حالانکہ یہ دونوں کام سنت ہیں چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ دوم صفحہ ۴۴ پر یوں لکھا ہے۔ سوال: وضو کی سنتیں کتنی ہیں؟ جواب: وضو کی تیرہ سنتیں ہیں..............(۵) تین بار کلی کرنا (۶) تین بار ناک میں پانی ڈالنا۔ ترتیب اور توالی (مسلسل دھونا) کو بھی فرائض میں شامل کیا ہے حالانکہ ہمارے ہاں یہ دونوں کام سنت ہیں۔ چنانچہ تعلیم الاسلام حصہ دوم صفحہ ۴۵ پر وضو کی سنتوں کا ذکر کرتے ہوئے یوں لکھا ہے (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا (۱۳) پے در پے وضو کرنا کہ ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھوئے۔

(۶) وضو کو توڑنے والی باتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "اگر اگلی یا پچھلی شرم گاہ کو بلا حائل ہاتھ لگ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا" حالانکہ ہمارے ہاں صرف شرم گاہ کو ہاتھ لگ جانا ناقض وضو نہیں ہے اسی طرح اونٹ کا گوشت کھانے کو بھی ناقض وضو قرار دیا ہے۔ ہمارے ہاں یہ بھی ناقض وضو نہیں ہے۔

(۷) وضو کی شرائط میں نیت کرنا اور اختتام وضو تک نیت کا باقی رہنا بیان کیا ہے حالانکہ ہمارے ہاں نیت کرنا وضو کی شرط نہیں ہے۔ بلا نیت اگر چاروں عضو دھل گئے تو وضو ہو جائے گا ہاں نیت نہ کرنے کی وجہ سے وضو کا ثواب نہیں۔ ملے

کو چنانچہ مسائل بہشتی زیور ص۲۰ پر یوں لکھا ہے۔ مسئلہ: جب یہ چار عضو جن کا دھونا فرض ہے دُھل جائیں گے تو وضو ہو جائے گا چاہے وضو کا قصد ہو یا نہ ہو...... لیکن وضو کا ثواب نہ ملے گا۔"

(۸) نماز جنازہ کے ذکر میں بیان کرتے ہیں کہ شہید کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ حالانکہ احناف کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ مسائل بہشتی زیور صفحہ ۲۱۰ پر شہید کے کفن وغیرہ کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں "اور باقی احکام جو موتی کے لیے ہیں مثلاً نماز وغیرہ وہ سب ان کے حق میں بھی جاری ہوں گے"۔

(۹) فرماتے ہیں میاں بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں حالانکہ ہمارے ہاں بیوی تو خاوند کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ وہ عدت کے دوران مرحوم خاوند کی بیوی ہی ہوتی ہے لیکن خاوند اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا۔ چنانچہ مسائل بہشتی زیور صفحہ ۱۹۰ پر لکھا ہے۔ "مسئلہ: کسی کا خاوند مر گیا تو اُس کی بیوی کو اُس کا نہلانا اور کفنانا درست ہے اور اگر بیوی مر جائے تو خاوند کو بدن چھونا اور ہاتھ لگانا درست نہیں البتہ دیکھنا درست ہے۔

(۱۰) فرماتے ہیں "نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھے"۔ حالانکہ ہمارے ہاں پہلی تکبیر کے بعد ثنا پڑھنے کا حکم ہے چنانچہ مسائل بہشتی زیور صفحہ ۱۹۸ پر لکھا ہے۔ "مسئلہ: نماز جنازہ میں تین چیزیں مسنون ہیں (۱) اللہ تعالی کی حمد و ثنا (۲) نبی اکرم ﷺ پر درود (۳) میت کے لیے دعا کرنا۔

(۱۱) فرماتے ہیں "جنازہ کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرے"۔ حالانکہ ہمارے ہاں صرف پہلی تکبیر کے ساتھ ہاتھ اُٹھاتے ہیں باقی تکبیروں کے ساتھ نہ امام ہاتھ اُٹھائے گا نہ مقتدی۔ چنانچہ مسائل بہشتی زیور صفحہ ۱۹۹ پر یہ مسئلہ بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے۔

(۱۲) فرماتے ہیں کہ امام نماز جنازہ پڑھاتے وقت مرد کے سر کے قریب اور عورت کے سینے کے مقابل کھڑا ہو۔ حالانکہ ہمارے ہاں امام میت کے سینے کے محاذی کھڑا ہو گا میت خواہ مرد ہو یا عورت یہ مسئلہ مسائل بہشتی زیور صفحہ ۱۹۸ پر لکھا ہے۔ (۱۳) فرماتے ہیں "اگر کسی آدمی کو نماز جنازہ نہ ملی ہو تو وہ میت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ لے لیکن ایک ماہ کے اندر اندر، ایک ماہ کے بعد قبر پر نماز جنازہ پڑھنا درست نہیں" حالانکہ ہمارے ہاں قبر پر صرف اُس میت کا نماز جنازہ پڑھا جائے گا جسے بلا نماز دفن کر دیا گیا ہو۔ جس کا جنازہ پڑھا گیا ہو اُس کی قبر پر جنازہ پڑھنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ تعلیم الاسلام حصہ چہارم صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے کہ جنازے کی نماز کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ میت نماز پڑھنے والے کے سامنے موجود ہو۔ اور قبر میں مدفون میت سامنے نہیں ہوتی بلکہ نظروں سے غائب ہوتی ہے۔

قارئین گرامی! "اہم دینی مسائل" نامی کیسٹ میں مذکورہ بالا مسائل فقہ حنفی سے متصادم ہیں۔ ایک جاہل ا د جب اسے سنے گا تو وہ اپنے مسلک کے بارہ میں تذبذب کا شکار ہو جائے گا۔ کیونکہ اُسے بتایا گیا ہو گا کہ یہ کیسٹ حرمین شریفین سے آئی ہے اور اس کے تمام مسائل قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں۔

۔ گرامی! خدارا اپنے ایمانوں کو دور حاضر کے فتن سے بچانے کے لیے تقلید کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیجیے۔ بصورت دیگر اتحاد و زندقہ آپ کی ر ۔ ! ہ۔ خدا تعالی ہم سب کو سلف صالحین کی اتباع پر قائم و دائم رکھے اور انہی کے مسلک حقہ پر ہمارا خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین۔ تمت بالخیر